بازی
3
KitabPk.Com
ایم اے راحت

KitabPk.Com

"دونوں کے نمبر میرے پاس ہیں۔" فینی نے کہا۔

میں متحیر رہ گیا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے معلوم ہونا چاہیے جناب۔" اس نے کہا۔

"اچھا اچھا' ٹھیک ہے' کیا نمبر ہے گل کا؟" میں نے سوال کیا تو فینی نے ایک نمبر دہرا دیا اور میں واقعی متعجب رہ گیا۔ بہر طور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ بہروز اب بھی میرے ساتھ ساتھ تھا۔

"بھئی یہ سیکرٹری تو کچھ کمپیوٹر قسم کی چیز ہے۔ اسے یہاں آئے ابھی چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں ہوئے لیکن یوں لگتا ہے جیسے اس نے ساری معلومات حفظ کر لی ہوں۔"

"اچھی لڑکی ہے چیف ------ بے پناہ خوبصورت' میں تو اس کا حسن دیکھ کر حیران رہ گئی ہوں' میرا مطلب ہے رہ گیا ہوں۔" بہروز نے کہا۔

"مجھے اس کے حسن سے کوئی دلچسپی نہیں البتہ اس کی کارکردگی بے حد شاندار ہے۔" میں نے ریسیور اٹھایا اور گل کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ چند ہی لمحے بعد دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "فرمائیے کس سے ملنا ہے آپ کو؟"

"گل سے ---- میرا مطلب ہے لیڈی جہانگیر سے۔"

"چند سیکنڈ ہولڈ کیجئے۔ میں بلائے دیتی ہوں۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور چند لمحے بعد لیڈی جہانگیر کی آواز سنائی دی۔ "گل -----!"

"ہیلو گل' کیسے مزاج ہیں؟"

"کون صاحب ہیں؟"

"بھئی' میں تمہارا قدیم دوست بول رہا ہوں' ناصر کہہ لو' منصور کہہ لو' اور اگر مزید کچھ کہنا چاہتی ہو تو شہزادہ کہہ لو۔"

"اوہ میں تو شہزادہ ہی کہوں گی۔" گل کی آواز سنائی دی۔ "کہو کیسے فون کیا۔"

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں گل۔"

"تو اس میں تردد کی کیا بات ہے؟"

"میں خصوصی طور پر تم سے ملنا چاہتا ہوں ---- میرا مطلب ہے تنہائی میں----"

"اوہ تو پھر ساڑھے گیارہ بجے آ جاؤ کیونکہ گیارہ بجے پروفیسر اور سرخاب اپنی خواب گاہوں میں چلے جاتے ہیں' ساڑھے گیارہ بجے بنگلے کے عقبی حصے میں آ جاؤ' وہاں ایک چھوٹا دروازہ ہے' میں اسے کھلا رکھوں گی اور وہیں تمہارا انتظار بھی کروں گی۔" گل نے کہا۔

"مگر حضور یہ بنگلہ کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

KitabPk.Com

"ایک اسکوائر کے عقب میں جو تین بنگلے بنے ہوئے ہیں انھی میں بنگلہ نمبر نو ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں ساڑھے گیارہ بجے وہاں پہنچ جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

ایبک اسکوائر میرا دیکھا بھالا علاقہ تھا۔ کیونکہ یہ شہر میرا اپنا تھا۔ لیکن وہ کوئی بہت اچھا علاقہ نہیں تھا۔ میرا مطلب ہے وہ متوسط طبقے کی آبادی تھی' پروفیسر شیرازی اور گل وہاں کیسے رہ رہے ہیں' یہ بات میرے لیے تعجب خیز تھی۔ ممکن ہے وہاں کچھ تبدیلیاں ہو گئی ہوں۔ میں سوچتا رہا اور میں نے اپنا ذہن جھٹک دیا۔ گل سے ملاقات کے لیے جاؤں گا تو سب کچھ سامنے آ جائے گا۔

رات گیارہ بجے میں نے لباس تبدیل کیا اور اپنے چہرے میں' معمولی سی تبدیلیاں پیدا کر لیں اور اس کے بعد خاموشی سے نکل آیا' میرے وہاں سے نکلنے کا علم صرف بہروز کو تھا۔ فینی کو بھی میں نے دس بجے ہی آرام کرنے کی ہدایت کر دی تھی اور کہا تھا کہ مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ میں خاموشی سے بہروز کے ساتھ' عقبی دروازے تک آیا اور وہاں سے باہر تاریکی میں نکل کر کافی دور تک آگے بڑھتا رہا------ پھر ایک سڑک پر پہنچ کر میں نے ٹیکسی روکی اور اسے ایبک اسکوائر چلنے کے لیے کہا۔

ٹیکسی سڑکوں پر دوڑنے لگی ان سڑکوں اور بازاروں کو دیکھ کر میرے ذہن میں بہت سی یادیں پھر سے تازہ ہونے لگی تھیں۔ تمام کی تمام سڑکیں میری جانی پہچانی تھیں۔ میں نہ جانے کن کن حالات میں ان سڑکوں سے گزر چکا تھا اور آج میں ایک بالکل ہی نئی پوزیشن میں تھا۔ انسان کبھی اپنے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا۔ میں ان سڑکوں پر نوکری کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہا تھا اور انھی سڑکوں پر میں مجرم بن کر بھی دوڑتا رہا تھا اور پولیس میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ کیا کیا یادیں وابستہ تھیں' ان سڑکوں سے.... خاموش اور سنسان سڑکیں' میرے ذہن کو ماضی کی طرف گھسیٹ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے خود کو سنبھال لیا۔ ماضی کے جزیرے تو ذہن کے گوشے گوشے میں تھے۔ ان خیالات سے چھٹکارا پانا کہاں ممکن تھا لیکن میں خود کو ان جزیروں کے طلسم سے آزاد کرا کے حالیہ مشن کی طرف متوجہ ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایبک اسکوائر آ گیا اور میں نے ٹیکسی رکوا کر بل ادا کر دیا' پھر ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ ایبک اسکوائر میں زیادہ تبدیلیاں نہیں ہوئی تھیں۔ یہاں ڈھائی سو اور تین سو گز پر بنگلے بنے ہوئے تھے۔ بنگلہ نمبر نو بھی اسی سائز کا اور پرانی طرز کا بنا ہوا تھا۔ خوش نما ضرور تھا لیکن پروفیسر شیرازی اور گل کی عالیشان کوٹھی کے مقابلے میں یہ کچھ بھی تو نہیں تھا۔ میرا دل

اسے دیکھ کر دھک سے رہ گیا۔ سرخاب اور پروفیسر شیرازی اسی بنگلے میں رہتے ہیں۔ یہ بنگلہ تو ان کے ملازموں کے رہنے کے قابل تھا وہ خود اس میں کیسے گزارہ کر رہے ہیں؟ کیا یہ ایثار کی اعلیٰ ترین مثال نہیں تھی؟

میں بنگلے کے عقبی حصے میں پہنچ گیا تو دروازہ میری توقع کے مطابق کھلا ہوا تھا اور گل نظر آ رہی تھی۔ میں قریب پہنچا تو اس نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میرے بازو پر اس کی گرفت کافی سخت تھی میں نے محسوس کیا کہ گل کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا ہے۔

"گل۔" میں نے آہستہ سے اسے پکارا۔

اس نے جلدی سے میرا بازو چھوڑ دیا اور بولی۔ "آؤ منصور' اندر آ جاؤ۔"

میں اس کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا ایک اور کمرے تک پہنچ گیا۔ یہاں نیم تاریکی تھی۔ اس کے بعد گل مجھے ایک چھوٹی سی خواب گاہ میں لے آئی۔ خواب گاہ یوں تو خوب آراستہ تھی لیکن گل کے اس بیڈروم کے مقابلے میں کچھ نہیں تھی' جو میں دیکھ چکا تھا۔ اس نے دوسری سمت کا دروازہ بند کر دیا اور بولی۔ "یہ اتفاق ہے کہ میری خواب گاہ اس کام آ گئی یہاں سے کسی اور کو تمہاری آمد کا پتہ نہیں چلے گا۔"

"شکریہ گل' میری وجہ سے تمہیں ایک اور تکلیف اٹھانی پڑی۔ تم اس چھوٹے سے بنگلے میں رہتی ہو اور وہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا تمہارا دل نہیں گھبراتا ہو گا' اس بنگلے میں؟"

"آپ کو وہ مکان یاد ہے جس میں آپ اپنی امی اور بہن کے ساتھ رہا کرتے تھے؟" گل نے سوال کیا۔

میرے دل پر ایک گھونسا سا پڑا۔ "ہاں مجھے یاد ہے۔"

"میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ انسان اگر ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں خوش رہ سکتا ہے تو وہ جھونپڑی ہی اس کے لیے محل سے کم نہیں ہوتی۔ میں' پروفیسر اور سرخاب اتنے مطمئن تھے کہ بیان نہیں کر سکتے بلکہ ہم تو اب یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اس سے قبل ہم جن شاہ کوٹھیوں میں رہتے تھے' وہ ہمارے لیے بیکار تھیں' انسان کو ایک ایسی جگہ درکار ہوتی ہے جہاں اس کے لیے سکون ہو' محبتیں ہوں۔ وہاں میں تنہا تھی۔ جبکہ یہاں یوں محسوس کرتی ہوں جیسے میرا گھر بھرا ہوا ہو۔ ہم سب یہاں اتنے مطمئن اور مسرور ہیں کہ آپ تصور نہیں کر سکتے۔"

"لیکن تم نے اس چھوٹی سی جگہ کو اپنی قیام گاہ بنانے کا فیصلہ کیسے کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"صاف صاف بتاؤں منصور---- کیونکہ چھپانے کا مقصد جھوٹ بولنا ہو گا اور میں تم سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔ ہمیں پیسے کی شدید ضرورت تھی۔ ہم نے ہر وہ چیز فروخت کر دی جسے ہم بیچ سکتے تھے۔ ہم نے ذاتی ضروریات کو محدود کیا۔ ہم نے فہرست بنائی کہ ہمیں کیا کچھ درکار ہو گا۔ اب ہمارے پاس دو کاریں ہیں' ایک بنگلہ ہے' ایک چھوٹا سا ذریعہ آمدنی ہے جو با آسانی ہماری ضروریات پوری کر دیتا ہے۔ ہم اپنے درجے کے لوگوں سے ہٹ کر ذرا نچلے درجے کے لوگوں میں آ شامل ہوئے ہیں ہماری ان سے دوستی ہے اور ہم سب ان سے ملتے ہیں کوئی ہمیں ہماری اصل حقیقت سے نہیں جانتا یہ سب ہمیں اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ اپنے دکھ درد ہمیں بتاتے ہیں۔ اس طبقے کے مسائل بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ ہمیں ان سب کے مسائل سن کر بہت دکھ ہوتا ہے ہم انھیں نوکریاں دلاتے ہیں۔ اور ان کی ہر ممکن اعانت کرتے ہیں۔ نوکریاں ان فرموں میں ہوتی ہیں جو ہماری اپنی ہیں۔ میرا مقصد ہے پرنس دلاور کی ---- ہم کار آمد لوگوں کو چھانٹ لیتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔"

"گل میں تمہاری اور پروفیسر کی عظمت کا تو ہمیشہ سے قائل رہا ہوں۔"

"اچھا اچھا' اب تکلف رہنے دو۔ اور یہ بتاؤ کہ مجھ سے ملنے کے لیے اس قدر بے قرار کیوں تھے؟"

"دل چاہ رہا تھا گل اور پھر گھٹن اتنی بڑھ چکی تھی کہ تم سے ملے بغیر چارہ نہیں تھا۔"

"گھٹن ------ کیسی گھٹن؟"

"ایک طویل عرصے بعد وطن واپسی ہوئی ہے کچھ اپنوں کو چھوڑ گیا تھا' یہاں ----- جن میں سے چند مل گئے اور چند رہ گئے۔ میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں گل بہت کچھ اور اس کا ذریعہ صرف تم ہی بن سکتی تھیں۔"

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہوں؟" گل نے مستعدی سے کہا۔

"عظمت کونسی فرم میں ہے؟"

"دلاور سوپ فیکٹری کا پروڈکشن منیجر ہے۔" گل نے جواب دیا۔

"اور کہاں رہتا ہے؟"

"ایک عمدہ سے مکان میں' جو اسے فرم کی طرف سے مہیا کیا گیا ہے۔"

"اپنے والدین کے ساتھ؟"

"ہاں اپنے والدین کے ساتھ سب خوش و خرم ہیں۔"

"میرے بارے میں تو پوچھتا ہو گا؟"

"بہت زیادہ ----- لیکن ظاہر ہے کہ میں بھی خود اس کی طرح لاعلم تھی۔"

"چمن سے تو اس کی ملاقات کبھی نہیں ہوئی؟"

"میں نے اس بارے میں سوال نہیں کیا۔"

"اچھا' میرا دوست ایاز؟"

"اس کے بارے میں تمہیں بتا چکی ہوں منصور کہ مجھے کچھ نہیں معلوم شاید تمہارے ساتھ ہی گیا تھا اس کے بعد سے اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔"

"میں اس کے لیے بے حد تشویش زدہ ہوں۔ میرا خیال ہے' مجھے اس بارے میں تغلق خان سے بات کرنا ہو گی۔"

"میرا خیال ہے وہ چمن سے ملتا رہتا ہے۔" گل نے رائے ظاہر کی۔

"ہاں۔ یقیناً یہ کام تغلق خان سے ہی لیا جائے گا۔ اچھا گل' پروفیسر شیرازی اور رخاب کے بارے میں کچھ اور بتاؤ؟"

"کچھ نہیں منصور' بلاوجہ تجسس کا شکار ہو رہے ہو۔ ہم سب بے حد مطمئن ہیں بس وفیسر کی یہ خواہش ہے کہ سیٹھ جبار کا پتہ صاف ہو جائے اور اس کے لیے ہم لوگوں نے ن رات کوشش کی ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے گل۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"چائے پیو گے -------؟" گل نے سوال کیا۔

"نہیں شکریہ کوئی خاص موڈ نہیں ہے اور پھر بنائے گا کون"

میں بناؤں گی بھئی اس میں کون سی مشکل پیش آ جائے گی۔ گل نے جواب دیا۔

"شکریہ گل۔" میں نے کہا۔ "بڑی عجیب کیفیت ہو رہی تھی۔ تم سے گفتگو کرنے کے د تر و تازہ ہو گیا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم جیسا آہنی شخص تمام مراحل سے گزر کر اپنے آپ کو اسی زیشن میں لے آئے گا جیسا کہ ہم سب چاہتے ہیں۔" گل نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر تک میں اس کے پاس بیٹھا رہا پھر میں نے الٰہی کی اجازت چاہی اور گل نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ "میں تمہیں روکوں گی میں نہ جانے تمہیں ابھی کتنی محنت کرنی ہے۔ بہر حال' یہاں سے جاؤ گے کس طرح؟"

"آگے جا کر ٹیکسی کر لوں گا۔"

"حالانکہ تمہیں اس سلسلے میں بہت سی سہولتیں حاصل ہیں۔ تمہیں علم ہو گا کہ شہر ا بہت سی عمارتیں ایسی ہیں جن کی طرف اگر کبھی جاؤ تو وہاں سے کوئی بھی کار لے سکتے

ہو۔ میرا خیال ہے تم اس کے لیے مناسب پلاننگ کر لینا تاکہ تمہیں کوئی دقت پیش نہ آئے۔"

"ٹھیک ہے گل! اچھا خدا حافظ۔" میں نے کہا اور وہ مجھے دروازے تک چھوڑنے آئی۔

میں وہاں سے نکل آیا۔ ٹیکسی کے لیے کافی دور تک پیدل سفر کرنا پڑا گھر جانے کو ابھی جی نہیں چاہ رہا تھا دفعتاً" ایک خیال ذہن میں آگیا اور میں اس پر قابو نہ پا سکا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو اس مخصوص علاقے کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ جہاں سیٹھ جبار کی کوٹھی تھی۔

سیٹھ جبار کی کوٹھی سے کافی فاصلے پر میں نے ٹیکسی رکوائی اور بل ادا کر کے ٹیکسی کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ ٹیکسی دور نکل گئی تو میں سیٹھ جبار کی کوٹھی کی جانب بڑھ گیا۔ یہ کوٹھی آج بھی جانی پہچانی تھی۔ اس میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آئی تھی۔ میں کوٹھی کے اس مخصوص حصے میں ہو گیا' جہاں سے اندر جانے میں کوئی دقت پیش نہیں آسکتی تھی پھر ملازمین کے ان کوارٹروں کی طرف چل پڑا جن میں سے ایک میں امجد بھائی رہتے تھے۔ میں چھپتا چھپاتا امجد بھائی کے کواٹر کی اس عقبی کھڑکی تک پہنچ گیا۔ جہاں سے بارہا میں نے انہیں پکارا تھا۔ قرب و جوار کے کوارٹر سنسان پڑے تھے۔ میں نے کھڑکی کے کواڑ دبائے تو وہ کھل گئی۔ کھڑکی میں اندر کی طرف کنڈی نہیں لگی ہوئی تھی۔ کھڑکی کھلی تو کمرے میں بیٹھے ہوئے لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ میں جلدی سے نیچے ہو گیا۔ اندر سے امجد بھائی کی آواز ابھری۔ "ارے یہ کھڑکی کیسے کھل گئی ہوا بھی نہیں چل رہی؟"

"پتہ نہیں' کیا بات ہے دیکھیں۔" امجد کی بیگم نے کہا اور وہ اٹھ کر کھڑکی کے قریب آ گئے جب وہ کھڑکی کے قریب پہنچے تو میں ایک لمحے کے لیے سیدھا ہو گیا اور امجد بھائی بوکھلا کر جلدی سے پیچھے ہٹ گئے وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہے تھے پھر ان کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔ "کون ہو------تم کون ہو؟"

"ارے ارے امجد بھائی۔ آہستہ آہستہ.... میں آپ کا بھتیجا منصور ہوں۔"

امجد بھائی گویا سکتے میں رہ گئے چند لمحات تو وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکے پھر ان کے حلق سے عجیب سی آواز نکل گئی۔ "مم' منصور۔"

"ہاں امجد بھائی۔ میں ہی ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ آجاؤ۔ ادھر سے آجاؤ۔ میں دروازہ کھول رہا ہوں۔" امجد نے کہا اور میں پلٹ کر دروازے کی طرف چل پڑا اور چند ہی لمحوں بعد میں امجد بھائی کے کوارٹر میں تھا

بچے سب سو چکے تھے۔ بھابی اور امجد جاگ رہے تھے۔ بھابی نے بڑے پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور امجد بھائی مجھ سے لپٹ گئے۔ "اتنے دن کہاں رہے' منصور ہم تو تمہارے بارے میں بس-----" کچھ کہتے کہتے امجد بھائی خاموش ہو گئے۔

"مجھے اندازہ ہے کہ آپ میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے ویسے یہاں کے حالات سے تو آپ بخوبی واقف ہوں گے؟"

"ہاں' کوئی خاص بات نہیں۔ تمہارے بارے میں کچھ نہیں سن سکا۔ اس دوران تم خود بھی نظر نہیں آئے اور نہ ہی تم سے ملاقات کا کوئی ذریعہ نکلا۔ اس لیے میں نے سوچا شاید تم کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہو میں کر بھی کیا سکتا تھا بیٹے' میں کیا کر سکتا تھا؟"

"کچھ نہیں' امجد بھائی مجھے اندازہ ہے۔ بہرطور میں شہر میں نہیں تھا ورنہ آپ سے ضرور ملتا۔"

"کہاں چلے گئے تھے؟"

"حادثات زمانہ جانے کہاں کہاں لیے پھرتے رہے تفصیل کیا بتاؤں۔ بس سمجھ لیں کہ خیریت سے واپس آگیا ہوں لیکن امجد بھائی میری یہ واپسی راز میں رہنی چاہیے۔"

"فکر مت کرو' تم امجد سے ایسی توقع کیوں کرتے ہو؟"

"یہ بات نہیں۔ بس تذکرتاً" کہہ دیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ ویسے حالات کیسے چل رہے ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی پتہ چلا؟

"ابھی نہیں' امجد بھائی' ابھی میری دعاؤں میں وہ اثر پیدا نہیں ہوا جو عرش کو ہلا دیتا ہے لیکن ایک نہ ایک دن وہ دونوں مجھے ضرور مل جائیں گی۔"

"خدا نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا۔ کہاں مقیم ہو؟"

"کوئی خاص جگہ نہیں۔ آپ سے جب بھی رابطہ قائم کرنا ہوا تو خود ہی کوشش کروں گا۔ آپ انتہائی احتیاط سے میرا کام کرتے رہیے۔ میں جانتا ہوں کہ سیٹھ جبار کے خاص' آدمی ہونے کی حیثیت سے آپ کو مالی مشکلات پیش نہ آتی ہوں گی لیکن اس کے باوجود مجھے یہ احساس ہونے لگا ہے کہ میرے بہن بھائی بڑے ہو گئے ہیں۔ ان کے اخراجات بھی آپ پر آپڑے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ انھیں اعلیٰ تعلیم دلائیں۔ میرے پاس بہت سے پیسے بیکار پڑے ہیں۔ اگر ان میں سے کچھ آپ کو پیش کرنے کی جسارت کروں۔ آپ ناراض تو نہیں ہوں گے؟"

"نہیں بیٹے ناراض تو نہیں ہوں گا لیکن تم سے کچھ لوں گا بھی نہیں' اگر تم مجھے کوئی

بڑی رقم دیتے ہو تو وہ میرے لیے نقصان کا باعث بن سکتی ہے کیونکہ سیٹھ جبار کو شبہہ ہو جائے گا کہ جو کچھ وہ دیتا ہے' میری حیثیت اس سے آگے بڑھ گئی ہے۔ گویا میرے لیے خطرات بڑھ جائیں گے۔" امجد بھائی نے کہا۔

"ٹھیک ہے جو آپ کا حکم۔ اگر کبھی آپ کو کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے نظر انداز نہ کریں۔"

"ہاں یہ میرا وعدہ ہے۔"

"طارق کے بارے میں کوئی اطلاع ملی؟"

"ابھی تک نہیں۔ وہ لندن ہی میں ہے۔ ویسے خیریت سے ہے اور اکثر اس کے ٹیلی فون سیٹھ جبار کو آتے رہتے ہیں۔"

"سیٹھ جبار کا کاروبار اسی رفتار سے چل رہا ہے؟"

"ہاں اس میں کوئی فرق نہیں پڑا۔" امجد بھائی نے جواب دیا۔

"اس سے زیادہ کے حالات تو آپ کو معلوم نہیں ہوں گے۔"

"میری پوزیشن کا خیال رکھو۔ جس قدر میری حیثیت ہے' اتنا ہی مجھے معلوم ہو سکتا ہے۔ چوری چھپے کبھی کچھ سننے کی کوشش کرتا رہتا تھا تم نہیں ملے تو میں نے یہ کوشش بھی ترک کر دی۔ اب تم کہو تو یہ کوشش پھر شروع کر دوں؟"

"ہاں' امجد بھائی----- اطلاعات جمع کرتے رہیے۔ میں آپ سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔ میرے لیے آپ کی یہاں موجودگی بے حد قیمتی ہے۔"

"ٹھیک ہے' تم فکر مت کرو جو کچھ معلوم ہو سکا' میں اسے اپنے ذہن میں محفوظ رکھوں گا۔" امجد بھائی نے کہا۔ بھابی اس دوران چائے بنا لائی تھیں۔ میں چائے پی کر کچھ دیر بعد وہاں سے چل پڑا اور خاصی رات گئے اپنی قیام گاہ پر پہنچا۔

بہروز شاید سو چکا تھا۔ میں بھی اپنی خواب گاہ میں داخل ہو کر لیٹ گیا۔ آج کی کاوشوں سے مجھے قدرے سکون ملا تھا۔ حالانکہ ابھی ایاز کا معاملہ ذہن میں اٹکا ہوا تھا۔ نہ جانے اس بے چارے پر کیا گزری ہو گی۔ بہر صورت تغلق خان کو طلب کر کے ایاز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ہدایت کروں گا۔

دوسری صبح میں دیر سے جاگا۔ غسل سے فارغ ہو کر باہر آیا تو بہروز منتظر بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "سوری چیف! رات کو تمہارا انتظار کرتے کرتے سو گیا تھا۔ نہ جانے کیسے نیند آگئی' حالانکہ سوچا تو یہ تھا کہ جب تم آ جاؤ گے' تب ہی سوؤں گا۔ معافی چاہتا ہوں۔"

"حضور والا اگر تم مجھے جاگتے ہوئے ملتے تو میں تم سے ناراض ہو جاتا۔" میں نے کہا۔

بہروز ہنسنے لگا۔ "دراصل میں تمہاری کارگزاری جاننے کے لیے بھی تو بے چین تھا' چیف۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ گل سے ملا۔ اس سے معلومات حاصل کیں۔ انھوں نے کچھ اور احسانات میرے وجود پر لاد دیئے ہیں۔ اپنا سب کچھ فروخت کرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے بنگلے میں رہتے ہیں' ایسے بنگلے میں' جو انھوں نے اپنے ملازمین کو دے رکھے تھے لیکن ایک خاص مقصد کی خاطر انھوں نے اپنی حیثیت بدل لی ہے اور معاشرے کے تین نمبر لوگوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ انھوں نے یہ ایثار میرے لیے کیا ہے۔"

"اوہنہ ------ چھوڑیں کن الجھنوں میں پھنس گئے۔ اب بار بار اس لکیر کو پیٹنے سے کیا فائدہ۔ وہ لوگ جو کچھ کر چکے ہیں' وہ ہو چکا ہے۔ یہ سب کچھ انھیں لوٹا دیا جائے گا۔ اب ہمیں کیا کرنا ہے؟" بہروز نے دریافت کیا۔

"آؤ ناشتہ کریں۔ میرا خیال ہے مجھے دیر ہو گئی ہے۔" میں نے کہا۔

ہم ناشتے کے کمرے میں پہنچ گئے۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے بہروز کے ذریعے فینی کو بلا لیا۔ وہ جیسے میری ہی منتظر تھی' فوراً آگئی۔ چہرہ بدستور سنجیدہ تھا۔ حیرت تھی کہ یہ لڑکی جب مجھ سے پہلی بار ملی تھی تو بڑی شوخ و شنگ نظر آتی تھی لیکن اس کے بعد اس نے ایسا چولا بدلا تھا کہ پھر کبھی مسکرائی بھی نہیں تھی۔ اس نے مشینی انداز میں مجھے سلام کیا اور پھر اپنی بک لے کر میرے سامنے کھڑی ہو گئی۔ "آج کا دن جناب عالی کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں ہے کل آپ سے کچھ اور لوگ ملنے آئیں گے جو سیکشن نمبر دو سے تعلق رکھتے ہیں۔ آنے والوں کی تعداد بارہ ہے اور وہ کل آپ سے ساڑھے گیارہ بجے ملاقات کریں گے اور یہ ملاقات ایک بجے تک جاری رہے گی۔" فینی نے بتایا۔

"اچھا فینی شکریہ۔ تغلق خان کو میرے پاس بھیج دو۔"

"جی بہتر۔ میں فون کر کے اس کو آپ کے پاس بھیج دیتی ہوں۔" فینی نے جواب دیا اور پھر میری جانب سرسری نگاہ سے دیکھ کر پوچھا۔ "اس کے علاوہ اور کوئی خدمت؟"

"نہیں شکریہ۔" میں نے بھی خشک اور سپاٹ سے انداز میں جواب دیا اور فینی گردن خم کر کے چلی گئی۔۔ بہروز خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا------- پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "منصور صاحب' اس لڑکی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" بہروز نے کہا۔

"سبحان اللہ۔ اب لڑکی پر بھی گہری نگاہ رکھی جانے لگی ہے۔ فرمایئے کیا کہنا چاہتے ہیں' آپ؟"

"میرا خیال ہے کہ یہ کچھ کبیدہ خاطر ہے۔"

"یہ آپ نے کیسے اندازہ لگایا۔ محترم؟" میں نے پرمزاح انداز میں دریافت کیا۔

"بس نگاہ کی بات ہے۔ آپ شاید اسے نگاہ بھر کے دیکھتے بھی نہیں لیکن میں نے اس کے چہرے پر غور کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے بہروز! تم اپنے مشاغل تبدیل کر دو۔ ان چیزوں سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ وہ اگر کبیدہ خاطر ہے تو ہو گی اگر اسے کوئی شکایت ہے تو اسے ہم سے کہہ دینا چاہیے۔ ہمارے پاس ان فضول باتوں کے لئے گنجائش کہاں ہے؟"

بہروز خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد فینی نے تغلق خان کے آنے کی اطلاع دی تو میں نے ڈرائنگ روم میں اس سے ملاقات کی اور اپنا مافی الضمیر بتاتے ہوئے کہا۔ "میں اس بار تم سے ایک ذاتی کام سے مل رہا ہوں تغلق! خان چمن کے پاس ایک لڑکا ایاز تھا۔ وہ لانچ پر میرے ساتھ گیا تھا اور بعد میں چمن اسے اپنے ساتھ واپس لے آیا تھا۔ میں اس کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔"

"بہتر ہے پرنس۔ میں ایک گھنٹے کے اندر اندر آپ کو اس کے بارے میں اطلاع فراہم کر دوں گا۔"

"چمن سے کچھ معلوم کرنے میں دقت تو نہیں ہو گی؟"

"نہیں جناب۔ میں نے اس سے مزید گہری دوستی کر لی ہے۔" تغلق خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ چلا گیا تو میں بے چینی سے اس کے فون کا انتظار کرنے لگا۔ ایک گھنٹہ گزارنا مشکل ہو گیا تھا۔ تقریباً" پچاس منٹ بعد تغلق خان کی کال ملی۔

"بری خبر ہے سر۔ ایاز زندہ نہیں ہے۔ چمن کے کہنے کے مطابق اس نے خودکشی کر لی تھی۔" تغلق خان نے کہا اور میرے ذہن میں خوفناک گڑگڑاہٹ ہونے لگی۔ میری آنکھوں کے سامنے خون کی چادر سی پھیل گئی اور دماغ تاریک ہو گیا۔ میرا ذہن شدید غیض و غضب کا شکار ہو گیا اور میرا رواں رواں انتقام لینے کو پکارنے لگا۔

○

دوسری طرف سے تغلق خان ٹیلی فون پر ہیلو ہیلو کر رہا تھا لیکن میرے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ ریسیور پر میرے ہاتھ کی گرفت اتنی سخت تھی کہ ممکن تھا' ریسیور ٹوٹ ہی جاتا' میں نے اسے آہستہ سے ٹیبل پر رکھ دیا۔ آنکھوں کی بینائی جیسے ختم ہو چکی تھی۔ دل ایک دم سے ڈوبنے لگا۔ ایاز کے ساتھ رفاقت کا ایک ایک لمحہ یاد آ رہا تھا۔ اس نے ایسے وقت مجھے ایک بھائی کا پیار دیا تھا۔ جب ساری دنیا میری نگاہوں میں تاریک تھی۔ پروفیسر شیرازی اور سرخاب بے شک اس وقت میرے معاون اور ہمدرد بن چکے تھے۔ لیکن میرے اور ان کے درمیان ایک طبقاتی دیوار قائم تھی اور ان کے انتہائی خلوص کے باوجود میں ان سے اس بے تکلفی اور بے اختیاری سے وہ باتیں نہیں کر سکتا تھا جو میرے دل کے نہاں خانے میں محفوظ تھیں۔ ایسے لمحات میں ایاز مجھے ملا اور میرے دل کی کتاب اس کے سامنے کھل گئی۔ مجھے وہ لمحات آج تک یاد تھے۔ ایاز کو اپنی کہانی سنانے کے بعد مجھے کس قدر سکون ہوا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ایک دلدار میرے سامنے ہے اور ایاز نے جس انداز میں میری دلجوئی کی تھی۔ اسے بھی میں تاحیات نہیں بھول سکتا تھا' اس نے کتنے خلوص دل سے امی اور فریدہ کی بازیابی کے لئے دعائیں مانگی تھیں۔ ہمیشہ وہ یہی کہا کرتا تھا کہ منصور بھائی! امی اور فریدہ جس دن مل گئیں' اسی روز سے ہم اپنے راستے بدل دیں گے اور شریف لوگوں کی مانند زندگی گزاریں گے۔ اگر وہ طبعی موت مر جاتا یا کسی حادثے کا شکار ہو جاتا تو شاید میرے غم کی یہ کیفیت نہ ہوتی لیکن تغلق خان نے جو کچھ بتایا تھا وہ بذات خود ایک طویل کہانی بن کر رہ گئی تھی۔ میری دانست میں ایاز کی خودکشی ایک ایسی ورد ناک کیفیت تھی' جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ ایاز نے خودکشی کیوں کی ہو گی۔ چمن اسے وہاں سے لے آیا ہو گا' میں چمن جیسی سرشت کے لوگوں کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا..... ایاز نے اس سے احتجاج کیا ہو گا اور چمن نے اپنی شاطرانہ چالوں سے اسے مجبور کر دیا ہو گا کہ وہ خودکشی کر لے۔ ایاز .... ایاز میرا دل اندر سے چیخنے لگا ..... شاید میری آنکھوں سے آنسو بھی رواں ہو گئے تھے۔ اسی عالم میں بہروز اندر آ گیا۔ میرا رخ اس کی جانب نہیں تھا اور میں کچھ اس طرح خیالات میں گم تھا کہ بہروز کو میری اس

کیفیت کا علم نہ ہو سکا۔ وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ گیا تب مجھے اس کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی اور اسی وقت بہروز کی آواز سنائی دی۔

"منصور صاحب! آپ نے جس زندگی میں قدم رکھا ہے اس میں تو ہر لحہ سیماب صفت ہونا ضروری ہے اور آپ اس طرح گم صم بیٹھے ہوئے ہیں کہ آپ کو میرے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی۔ نہیں محترم یہ استغراق نہیں چل سکے گا۔" اس نے بے تکلفی سے میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر مجھے اپنی طرف گھمایا ..... میں نے لاکھ اس سے اپنی کیفیت چھپانے کی کوشش کی لیکن بہروز نے میری صورت دیکھ ہی لی اور پھر وہ اس طرح چونکا جیسے اسے بجلی کا بڑا زبردست جھٹکا لگا ہو۔ اس کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے حیرت سے پھیل گئیں۔ اور پھر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔ "منصور..... منصور صاحب!"

"کچھ نہیں' بہروز کچھ نہیں۔ میں نے ایک بہت بری خبر سنی ہے۔"

"کیا ہوا' کیا ہوا منصور! خدا کے لئے جلدی بتاؤ۔"

..... میری آنکھوں میں آنسوؤں کی روانی تیز ہو گئی۔

"ارے' ارے .... منصور صاحب۔ پلیز! یہ کیا ہو رہا ہے۔ خدا کی قسم خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ شعلوں سے بنی ہوئی یہ آنکھیں آنسوؤں کی نمی بھی رکھتی ہیں۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو..... تعجب ہے وہ کون سی ایسی خبر ہے' خدا کے لئے مجھے بتایئے منصور صاحب! پلیز میں آپ کی آنکھوں کی یہ نمی نہیں برداشت کر سکتی۔" بہروز عالم بے اختیاری میں اپنی اصلیت کھول گیا تھا۔ میں خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر آستین سے آنسو خشک کر ڈالے اور بہروز کی کلائی پکڑ کر کہا۔

"بہروز! میرا دوست مر گیا۔ ایاز مر گیا۔"

"اوہ ..... اوہ۔ کیا' کیا ..... تغلق خان نے ....."

"ہاں' تغلق خان نے ابھی مجھے فون پر اطلاع دی ہے۔"

"اوہ .... منصور! مجھے بڑا ہی دکھ ہوا ہے۔ یقین کریں' مجھے بے حد دکھ ہوا ہے۔ یہ صرف الفاظ نہیں بلکہ ایک سچی غم گساری ہے۔"

"شکریہ بہروز۔ یقین کرو' میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے دل کی کیا کیفیت ہوئی ہے؟ شاید میرا سگا بھائی بھی مر جاتا تو مجھے اتنا ..... دکھ نہ ہوتا۔ وہ جیب تراش تھا لیکن اس کے سینے میں اتنا خوبصورت دل تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کاش اس کے ساتھ یہ نہ ہوتا اور پھر شاید تمہیں یہ معلوم کر کے مزید دکھ ہو گا' بہروز کہ وہ طبعی موت نہیں مرا بلکہ اس نے

خود کشی کی ہے۔"

"خود کشی؟" بہروز چونک کر بولا۔

"ہاں خود کشی .... اور یہ خود کشی یقیناً میرے لئے ہو گی بہروز! میں جانتا ہوں کہ وہ میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ اسے خود کشی کے لئے مجبور کر دیا گیا ہو گا۔"

بہروز میری شکل دیکھتا رہا اور پھر اس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کاش میں اس غم کو بانٹ سکتا۔ مجھے بتاؤ منصور! میں کیا کروں؟"

"اوہ۔ کچھ نہیں' میں تنہائی چاہتا ہوں۔ میں سوچنا چاہتا ہوں۔ بہروز! اگر تم برا مانے بغیر مجھے اس کا موقع دو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

بہروز چند ساعت میری صورت دیکھتا رہا اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے' منصور! لیکن میری گزارش ہے کہ خود کو سنبھالیے۔" پھر وہ اس انداز سے باہر گیا جیسے جانا نہ چاہتا ہو۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرا غم بانٹنا چاہتا ہے۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر روؤں۔ بہروز دروازے سے باہر گیا ہی تھا کہ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اور رونے سے جو سکون محسوس ہوا' میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ نہ جانے کب تک یہ کیفیت برقرار رہتی کہ کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ محبت بھرا لمس تھا..... میں چونک پڑا۔ دیکھا تو پروفیسر شیرازی نگاہوں کے سامنے تھے۔ میں فوراً .... سنبھل گیا۔ اطراف میں اور بھی لوگ کھڑے تھے۔ ان میں سرخاب' گل اور فینی بھی تھیں۔

"ارے' ارے .... آپ لوگ کب آئے؟ مجھے تو پتہ بھی نہیں چل سکا۔" میں نے کہا۔

پروفیسر شیرازی نے میرا بازو پکڑا اور کہنے لگے۔ "آؤ یہاں سے نکلیں۔ کسی دوسرے کمرے میں چل کر بیٹھیں گے۔ یہاں بڑی گھٹن محسوس ہو رہی ہے۔"

"جی' جی .... چلئے' چلئے" میں نے کہا۔

"منصور بھائی۔ پہلے منہ ہاتھ دھو لیجئے۔ فینی سب سے پہلے آپ کافی بنوا لیجئے۔ پلیز! ہم لوگ کافی پئیں گے۔" سرخاب بولی۔

"جی بہتر۔" فینی نے ادب سے کہا اور باہر نکل گئی۔ تب سرخاب' گل اور پروفیسر شیرازی مجھے لے کر باہر آئے۔ راستے میں ایک جگہ لگے ہوئے بیسن پر سرخاب نے اس طرح میرا منہ دھلوایا جیسے بچوں کا منہ دھلوایا جاتا ہے۔ اس کے انداز میں بے پناہ پیار تھا اور اس کے ہاتھوں کا نرم لمس مجھے اپنی آنکھوں کی جلن پر بڑی ٹھنڈک دیئے جا رہا تھا۔ پھر

اس نے تولیے سے میرا چہرہ خشک کیا۔ ہر چند کہ یہ انداز مجھ جیسی فطرت کے لوگوں کے لئے مناسب نہیں تھا لیکن اس وقت دل یہی چاہ رہا تھا کہ بچہ بن جاؤں' کوئی مجھے اپنی آغوش میں اٹھا لے اور پیدل بھی نہ چلنے دے۔ بہرطور' میں ان لوگوں کی محبتوں کے درمیان سمٹا ہوا اس کمرے میں آ گیا جو ایک پرائیویٹ روم کے طور پر ترتیب دیا گیا تھا۔ سرخاب نے مجھے صوفے پر بٹھایا اور خود میرے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ گل اور پروفیسر شیرازی سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ سب کے چہرے سنجیدہ اور غمناک نظر آ رہے تھے۔ پھر پروفیسر نے کہا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا' منصور کہ ان حالات میں آنے کے بعد بھی تم اتنے کچے پن کا ثبوت دو گے۔"

"جی' میں نہیں سمجھا پروفیسر۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"ایاز کی خبر بہروز نے مجھے دی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ اس کی موت کی خبر سن کر تمہاری کیا کیفیت ہو گئی ہے۔"

"اوہ' افسوس' پروفیسر۔ آپ لوگوں کو اس بات سے اذیت ہوئی۔"

"نہیں' ہرگز نہیں۔ ایاز کی موت شاید اس طرح کوئی بھی محسوس نہ کر سکے۔ جس طرح میں نے محسوس کی ہے۔ بدقسمتی سے میں نے انسانی نفسیات پر گہری ریسرچ کی ہے اور میں لہو کے اس مجموعے کی کیفیات جانتا ہوں' جسے دل کہتے ہیں۔ ایاز کا قرب تمہارے لئے جو حیثیت رکھتا تھا۔ شاید میرے علاوہ اور کوئی اسے صحیح طور پر محسوس نہ کر سکے' چنانچہ میں تمہارے غم کی کیفیت سے واقف ہوں اور سمجھتا ہوں' اگرچہ محض الفاظ کے سہارے صبر کی تلقین بے معنی ہے۔ لیکن انسان اپنے جسم کے کسی ایک عضو کے ناکارہ ہو جانے سے باقی اعضا کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ہم سب ہی تمہارے جسم و جان ہیں۔ تمہارے اعضا ہیں۔ ایاز ہم میں سے ایک تھا۔ خود کو سنبھالو منصور! تم ٹھوس انسان بن کر دنیا کے سامنے آ چکے ہو۔ اس لئے یہ آنسو تمہیں زیب نہیں دیتے

"میں جانتا ہوں' پروفیسر۔" میں نے کہا اور سرخاب کی طرف متوجہ ہو گیا' جو کہہ رہی تھی۔ "منصور بھیا! میں آپ کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ خدا کی قسم! اگر اب آپ کی آنکھ سے ایک بھی آنسو نکلا تو ...."

"نہیں' سرخاب ..... لیکن میں پروفیسر سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ مجھے چمن کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے"؟

پروفیسر اس سوال پر چونک پڑے۔ چند ساعت مجھے دیکھتے رہے پھر ان کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت عود کر آئی۔ "تم بتاؤ۔ کیا ہونا چاہئے؟" انہوں نے الٹا مجھ سے ہی

سوال کر دیا۔

"پروفیسر' میں آپ کی رہبری چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں میرے بیٹے' میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی معاونت نہیں کر سکتا۔ البتہ میری دلی خواہش ہے کہ تم سے پوچھوں کہ ایاز کے قاتل سے کیا انتقام لو گے؟"

"کیا آپ کے خیال میں' میں یہاں کسی ظرف کا ثبوت دوں گا؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں' ظرف کی ایک حد ہوتی ہے' بلاشبہ باظرف لوگ گھٹیا حرکتیں نہیں کرتے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے غموں کو بھی ظرف کی قبر میں دفن کر دیں۔" پروفیسر شیرازی نے کہا۔

"آپ مجھ سے کیا توقع رکھتے ہیں' پروفیسر؟"

"توقع نہیں' اگر تم عام حالات میں مجھ سے مشورہ مانگتے تو میں یہی سوچتا کہ چمن سے ایسا عبرت ناک انتقام لیا جائے کہ وہ مرنے کے بعد بھی اس کو نہ بھول سکے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے پروفیسر۔ میں چمن کو اس طرح قتل کروں گا کہ درندگی کی تمام مثالیں ختم ہو جائیں۔ لیکن ابھی نہیں ....." میں نے کہا۔

پروفیسر کا چہرہ کھل اٹھا۔ "کیا مطلب' کیا تم مصلحتوں کے لبادے میں آ کر اپنا فرض بھول جاؤ گے؟" پروفیسر نے سوال کیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ "نہیں پروفیسر' میں اپنا فرض نہیں بھول جاؤں گا لیکن آپ جو امتحان مجھ سے لے رہے ہیں۔ میں اس پر بھی پورا ہی اتروں گا۔"

"امتحان ....؟" پروفیسر نے بظاہر چونک کر کہا۔

"ہاں پروفیسر' آپ جاننا چاہتے ہیں کہ حالات نے مجھے کیا کچھ بخشا ہے۔ میری سوچ اتنی ہی سطحی ہے یا اس میں کچھ پختگی بھی پیدا ہوئی ہے۔ بہرحال' میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ میں بہت سنبھل گیا ہوں۔ ایاز کی موت نے میرے سینے پر ایک گہرا گھاؤ لگایا ہے لیکن میں پستول لے کر دوڑتا ہوا چمن کے ہاں نہیں پہنچ جاؤں گا کیوں کہ اب چمن میرے سامنے ایک نچلے درجے کا بدمعاش ہے اور اسے قتل کرنے کے لئے مجھے اپنے جوتوں کے تلوے استعمال کرنے آتے ہیں' پستول یا چاقو نہیں۔ میں اسے جوتوں ہی سے کچل کر ماروں گا' لیکن وقت آنے پر..... میں نے کھاتہ کھول لیا ہے۔ میں نے ہر شخص کا کھاتہ کھول لیا ہے اور اس کھاتے میں چمن پر ایاز کی موت بھی ادھار ہو گئی ہے۔ میں اس سے یہ قرض اس طرح وصول کروں گا کہ دنیا دیکھے گی۔"

"گڈ..... ویری گڈ .... میں بڑے فخر سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میں نے تم پر اپنا وقت

ضائع نہیں کیا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے جو مینار تعمیر کیا ہے' وہ اتنا سربلند اور اتنا مضبوط ہے کہ اس کے اوپر کھڑے ہو کر دنیا دیکھی جا سکتی ہے..... لیکن منصور! سنا ہے کہ تم روتے رہے ہو۔ تمہاری آنکھیں اب بھی تھوڑی سی متورم ہیں۔ میں یہ سب کچھ بالکل نہیں چاہتا۔"

"پروفیسر' آپ انسانی فطرت کو کیوں نظرانداز کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس دل کا دکھ نکالنے کا ایک ہی تو ذریعہ ہے جو قدرت کی طرف سے بخشا گیا ہے۔ اگر انسان آنسو بھی نہ بہا سکے تو اس کا دل پھٹ جائے گا۔"

پروفیسر خاموش رہا۔ گل اس دوران خاموش رہی تھی۔ جب سب خاموش ہو گئے تو اس نے کہا۔ "آج رات کا کھانا تم میرے ساتھ کھاؤ گے۔ میں نے انتظام کر لیا ہے۔ سرخاب نے بھی چند چیزیں پکائی ہیں۔ چلو' ہم تمہیں ساتھ لے کر چلیں گے۔"

.... اور ہم بہروز سمیت چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔

ایک اسکوائر کے بنگلہ نمبر نو میں داخل ہو کر ہم میں احساسات کا مادہ ہر لمحے ایک نئی کیفیت سے دوچار ہونے لگا۔ پروفیسر شیرازی کا طرز زندگی دیکھ چکا تھا۔ گل کی رہائش گاہ بھی میری نگاہ میں تھی۔ اور ان دونوں چیزوں کو ذہن میں رکھنے کے بعد جب اس بنگلے کو دیکھا تو درحقیقت یہ ان کے ملازمین کے کوارٹر کی مانند معلوم ہوتا۔ ایثار کرنے والے اپنی زندگی کا سب سے بڑا ایثار کر چکے تھے۔ اور ان کے احسانات کو قبول نہ کرنا بے انصافی تھی۔ گل نے سرخاب کو ساتھ لیا اور باورچی خانہ کی طرف چل پڑی۔ گویا یہ ایاز کی تعزیت کا وہ حصہ تھا۔ جہاں ورثا کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا جاتا ہے' تھوڑی ہی دیر بعد کھانا لگ گیا۔ اور پروفیسر میرا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ کھانے کی میز پر سادہ سا لیکن بے حد لذیذ کھانا موجود تھا۔ میں نے دل نہ چاہنے کے باوجود ان کی دلجوئی کے لئے کچھ کھایا..... اور کھانے کے بعد اس کی تعریف بھی کی ..... پھر میں نے پروفیسر سے پوچھا۔ "اب یہ فرمایئے' میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"بھئی اب تم احکامات کی منزل سے گزر چکے ہو' بلکہ اب تو ہم سب تمہارے احکامات کے منتظر رہتے ہیں۔ ہماری جو بھی حیثیت ہے' اسے اسی طرح رہنے دو اور ہمارے متعلق سوچنا چھوڑو۔ سنا ہے کل تم ایک اور میٹنگ کر رہے ہو۔ اس میٹنگ کے بعد میرا خیال ہے' تمہیں اپنے عمل کا آغاز کر دینا چاہئے۔"

"ایسا ہی ہو گا۔ پروفیسر! آپ مطمئن رہیں۔" میں نے کہا۔

کافی دیر تک ہم لوگ خوش گپیاں کرتے رہے' دل میں جب بھی ایاز کی یاد ابھرتی

پورے وجود میں درد کی لہریں دوڑ جاتیں' میرا بدن کانپنے لگتا تھا اور ایک گولہ سا حلق میں آ کر پھنسنے لگتا تھا لیکن میں خود پر قابو پائے رہا اور پھر کافی رات گئے میں نے وہاں سے واپسی کی اجازت مانگی۔

"میں تمہیں چھوڑنے چلوں گی۔" گل نے بڑے اعتماد سے کہا۔

میں نے گردن ہلا دی۔ گل میرے ساتھ ہی باہر نکل آئی۔ پروفیسر شیرازی اور سرخاب نے مجھے خدا حافظ کہا تھا۔

بہروز پچھلی نشست پر بیٹھ گیا اور میں گل کے ساتھ اگلی سیٹ پر ..... میں نہیں جانتا تھا کہ گل' بہروز کی موجودگی کو کس انداز میں محسوس کرے گی۔ بہرطور وہ خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگی۔

"میرے لئے کوئی خدمت ہو تو بتاؤ منصور! میں اس قدر معطل ہو گئی ہوں کہ مجھے اپنی طبیعت بوجھل محسوس ہونے لگی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے بھی متحرک رکھو۔"

"تم ہی بتاؤ کہ تمہارے لئے کونسے راستوں کا تعین کروں۔ ہاں' گل ایک خیال اور ذہن میں آیا ہے۔" دفعتاً" میں نے چونک کر کہا۔

"وہ کیا؟" گل نے سوال کیا۔

"تم نے بتایا تھا کہ عظمت کو تم نے میری ہی فیکٹری میں ایک مناسب عہدہ دیا ہے۔"

"ہاں وہ دلاور سوپ میں پروڈکشن مینیجر ہے۔"

"اس کے والدین اور بہن وغیرہ؟"

"سب ٹھیک ہے۔ غالباً" چھوٹی بہن کی شادی کر رہا ہے وہ۔ کوئی رشتہ طے کر لیا ہے' اس نے۔"

"بہت خوب' اس کی بہن کی شادی میں بھرپور حصہ لینا گل۔ ہاں تو میں جو خاص بات تم سے کہہ رہا تھا۔ وہ تھی' راشدہ ابھی تک مجھے اس کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔"

"اوہ راشدہ۔ واقعی طویل عرصے سے نہ تو اس سے ملاقات ہوئی اور نہ ہی اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔" گل نے جواب دیا۔

"سرخاب کو بھی نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ نہیں' سرخاب کے معمولات میرے علم میں ہیں۔ عموماً" ہم دونوں ساتھ ہی رہتی ہیں۔"

"وہ لڑکی نظرانداز کئے جانے کے قابل نہیں ہے گل' میں اس سے ضرور ملوں گا۔"

"تم خود....." گل نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں گل کچھ بھی ہو جائے' میں راشدہ کو نہیں بھول سکتا' اس کے تاثرات کچھ اس طرح میرے ذہن پر منجمد ہیں کہ میں اسے فراموش نہیں کر سکتا۔ یوں سمجھو کہ وہ بھی ہمارے درمیان ایک کردار بن گئی تھی۔ لیکن حالات نے مجھے اس کی خدمت کرنے کا کوئی موقع نہیں دیا' بہر طور میں اس کی تلاش میں جاؤں گا اور اگر ممکن ہو سکے تو تم خود بھی اسے تلاش کرنا۔ لیکن ابھی اس سے ملنا نہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے' میں کل ہی اس سلسلے میں کوشش کروں گی۔" گل نے جواب دیا۔" ایک بات بتاؤ گے منصور؟"

"ہاں ہاں۔ ضرور!"

"کیا راشدہ ان حالات میں جن حالات میں وہ تمہیں ملی تھی..... تمہارے ذہن میں اور کوئی تاثر چھوڑ گئی ہے؟"

"اس تاثر سے تمہاری کیا مراد ہے' گل؟"

"بھئی ایسے سوال مت کرو۔ میں کوئی بھی لفظ گول مول انداز میں نہیں کہہ رہی ہوں۔"

"وہ لڑکی اس وقت میرے ساتھ اپنے گھر جاتی تھی' جب میں تمہارے ہاں ایک ڈرائیور کی حیثیت سے ملازم تھا۔ راستے میں اس نے میری سمت بڑھنے کی کوشش کی' ہر چند کہ ایک ڈرائیور کا کوئی معیار نہیں ہوتا' لیکن راشدہ ایک شریف سہارے کی تلاش میں تھی لیکن یہ سہارا اس کی اپنی طلب نہیں تھا۔ بلکہ اس کے ماحول کی طلب تھا۔ بڑی بے سہارا لڑکی تھی وہ گل' میں نے اسے اپنے دل میں محسوس کیا' میں نے اس کا جائزہ لیا تو اس کے دل میں صرف ایک باعزت زندگی گزارنے کی گنجائش پائی اور کسی شریف آدمی کی طلب نے اسے اس کے لئے مجبور کیا تھا کہ وہ میری جانب بڑھے' لیکن میرے حالات مجھے اس کی اجازت نہیں دیتے تھے گل! کہ میں آگے بڑھ کر اس کے لئے کچھ کرتا تاہم' وہ اقدام یہ نہ ہوتا کہ میں اس سے شادی کر لیتا' یہ جذبہ میں نے کبھی بھی اس کے لئے اپنے سینے میں نہیں پایا۔ البتہ یہ ضرور سوچا میں نے کہ کاش میں اس کے لئے بہتر زندگی کا بندوبست کر سکتا۔ تو گل آج بھی جب میں اسے یاد کرتا ہوں تو وہی تاثر میرے ذہن میں ابھر آتا ہے۔ اسی سے تم اندازہ لگا لو کہ میرے دل میں اس کے لئے کیا گنجائش پیدا ہوئی تھی۔"

"یقیناً یقیناً' بس منصور! میں نے یہ سوال کر لیا تم سے' اس کی کوئی خاص وجہ نہیں

تھی اور نہ ہی میرے ان الفاظ میں کوئی گہرائی ہے۔"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے' سوچنے کو تو میں اور بھی بہت کچھ سوچتا ہوں گل۔" میں نے کہا۔

"کیا.....؟" گل نے ایک لمحے کے لئے ونڈ اسکرین سے نگاہیں ہٹا کر مجھے دیکھا اور میرے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر کچھ محجوب سی ہو گئی۔ اتنی عمر رسیدہ نہ تھی گل کہ وہ احساسات اس کے سینے سے نکل گئے ہوتے' جو انسانی فطرت ہوتی ہے' میری اس مسکراہٹ سے اس نے نجانے کیا کیا نتائج اخذ کئے' پھر آہستہ سے بولی۔ "بتایا نہیں تم نے؟"

"بھئی میرا خیال ہے ہمارا دوست بہروز بہت خاموش بیٹھا ہوا ہے۔ بہروز تم خود بھی اس گفتگو میں شریک کیوں نہیں ہو جاتے؟"

"موقع نکال رہا ہوں۔ لیکن تم لوگ موقع ہی نہیں دیتے۔" بہروز نے پر مزاح انداز میں کہا اور ہم دونوں ہنسنے لگے۔

"بہروز تمہاری آواز اتنی شیریں ہے کہ بیان سے باہر حالانکہ تمہارا چہرہ اس بات کا غماز نہیں کہ تم بہت ہی کمسن ہو لیکن تمہاری آواز اور تمہارے خدوخال کی یہ انوکھی سی معصومیت خواہ مخواہ ہی ذہن کو بھٹکا دیتی ہے۔" گل نے کہا۔

"ارے ارے بھئی گل۔ اب بہروز کے ساتھ یہ سلوک بھی مناسب نہیں۔" میں نے ہنس کر کہا تو گل اور بہروز بھی ہنسنے لگے۔ پھر بہروز نے کہا۔ "میں آپ لوگوں کی باتیں سن رہا ہوں۔ اشاروں' کنایوں کی یہ زباں مجھے بہت پسند آ رہی ہے' ہر چند کہ میں اس پر وقار نہیں ہو سکا۔ ابھی تک۔"

"خیر کوئی بات نہیں ہے' بس سمجھ لینا ہی کافی ہے۔" میں نے پر مزاح انداز میں کہا۔

"تو پھر گل صاحبہ کے بارے میں آپ نے جو کچھ کہا تھا۔ وہ بات گول ہو گئی..... اور گل صاحبہ نے بڑی خوبصورتی سے موضوع میری طرف منتقل کر دیا۔" بہروز نے کہا۔

"دیکھا تم نے گل؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ بہروز کم سن ہونے کے باوجود کس قدر چالاک ہے۔"

"آخر تمہارا ساتھی ہے منصور!" گل نے محبت بھرے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے' تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اب تم بھی کب تک اس طرح زندگی گزارو گی۔"

"ارے ارے یہ تم پر سب کی زندگیاں سنوارنے کا بھوت کیوں سوار ہو گیا؟" گل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھئی گل! میں تمہارے ساتھ ایک ادنیٰ ملازم کی حیثیت سے رہ چکا ہوں' لیکن اس

کے بعد تم نے مجھے اتنی بلندیاں دیں کہ میں تمہیں کبھی آپ سے اور کبھی تم سے مخاطب کرنے لگتا ہوں جب آپ کہتا ہوں تو میرے ذہن میں وہ تاثر ہوتا ہے جب میں ڈرائیور تھا اور جب تم کہتا ہوں تو تمہاری وہ تمام رفاقتیں میری نگاہوں کے سامنے ہوتی ہیں۔ جن کے بعد تم سے اجنبیت محسوس کرنا گناہ لگتا ہے۔"

"یہ دوسرا تاثر ہی ٹھیک ہے' ہم دونوں بے تکلف ساتھی ہیں' تم جب بھی مجھے آپ کہتے ہو تو مجھے ناگوار گزرتا ہے اور میں محسوس کرتی ہوں کہ شاید میری ذات میں ہی کوئی خامی رہ گئی ہے۔"

"بات پلٹنے کی بالکل نہیں ہو رہی' اب یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"کچھ نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ جو کچھ میں ہوں' جس انداز میں زندگی بسر کر رہی ہوں۔ میرے لئے انتہائی اطمینان بخش ہے' میں نہایت سکون سے زندگی گزار رہی ہوں' سرخاب' پروفیسر شیرازی' تم' بہروز اور جتنے لوگ مجھے میرے اپنے اس ماحول میں مل گئے ہیں۔ انہوں نے میری زندگی کو سنوار دیا ہے' وہ تنہائیاں دور ہو گئی ہیں میرے وجود سے' جو میں اپنی عالی شان کوٹھی میں محسوس کرتی تھی اور اس کے بعد اب مجھے کسی اور کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مگر گل انسانی فطرت....."

"انسانی فطرت تو بہت کچھ چاہتی ہے منصور ..... لیکن یہ چاہتیں' حماقتیں ہوتی ہیں' ہمیں اپنے دلوں پر اختیار نہیں ہوتا اور یہ دل کم بخت تو نہ جانے کہاں کہاں بھٹکنے لگتا ہے۔ اب اس بھٹکنے والے آوارہ گرد پر کون توجہ دے۔" گل کے لہجے میں کرب پیدا ہو گیا۔ مجھے عظمت اور ایاز کی وہ باتیں یاد آ گئیں۔ جنہیں یاد کر کے میرے ذہن میں پھر ایاز کا تصور پیدا ہو گیا۔ گل نے بھی خاموشی ہی مناسب سمجھی تھی کیونکہ موضوع ہی ایسا چھڑ گیا تھا جو اس کی دکھتی رگوں کو چھوتا تھا۔ بہروز نے ہم دونوں کی خاموشی محسوس کر کے خود بھی خاموشی اختیار کر لی اور اس طرح ہم کوٹھی تک پہنچ گئے۔

گل نے اس وقت کوٹھی میں آنا مناسب نہیں سمجھا تھا' چنانچہ وہ دروازے ہی سے لوٹ گئی' رسمی الفاظ کے بعد اس نے جلدی سے کار آگے بڑھا دی تھی۔ بہروز میرے ساتھ اندر کی طرف چل پڑا۔ طاہر اور اعظم برآمدے میں ٹہل رہے تھے' ان کے قریب سے

گزرتے ہوئے میں رکا اور اعظم سے کہا۔ "کوئی خاص بات تو نہیں ہے' اعظم؟"

"نہیں جناب' حالات بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔"

"تغلق خان تو نہیں واپس آیا؟"

"نہیں جناب۔"

"کوئی ٹیلی فون۔"

"جی' کوئی نہیں۔" اعظم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور بہروز کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ جو نگاہیں نیچی کیے چل رہا تھا' لیکن بار بار اس کے پتلے حسین ہونٹ مسکراہٹ کے سے انداز میں کھنچ جاتے تھے۔ میں اس کا بازو پکڑ کر اپنے کمرے میں لے آیا۔ "ہوں' کیوں مسکرا رہے تھے؟" میں نے صوفے میں دھنستے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں' بس آپ کی اور گل کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔"

"تو ان باتوں میں مسکراہٹ کا موقع کہاں تھا؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں' کچھ نہیں' کوئی خاص بات نہیں' ویسے منصور! آپ کی شخصیت بڑی عجیب ہے۔ میں تو یہاں آ کر بڑے مخمصے میں پھنس گیا ہوں' جسے دیکھو آپ کی جانب متوجہ نظر آتا ہے حالانکہ میرا خیال تھا کہ میں ہی ہوں جو آپ کو بہت زیادہ چاہتا ہوں۔" بہروز نے کہا۔

"تم اڑنے کی کوشش کر رہے ہو' کیا سوچ رہے تھے' گل کے بارے میں؟"

"میرے خیال میں گل آپ کو چاہتی ہیں۔" بہروز نے بے تکلفی سے کہا اور میں ایک بار پھر چونک پڑا۔ "تمہیں یقین ہے؟"

"ہاں-----"

"لیکن' لیکن کیسے۔"

"اگر آپ اس یقین کو بے بنیاد سمجھتے ہیں تو پھر یہ سوال بے معنی سا ہو گا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں----- میں اس سے بہت زیادہ واقف ہوں۔"

"ہاں بھئی' میں تمہاری اس حیثیت کو تو چیلنج نہیں کر سکتا۔" میرے ان الفاظ پر بہروز کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے حیا اور مسکراہٹ ابھری لیکن دوسرے لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا----- پھر وہ کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتا رہا' گل کا موضوع نکلا' سرخاب کی باتیں ہوئیں' راشدہ کے بارے میں اس نے مجھ سے تفصیلات پوچھیں اور انہیں سن کر

مسکرانے لگا۔

"راشدہ کے بارے میں کوئی خاص بات سوچی ہے' آپ نے؟"

"ہاں بہروز' یہی دل چاہتا ہے کہ جو لوگ کسی بھی طرح اپنی کربناک زندگی لے کر میرے سامنے آ چکے ہیں' ان کے لئے اگر کچھ کر سکتا ہوں تو کر دوں۔ میرے ذہن میں ایک نیا منصوبہ آیا ہے۔ بہر طور' ابھی اس کے بارے میں کچھ سوچنا پڑے گا۔ نجانے بے چاری راشدہ کس حال میں ہے' ویسے تعجب ہے' ان لوگوں نے اسے نظر انداز کر دیا۔ خاص طور سے سرخاب نے' میں اس سے اس بارے میں پوچھوں گا۔"

بہروز خاصی دیر تک میرے پاس بیٹھا رہا۔ میں جانتا تھا کہ وہ بھی میری دلجوئی کرنے کا تصور ذہن میں رکھتا تھا۔ ورنہ اس کی آنکھیں نیند سے سرخ ہو رہی تھیں' بہرطور میں نے اسے آرام کرنے کے لئے کہا اور خود بھی اٹھ گیا۔ تاہم ایاز کی موت کا تصور اتنا ارزاں بھی نہیں تھا کہ میں اسے اس طرح نظر انداز کر سکتا۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں سو جاؤں' لیکن کپڑے بدل کر بستر پر لیٹنے کے بعد ایاز ایک بار پھر میرے سینے میں زندہ ہو گیا۔

ایاز مرنے والی چیز نہیں تھا۔ مجھے ایک ایک لمحہ یاد آنے لگا' اس کی ساری گفتگو' اس نے کسی لڑکی کا تذکرہ بھی کیا تھا جس سے وہ شادی کرنے کا خواہش مند تھا' لیکن کم بخت نے ایک محور بنا لیا تھا اپنا---- کہتا تھا کہ شادی اس وقت کرے گا جب امی اور فریدہ اس کی سرپرستی کے لئے موجود ہوں گی۔ امی اور فریدہ نہیں ملی تھیں اور ایاز اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا' میری آنکھوں سے آنسو ڈھلکنے لگے۔ میں نے ان آنسوؤں کو بہنے دیا۔ اس کی خودکشی کے بارے میں غور کرتا رہا۔ میرا وہ نظریہ اب بھی قائم تھا' چمن نے ایاز کو اس قدر زچ کر دیا ہو گا کہ اس نے خودکشی کر لی۔ اس نے اسے بتایا ہو گا کہ میں مرچکا ہوں۔ آنسو ایک بار پھر شعلوں میں تبدیل ہو گئے اور نجانے رات کے کون سے پہر تک میں ایاز کے لئے بے چین رہا---- پھر نیند نے ایک مہربان ماں کی طرح مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔

دوسری صبح میری طبیعت پر اضمحلال طاری تھا۔ مس نادرہ جو اس کوٹھی کی منتظمہ تھی میرے پاس آئی اور میری کیفیت دیکھ کر کچھ الجھ سی گئی۔ "کیا بات ہے؟" میں نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"وہ جناب آج میٹنگ کا بندوبست کرنا تھا' میرے لئے کوئی خاص ہدایت ہے؟"

"پلیز مس نادرہ! آپ اس سلسلے میں فینی سے رابطہ قائم کریں۔" میں نے کہا۔

"جی بہت بہتر' میں مداخلت کی معافی چاہتی ہوں۔" اس نے گردن جھکائی اور باہر نکل

گئی۔

تھوڑی دیر بعد بہروز آ موجود ہوا' اس کی آنکھیں بھی متورم تھیں۔ نئے لباس میں وہ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ ویسے بھی دیکھنے دکھانے کے قابل چیز تھا۔ مصری نژاد ہونے کی وجہ سے اس کے چہرے میں ایک انوکھی جاذبیت تھی اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ لڑکی ہے۔ ایک نوجوان ہونے کی حیثیت سے اس کے لئے بڑے خطرات موجود تھے۔ میں نے خود کو بحال کرنے کی کوشش کی لیکن بہروز مسکراتے ہوئے گردن ہلانے لگا۔ "نہیں جناب' آپ سوئے نہیں۔ آپ کی آنکھیں بتا رہی ہیں۔"

"آنکھیں تو تمہاری بھی یہی بتا رہی ہیں۔ تم کیوں نہیں سوئے؟"

"کیا میں اتنا ہی بے حس ہوں کہ مجھے آپ کے دکھ کا احساس نہیں ہوتا؟" بہروز نے کہا۔

"یار بہروز! عجیب و غریب کیفیت ہوتی ہے ہم انسانوں کی بھی ---------- کس قدر بے بس ہیں ہم لوگ کہ خود اپنے احساسات پر بھی قابو نہیں پا سکتے۔ ہاں! میں ایاز کے لئے بہت دیر تک روتا رہا۔ وہ جو کچھ بھی تھا۔ بہروز' اسے فراموش کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"میں پھر یہی کہوں گا منصور کہ آپ کسی ایک مسئلے میں الجھ کر نہیں رہ سکتے۔ اتنی ذمے داریاں آپ کے سپرد ہیں کہ آپ خود اپنی ذات کے لئے مخصوص نہیں ہیں۔ چنانچہ میری رائے ہے کہ اپنی انتہائی قوتوں سے کام لے کر خود پر قابو پائیں۔"

"ٹھیک ہے بہروز' میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ ہاں یہ بتاؤ کہ تمہارا خود اپنا کوئی پروگرام ہے یا نہیں؟"

"میرا اپنا پروگرام؟"

"ہاں بھئی' میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں بندھ کر نہ رہو' زندگی میں دلچسپی لو۔ اپنے لئے تفریحات تلاش کرو' مجھے اس میں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ یقین کرو جن معاملات میں گھرا ہوا ہوں اس کے بعد اتنا موقع نہیں نکال سکا کہ تمہیں اپنے وطن کی سیر کراؤں۔ گو دل میں تو بہت کچھ تھا بہروز۔ خیر حالات جب بھی اس کی اجازت دیں گے میں اسی وقت یہ سب کچھ کر سکوں گا۔"

"تو اس کی جلدی کیا ہے منصور' ویسے ایک بات کہوں۔ برا تو نہیں مانو گے؟"

"نہیں نہیں کہو۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے تم بادیان کے بہروز کو بھول گئے اور تم نے اس کی صلاحیتوں کو

فراموش کر دیا۔ بھئی میں وہی بہروز ہوں اور اگر یہاں بھی تم میرے سپرد کچھ کام کرو گے تو میں ان میں پیچھے نہ رہوں گا۔ آزما کر تو دیکھو۔ اگر میں تمہارے لئے کار آمد ہوں تو ٹھیک ہے' ورنہ مجھے' عضو معطل سمجھ لینا۔"

"تم نے بالکل ٹھیک کا لیکن اس سے پہلے ایک شرط ضروری ہے۔"

"وہ کیا؟" بہروز نے سوال کیا۔

"تم------ تم میرے وطن سے واقف ہو جاؤ۔ میرے شہر کو اچھی طرح جان لو۔ ابھی تو نہیں لیکن جب بھی موقع ملا۔ میں تمہیں اپنے پرانے گھر لے چلوں گا۔ اس شہر کی گلیاں اور سڑکیں دکھاؤں گا۔ ان تمام چیزوں سے روشناس کراؤں گا جو مجھے بہت پیاری ہیں۔ اس دوران تم یوں کرو کہ کسی ایک شخص کو اپنا ساتھی بنا لو اور خود اس شہر کی آوارہ گردی کرو۔ اس کے چپے چپے سے واقف ہو جاؤ۔ اس سے کم از کم ایک فائدہ ضرور ہو گا کہ جب تم عملی طور پر کچھ کرنے کے لئے آمادہ ہو گے تو یہ شہر تمہارے لئے اجنبی نہیں ہو گا۔"

"بالکل مناسب بات ہے لیکن اس کے لئے میں کس کا سہارا لوں۔"

"یہی سوچ رہا ہوں کہ کون بہتر رہے گا۔" میں نے کہا۔

"سرخاب۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"لیکن------ لیکن شاید وہ اس کے لئے تیار نہ ہو کہ تم------ کہ تم------"

"ہاں لیکن آپ ایک بات بھول گئے منصور صاحب۔" بہروز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے فیصلہ کیا تھا کہ ان لوگوں کو میں اپنے بارے میں خود بتا دوں گا اور ہم اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کریں گے۔"

"ارے ہاں۔ ویری گڈ بہرزو' تم میرے بہترین مددگار ہو۔ کم از کم میرے لئے مسائل تو پیدا نہیں کرتے۔ ٹھیک ہے تو یہاں سے کسی ڈرائیور کو ساتھ لو اور وہاں چلے جاؤ اور پھر جو مناسب سمجھو کرو------ مگر اس سلسلے میں جو شرائط طے ہوئی تھیں' ان پر بھی عمل کرنا ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ کوئی کہنے کی بات ہے' کیا مجھے آپ کی عزت کا احساس نہیں؟"

"ہے بھئی ہے۔ میں بعض اوقات بعض جملے بلا وجہ ہی بول دیتا ہوں۔" میں نے کہا۔

ہم ناشتے کے کمرے میں پہنچ گئے۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد بہروز نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو میں چلتا ہوں۔ لباس تبدیل کروں گا اور پھر وہاں چلا جاؤں گا۔ آپ اپنی مصروفیات میں مگن رہیں

اور میرے سلسلے میں کچھ تردد نہ کریں۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ درحقیقت میں اب خود کو اس سلسلے کے لئے آمادہ کر رہا تھا کہ وہ کام جو میرے سپرد کئے گئے ہیں۔ انہیں بہ حسن و خوبی انجام دوں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ایک ملازم کے ذریعے فینی کو طلب کیا اور وہ میرے پاس پہنچ گئی۔ میں اب بالکل پر سکون ہو چکا تھا۔ "آؤ فینی کیا ہو رہا ہے' باہر؟"

"جناب عالی میٹنگ کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ تغلق خان آ چکے ہیں۔ اور باقی افراد ساڑھے دس یا پونے گیارہ بجے تک پہنچ جائیں گے۔ آپ تیار ہو جائیں تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ان لوگوں کے ساتھ مجھے جس طرح پیش آنا تھا' میں خود کو اس کے لئے تیار کرنے لگا۔ ایک عمدہ لباس میں' میں نے آئینے کے سامنے اپنا جائزہ لیا اور پھر ٹھیک گیارہ بجے کانفرنس ہال میں پہنچ گیا۔ جہاں کے بارے میں مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ وہ تمام افراد آ چکے ہیں۔

آنے والے جس شکل و صورت کے مالک ہونے چاہئیں تھے' ویسے ہی تھے۔ بھانت بھانت کے چہرے جن میں کوئی نہ کوئی خاص بات موجود تھی۔ تغلق خاں وہاں پہلے ہی موجود تھا اور شاید میرے بارے میں ان لوگوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہ سب اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے' ان کے چہروں پر احترام کے تاثرات تھے۔ تغلق خان نے ان لوگوں سے تعارف کرایا۔ "ہمارے آقا' ہمارے مالک' پرنس دلاور۔" اس نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

میں اپنی اس کرسی پر جا بیٹھا جو میرے لئے مخصوص تھی۔ میں ان لوگوں کے چہروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ سارے کے سارے مجھ سے مرعوب نظر آ رہے تھے۔ تغلق خان نے باری باری ان سب کو مجھ سے متعارف کرایا اور پھر میٹنگ کا آغاز کرایا------ میٹنگ کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "پرنس دلاور ہمارے درمیان آ چکے ہیں اور اب ہمیں ان کارروائیوں کا آغاز کر دینا ہے' جن کے لئے ہم ایک عرصے سے تیاریاں کر رہے تھے۔ صرف پرنس دلاور کی آمد کا انتظار تھا۔ دوستو ہر چند کہ پرنس دلاور جس حیثیت کے مالک ہیں' اس میں اس کی گنجائش نہیں ہے کہ پرنس کو دولت کی کوئی طلب ہو لیکن کام وہی ہوتا ہے جو سربلند رہ کر کیا جائے۔ یہاں اس ملک میں جتنے بھی افراد یہ کاروبار کر رہے ہیں۔ ان کی تعداد تمہیں معلوم ہے' اس شہر میں اور دوسرے شہروں میں ایسے بے شمار لوگ ہیں جو کالے دھندے کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں' میں خاص طور سے سیٹھ جبار کا نام لوں گا جو اس ملک کا سب سے بڑا اسمگلر ہے لیکن پرنس دلاور کا یہ ریکارڈ رہا ہے کہ وہ جہاں بھی

رہے سربلند اور کامران رہے اور ان کے سامنے کوئی دوسرا سر اٹھانے کی جرات نہ کر سکا۔ پرنس دلاور شاہ دل انسان ہیں۔ اپنے ساتھیوں کو وہ ہمیشہ فوقیت دیتے ہیں۔ یہاں ان کے بازوؤں کی پہنچ محدود نہیں ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ یہ سیٹھ جبار سے زیادہ طاقتور ہیں اور اپنے مسائل حل کرنا بخوبی جانتے ہیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب بھی پرنس دلاور کے لئے کام کا آغاز کریں تو اپنے ذہنوں سے یہ خوف نکال دیں کہ آپ پر کوئی آنچ آ سکتی ہے البتہ جب اتنے دشمن سامنے ہوتے ہیں تو اس وقت پھرتی، چالاکی اور مستعدی ہی زندگی کی علامت ہوتی ہے۔ یہ کام آپ کا اپنا ذاتی ہے۔ ان الفاظ کے بعد میں چاہوں گا کہ ہر شخص پرنس دلاور کو ان تمام چیزوں سے روشناس کرائے جو ان کے لئے ضروری ہیں۔ میں فرینکائنس سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی کارروائی کے بارے میں بتائے۔" تغلق خان یہ کہہ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

فرینکائنس ایک دیسی عیسائی تھا۔ چہرے سے بل ڈاگ معلوم ہوتا تھا۔ بھاری جبڑوں کی بناوٹ اس کی سخت دلی کی علامت تھی۔ قدرے پستہ قامت تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر کہا۔ "سیٹھ اپن سالا کتے کا مافق ہے' ایک دم کتے کا مافق' مالک سے وفا کرتا ہے تو پھر اس پر جان بھی دیتا ہے۔ اپن کے ساتھ چوبیس آدمی ہے سیٹھ۔ سارے کے سارے کو نیک لوگ ہیں۔ جدھر کو بھڑا دو گے' اُدھر کو پیٹھ نہیں دکھائیں گا۔ سب کا سب فسٹ کلاس نشانہ باز اور تیراک ہیں۔ اپن سمندر میں ہر کام کر سکتا ہے۔ لانچ پر مال لے جا سکتا ہے۔ لا سکتا ہے۔ کئی بار اپن بحری پولیس کو انگلیوں پر نچایا اور مال نکال کر لایا۔ اپن کسی سے نئیں ڈرتا ہے سیٹھ۔ اپنا کام کرتا پڑا۔۔۔۔۔ پر اب تغلق خان ہم کو بولا کہ پرنس دلاور کے لئے کام کرو تو اپن تیار ہو گیا کیونکہ اپن تغلق خان کا شاگرد ہے۔ اپن آپ کو ایک بات کا یقین دلاتا ہے سیٹھ کہ سمندر میں اپن کبھی مار نہیں کھائے گا۔ کیا مجال ہے کسی سیٹھ جبار کا یا کسی اور سیٹھ کا جو اپن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مال نکال لائے۔ سیٹھ جبار کو اپن اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ کئی بار کوشش کیا کہ اپن کو اپنی ٹولی میں شامل کرے لیکن اپن نہیں مانا تو سیٹھ' اپن' آپ کا وفادار بن چکا ہے۔ اپن کو ان تمام سمندر کے راستوں کے بارے میں معلومات حاصل ہیں۔ جدھر سے اسمگلنگ کا مال آتا ہے۔ جیسا آپ بولیں گے' ویسا ہی کرے گا اور اس میں کوئی غلط کام نئیں کریں گا۔" اس شخص نے کہا اور بیٹھ گیا۔

"ٹھیک ہے مسٹر فرینکائنس' پرنس دلاور سے تم جو کچھ چاہو گے پرنس دلاور تمہیں دے گا۔ اس سلسلے میں تمہیں کبھی مجھ سے شکایت نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے سیٹھ' اپن آپ کی غلامی کا فارم بھرتا پڑا۔" فرینکائنس نے کہا۔۔۔۔۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے بتایا کہ وہ سمندر میں فولادی ٹیگ چلانے کا ماہر ہے اور ضرورت پڑنے پر جہازوں کو بھی غرق کر سکتا ہے۔ اس کے بعد چند دوسرے لوگوں نے بھی اپنا اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ وہ سب عملی لوگ ہیں اور پرنس دلاور کے لئے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہیں۔۔۔۔۔ پھر میں نے ان سب سے کہا۔

"میں تمام لوگوں کا شکر گزار ہوں کہ آپ لوگ میرے لئے کام کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ میری ذات سے آپ لوگوں کو کبھی کوئی تکلیف نہیں ہو گی اور میں ہر طرح سے تمہارے معاملات کا خیال رکھوں گا۔ میرا مقصد قانون سے ٹکرانا نہیں ہے۔ ہر چند کہ ہم لوگ اسمگلنگ کی مارکیٹ کو کنٹرول کریں گے اور اسمگل کیا ہوا مال خریدیں گے اور باہر سے لائیں گے لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہو گا کہ ہم دولت کمائیں بلکہ ہم یہاں اسمگلنگ کی مارکیٹ ڈاؤن کریں گے اور سیٹھ جبار کو ایسے جھٹکے دیں گے کہ وہ چیں بول جائے۔ اس سلسلے میں ہمیں باہر سے بھی دولت حاصل کرنا ہو گی۔ یعنی ہم لوگ باہر کا لایا ہوا مال اتنا سستا بیچیں گے کہ لوگ تصور بھی نہ کر سکیں لیکن بیرونی ملکوں سے ہمیں دولت حاصل کرنا ہو گی تاکہ ہمارا یہ کاروبار چل سکے۔ اس سلسلے میں' میں آپ لوگوں کی تمام تجاویز کا خیر مقدم کروں گا۔ جو بات بھی آپ میں سے کسی کے ذہن میں ہو' مجھے بتا دے۔"

"ٹھیک ہے سیٹھ' ایسا ہی ہو گا۔ ہم بہت سی ایسی چیزیں یہاں سے باہر اسمگل کریں گے جن کی بیرون ملک میں بہت زیادہ قیمت ملے گی اور باہر سے وہ چیزیں لائیں گے جو ہمارے ملک میں بہت مہنگی ہوں گی اور ہم انہیں بے حد سستا بیچیں گے۔ اس طرح ہمارے ملک کو تھوڑا سا نقصان تو ہو گا لیکن وہ اسمگلر موت کی نیند سو جائیں گے جو یہاں اپنی اجارہ داری قائم کئے ہوئے ہیں۔"

تقریباً تین گھنٹے تک یہ میٹنگ جاری رہی۔ ان لوگوں نے میرے رویے کو بھی بہت پسند کیا تھا اور اس پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ پرنس دلاور درحقیقت ایک اچھا انسان ہے اور اس اچھے انسان کے لئے وہ سب کچھ کرنے پر تیار ہیں۔ پھر تغلق خان نے ہم سے اجازت چاہی اور یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔

تغلق خان انہیں باہر تک چھوڑنے گیا تھا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو وہ واپس میرے پاس پہنچ گیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "منصور صاحب! آپ کی پر اثر شخصیت ان تمام لوگوں پر اثر انداز ہوئی ہے۔ سب آپ کی بڑی تعریفیں کر رہے تھے۔ بہر طور اب آپ جب بھی حکم دیں گے' کام کا آغاز ہو جائے گا۔"

"سب سے پہلے یہاں کی بلیک مارکیٹ کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں پھر تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ سیٹھ جبار کا مال یہاں کس کس انداز میں آتا ہے اور کہاں کہاں فروخت ہوتا ہے۔ اس مارکیٹ میں اپنا جال بھی پھیلا دو اور سیٹھ جبار کو جگہ جگہ شکست دو۔" میں نے کہا۔

"ایسا ہی ہو گا لیکن اس کے لئے بہتر ہو گا کہ آپ اپنے دوسرے شعبے سے کام لیں یا پھر اعظم اور طاہر اس سلسلے میں بہتر رہیں گے۔ مجھے ان لوگوں کو کنٹرول کرنے دیں۔ میں کچھ اور سوچ رہا تھا اور اس کے لئے ایک پلان بنا کر آیا تھا۔ آپ سن لیں۔ دراصل آج کل چند چیزوں کی ابھی خاصی قیمتیں چڑھی ہوئی ہیں اور سیٹھ جبار کے دو گودام ایک ایسے علاقے میں واقع ہیں جو کسی قدر ویران ہی ہے۔ ان گوداموں میں مال بھرا ہوا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہ گودام خالی کر دیں اور چند دن کی خاموشی کے بعد یہ مال مارکیٹ میں پھینک دیں۔ اس طرح سیٹھ جبار سے چھیڑ چھاڑ کا آغاز ہو جائے گا۔ سمندر میں ہم اس کی لانچیں پکڑیں گے اور ہر وہ ذریعہ استعمال کریں گے جو اس کی تباہی کا باعث بن سکے۔"

"انتہائی مناسب ہے لیکن ان گوداموں کو خالی کرنے کا کیا طریقہ اختیار کرو گے؟"

"کوئی بھی راستہ متعین کر لیا جائے گا۔ تغلق خان ایسے کاموں کا ماہر ہے۔"

"ٹھیک ہے تغلق خان لیکن ہاتھ پاؤں بچا کر-----"

"آپ بالکل مطمئن رہیں۔" تغلق خان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر مجھ سے اجازت طلب کر کے وہ بھی چلا گیا۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ بہروز' سرخاب کے پاس چلا گیا تھا۔ اس لئے میں کافی دیر تک تنہا بیٹھا حالات کے بارے میں غور کرتا رہا۔ پھر فینی میرے پاس پہنچ گئی۔ "دوپہر کا کھانا نہیں کھائیں گے' پرنس؟"

"اوہ فینی' تھوڑا بہت تو کھاؤں گا۔ ویسے طبیعت پر کچھ بوجھ ہے۔ اس لئے میرے لئے کسی ہلکی غذا کا بندوبست کرنا۔"

"بہت بہتر۔ کیا بہروز صاحب دوپہر کے کھانے پر موجود نہیں ہوں گے؟" اس نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے اس کا انتظار کرنا بے کار ہے۔"

"بہت بہتر۔" فینی باہر جانے لگی تو میں نے اسے آواز دی۔ "فینی یہاں آؤ۔"

وہ چونک کر رکی اور پھر آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی۔ "میں نے

اس دوران مسلسل یہ بات محسوس کی ہے کہ تم نے اچانک اپنی فطرت کو تبدیل کر لیا ہے' حالانکہ ابتدا میں جب تم مجھ سے ملی تھیں تو تمہارے انداز سے ایک شوخ لڑکی کا اظہار ہوا تھا جبکہ بعد میں' اس انداز میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ میں کوئی بھی بات دل میں رکھنے کا عادی نہیں ہوں' پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میرے رویے سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے؟"

"اوہ' نہیں جناب۔ آپ نے یہ بات کیوں سوچی؟"

"پھر تمہارے اس انداز میں تبدیلی کی کیا بنیاد ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کوئی خاص بات نہیں مسٹر منصور' دراصل میں نے اپنی شخصیت کو کنٹرول کیا ہے۔ میری فطرت میں بے باکی ہے----- یہ بے باکی کبھی بھی میری معاون نہیں رہی بلکہ اس نے مجھے رسوا ہی کیا ہے۔ آپ کی شخصیت اس قدر پرکشش اور دلچسپ ہے' دل چاہتا ہے کہ آپ سے بہت زیادہ بے تکلفی سے ملا جائے لیکن جناب عالی' اپنا خیال بھی رکھنا ہوتا ہے' ہم جس حیثیت کے مالک ہیں' اگر اس سے آگے بڑھے تو نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔"

"ممکن ہے تم نے میری ذات میں کوئی خامی محسوس کی ہو لیکن میں بے تکلفی کو ناپسند نہیں کرتا۔ بس اپنی اپنی فطرت ہے۔ جہاں میرے لئے احترام کی ضرورت سمجھو' احترام کرو اور جہاں نہ سمجھو وہاں خود کو ریزرو رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی تمہیں میری طرف سے اجازت ہے۔ باقی تمہارا اپنا ذاتی مسئلہ ہے۔ تم یہاں جس انداز میں چاہو' وقت گزارو' مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

"شکریہ جناب' آپ نے یہ الفاظ کہے۔ آپ نے میری ذات کے بارے میں سوچا' مجھے اس پر فخر ہے۔ بہرطور میں خیال رکھوں گی اور آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔" فینی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

وہ چلی گئی تو میں ان لوگوں کے بارے میں سوچنے لگا جن کے ساتھ ابھی خاصا وقت گزار کر آیا تھا۔ خاصے ہولناک لوگ تھے یہ----- میں انہیں کبھی پسند نہ کرتا اور وہ سب کچھ بھی نہ کرتا جو کر رہا تھا لیکن مجھے اسی کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کرنے لیٹ گیا۔ فی الوقت اور کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چار بجے تک لیٹا رہا۔ ذہن میں مختلف خیالات آتے رہے۔ ایاز کے بارے میں بھی سوچا اور یہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہا کہ چمن سے ایاز کا انتقام کس طرح لیا جائے۔

دوپہر کا کھانا بہت ہلکا کھایا تھا اس لئے طبیعت پر گرانی طاری نہیں ہوئی تھی۔ چار بجے میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور اپنے طور پر کچھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ نہا دھو کر تیار ہوا۔ ایک

ایسا لباس نکالا جو پرانی قسم کا تھا۔ چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا جس سے معمولی سی تبدیلیاں پیدا ہو گئیں----- اور پھر میں وہاں سے نکل آیا۔ میں نے راشدہ سے ملنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چنانچہ اب اسی کی تلاش میں نکلنا چاہتا تھا۔ میں نے کوٹھی سے نکلتے ہوئے فینی کو اس بات کی اطلاع دے دی تھی کہ میں جا رہا ہوں اور رات کو کسی بھی وقت واپس آ جاؤں گا۔ کوٹھی سے نکل کر میں پیدل ہی چلتا رہا۔ قرب و جوار کا ماحول سنسان تھا۔ یوں بھی یہ کوٹھی جس علاقے میں واقع تھی' وہاں زیادہ رونق نہیں تھی۔ ٹیکسی حاصل کرنے کے لئے مجھے تقریباً" دو میل پیدل چلنا پڑا۔ پھر میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو اس علاقے کا پتہ بتا دیا تھا جہاں سے میں راشدہ کے گھر جا سکتا تھا۔

ٹیکسی میں بیٹھا ہوا میں خاموشی سے اپنے شہر کی سڑکوں کو دیکھتا رہا۔ مجھے اس شہر کے ذرے ذرے سے محبت تھی لیکن وقت نے مجھے مجرم بنا دیا تھا۔ اور آج ایک مجرم ان سڑکوں سے گزر رہا تھا----- پھر انہی خیالات میں گم منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ ڈرائیور نے جب ٹیکسی سڑک کے کنارے روکی تو میں بری طرح چونک پڑا ----- پھر میں نے ماحول کو دیکھا اور ٹیکسی ڈرائیور کو کرائے کی رقم ادا کر کے نیچے اتر آیا ----- کچھ دور پیدل چلتا رہا اور پھر بوسیدہ مکانوں کے درمیان سے گزرتا ہوا راشدہ کے مکان کے سامنے پہنچ گیا۔

اس مکان کی حالت ویسی کی ویسی تھی۔ ساڑھے پانچ بج چکے تھے اور اب امکان اس بات کا تھا کہ اگر راشدہ کہیں ملازمت بھی کر رہی ہے تو گھر واپس آ چکی ہو گی۔ دروازے پر دستک دی اور دھڑکتے دل کے ساتھ انتظار کرنے لگا۔ چند ہی لمحے بعد راشدہ کے چھوٹے بھائی نے دروازہ کھول دیا۔ وہ مجھے پہچان نہ سکا۔ اس لئے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ "ہیلو کیا راشدہ گھر پر ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں' آپ کون صاحب ہیں؟"

"راشدہ سے کہو منصور آیا ہے۔" میں نے جواب دیا اور لڑکا اندر چلا گیا۔ چند ہی لمحے بعد راشدہ کھلے سر اور ننگے پاؤں دروازے پر نظر آئی اور مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے جذباتی تاثرات رقصاں تھے۔ چند ساعتیں وہ دانت بھینچے مجھے دیکھتی رہی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے وجود میں ہلچل مچ گئی ہو لیکن پھر اس نے خود پر قابو پا لیا۔ اس کی آنکھوں میں نمی آئی اور وہ آنکھیں جھکا کر پیچھے ہٹ گئی۔ "آیئے آیئے -----" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ راشدہ نے دروازہ بند کر دیا۔ معمولی سے لباس میں تھی۔ چہرے پر خاصی نقاہت نظر آ رہی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں وہ شوخ مسکراہٹیں نہ جانے کہاں جا سوئی تھیں۔ میں صحن میں پہنچ

گیا اور پھر میں نے زور سے آواز لگائی۔ "امی----- امی' کہاں ہیں آپ؟"

راشدہ میرے پیچھے خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس کی طرف پلٹا۔ راشدہ کا بھائی بھی ایک سمت کھڑا تھا۔ دفعتاً" مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا اور میں تڑپ کر راشدہ کی طرف مڑا۔

"راشدہ! امی کہاں ہیں۔ تم جواب کیوں نہیں دیتیں؟"

----- اور جواب میں راشدہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

"اوہ' اوہ راشدہ! کیا----- کیا خدانخواستہ امی کو----- امی کو----- تم بتاؤ۔ تم بتاؤ منے امی کہاں ہیں؟" میں نے راشدہ کے بھائی سے پوچھا۔

"امی کا انتقال ہو چکا ہے۔" راشدہ کے بھائی نے آہستہ سے جواب دیا۔

مجھے دلی صدمہ ہوا تھا۔ راشدہ کی امی میری امی کی مانند تھیں' پر محبت اور پر خلوص۔ مجھے بے حد چاہتی تھیں اور مجھے بھی ان کی پر شفقت آغوش میں بے حد سکون ملتا تھا۔ میں آہستہ آہستہ راشدہ کی طرف بڑھا۔ پھر میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے آگے کی جانب دھکیلتا ہوا بولا۔ "مجھے بے حس افسوس ہوا' راشدہ یہ کب ہوا اور کیسے.....؟"

"تین ماہ ہو چکے ہیں----- ہارٹ اٹیک ہوا تھا' انتقال ہو گیا۔" راشدہ نے جواب دیا۔

"راشدہ' سرخاب اور گل وغیرہ سے تم نے ملنا جلنا کیوں چھوڑ دیا؟"

"بس میں ان لوگوں کی برابری نہیں کر سکتی تھی' کوئی جوڑ نہیں تھا ہمارا۔ مسز جہانگیر میری مالک رہ چکی ہیں۔ میں نے ان کے ہاں سے نوکری صرف اسی وجہ سے چھوڑ دی کہ وہ نوکری' نوکری نہیں رہی تھی بلکہ احسان بن گئی تھی اور سرخاب تو اتنی پیاری لڑکی ہے کہ بیان نہیں کر سکتی۔ اس نے ضد کی تھی کہ میں امی کے ساتھ اس کے پاس جاؤں۔ امی نے یہ بات قبول نہیں کی۔ کہنے لگیں کہ ہمیشہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھنی چاہیے جو اپنے برابر کے ہوں۔"

"یہ تمہاری سوچ تھی راشدہ' ورنہ میں نے تو کچھ اور ہی سوچا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

میں دالان میں پڑی ہوئی ایک چارپائی پر بیٹھ گیا۔ راشدہ بھی بیٹھ گئی۔ اس کا بھائی وہیں کھڑا رہا۔ میں نے اشارے سے اسے اپنے نزدیک بلایا اور راشدہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "یہ تمہارا بھائی ہے نا راشدہ؟"

"ہاں۔ میں نے اس کے بارے میں آپ کو غالباً" بتایا تو تھا۔"

"میں' میں نہیں جانتا تھا کہ تمہارا کوئی بھائی بھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تعجب ہے۔ ویسے ان دنوں میں یہ سکول میں پڑھتا تھا اور میں نے اسے بورڈنگ ہی میں چھوڑ رکھا تھا کیونکہ اس علاقے کا ماحول اچھا نہیں ہے۔"

"ان دنوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں ان دنوں کی بات کر رہی ہوں جب میں جہانگیر لمیٹڈ میں کام کرتی تھی۔"

"اور اب یہ نہیں پڑھتا؟" میں نے سوال کیا اور راشدہ خاموش ہو گئی' اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر تلخ انداز میں بولی۔

"نہیں' اب یہ نہیں پڑھتا' کیونکہ ہمارے حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔"

"راشدہ تمہارے ساتھ میری دوستی تو دشمنی ثابت ہوئی۔ دراصل میں خود اپنے حالات میں اتنا گھرا ہوا تھا کہ تمہاری جانب توجہ نہیں دے سکا۔ ان دنوں تو سرخاب سے بھی ملنا نہیں ہو رہا تھا۔ میں اس سے الگ ہو گیا تھا۔ چنانچہ تمہاری خبر بھی نہ مل سکی۔ بہرطور' میں اپنی اس کوتاہی پر شرمندہ ہوں۔"

"نہیں منصور صاحب! اس دور کا ہر انسان اپنے بے پناہ مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ کون کسی کے لئے اتنا بھی کرتا ہے۔ یہ تو آپ کی محبت اور عنایت ہے کہ ہم آپ کو یاد آ گئے۔ امی نے بارہا آپ کو یاد کیا۔ میں نے امی کو آپ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا اور وہ بھی بڑی متحیر تھیں لیکن بجھ سی گئی تھیں۔ کہتی تھیں کہ ممکن ہے منصور ایک خدا ترس انسان ہوں لیکن حالات اور ماحول اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ کوئی بھی دولت مند شخص کسی غریب آدمی کو سر چڑھائے۔ غریب آدمی عموماً مصیبت بن جاتے ہیں۔"

"راشدہ' تمہیں اس بات کا تو علم تھا کہ سرخاب میری منہ بولی بہن تھی اور ان لوگوں نے بھی مجھے غریب سمجھ کر ہی یہ حیثیت دی تھی۔ میں نے وہ ملازمت تفریحاً نہیں کی تھی۔ وہ میری ضرورت تھی راشدہ' میں رہتا سرخاب کے ہاں تھا کیونکہ اس دنیا میں میرا کوئی نہیں تھا' بہرطور یہ کہانی تو جگہ جگہ بکھری پڑی ہیں۔ تم بتاؤ آج کل کیا کر رہی ہو؟"

"پہلے یہ بتایئے کہ چائے پئیں گے آپ؟"

"اگر تم پلاؤ گی تو کیسے انکار کر سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو مجھے اجازت دیجئے میں چائے بنا لاؤں۔"

"ٹھیک ہے جب تک تم چائے بناؤ۔ ہم ان حضرت سے گفتگو کریں گے۔ کیا نام ہے بھئی تمہارا' ادھر آؤ ہمارے پاس بیٹھو۔" میں نے بچے سے کہا۔

"نوید۔" اس نے جواب دیا۔

"بڑا خوبصورت نام ہے۔ بیٹے کون سی کلاس میں پڑھتے تھے تم اس وقت۔"

"جی' پانچویں کلاس میں۔" بچے نے جواب دیا۔

"اسی وقت سے پڑھنا چھوڑا ہوا ہے؟"

"جی ہاں-----"

"اور اب کیا کرتے ہیں؟"

"پاپڑ بیچتا ہوں' تلے ہوئے پاپڑ۔ یہاں پچھلی گلی کے کونے پر ایک سینما ہے۔ وہاں ساڑھے تین بجے کھڑا ہوتا ہوں پھر شام کو ساڑھے چھ بجے' رات والے شو میں باجی نہیں جانے دیتیں۔"

"اوہ' کتنے پیسے مل جاتے ہیں بیٹے پاپڑ بیچنے سے؟"

"جی' دو تین روپے روزانہ بچ جاتے ہیں۔"

"اور باجی کیا کرتی ہیں' تمہاری؟"

"جی وہ نوکری کرتی ہیں لیکن کہاں' مجھے معلوم نہیں۔ ہر روز نو بجے جاتی ہیں اور شام کو ساڑھے چار بجے واپس آ جاتی ہیں۔"

"اوہ' اس دوران تم گھر ہی میں رہتے ہو گے؟"

"جی ہاں' خالہ جان پاپڑ بناتی ہیں' میں ان سے پاپڑ خرید لیتا ہوں اور پھر یہ بیچ آتا ہوں۔"

"یہ خالہ جان کون ہیں؟"

"برابر والے گھر میں رہتی ہیں' ان کے دو بچے بھی پاپڑ بیچتے ہیں اور ان بچوں کے ابو بھی۔" نوید نے جواب دیا۔

میں کسی قدر متحیر رہ گیا۔ راشدہ کے سامنے اب صرف اس کا بھائی تھا۔ وہ بیمار ماں مر چکی تھی جس کی دواؤں کے لئے وہ محنت کرتی تھی۔ اس وقت تو یہ بچہ بھی بورڈنگ میں پڑھتا تھا۔ پھر اب راشدہ کے حالات اس قدر خراب کیوں ہو گئے؟ میں سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چائے بنا لائی۔ میں نے چائے کی پیالی اس کے ہاتھ سے لے کر چسکیاں لینی شروع کر دیں تو راشدہ بولی۔ "یہ آپ کے قابل تو نہیں ہو گی منصور صاحب لیکن-----"

"نہ جانے تم کیوں ایسی باتیں کر رہی ہو راشدہ۔ میرا گھر بھی تمہارے گھر سے مختلف نہیں تھا۔ چھوٹا سا غریب سا گھرانہ جہاں یہی سب کچھ ہوتا تھا مجھے تو یوں سمجھو کہ حالات نے اٹھا کر کہیں اور پھینک دیا ہے ورنہ یہ گھرانے جس قدر خوشحال ہوتے ہیں' امیروں کے محل ان خوشیوں سے عاری ہوتے ہیں۔"

"شاید ----- آپ کیا کر رہے ہیں' آج کل؟"

"بس راشدہ یہ نہ پوچھو۔ تقدیر کی ڈور میں الجھا ہوا ہوں اور فضاؤں میں چکراتا پھر رہا ہوں۔ میں کٹ چکا ہوں' راشدہ' اور کسی بھی لمحے گر جاؤں گا۔"

راشدہ کی آنکھوں میں اضطراب کے آثار نمایاں ہو گئے۔ "کیا بات ہے' بہت پریشان ہیں؟"

"نہیں' پریشان نہیں ہوں بلکہ بہت خوش و خرم ہوں۔ تم دیکھو گی تو حیران رہ جاؤ گی لیکن دل کے معاملات کچھ اور ہوتے ہیں۔ دل کی لگن ہی مجھے تمہارے پاس لائی ہے۔ میں تمہیں بھول نہیں سکا تھا۔"

"اس کے لئے میں شکرگزار ہوں۔ ویسے میں نے سرخاب سے یہ بات کہی تھی کہ میں غلط فہمی میں گرفتار ہو کر ان راستوں پر نکل گئی تھی---- پھر میں وہیں سے واپس ہو گئی اور اس کے بعد میں نے کبھی ان راستوں کے بارے میں نہیں سوچا۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"یہی' کہ اگر آپ اب مجھ سے کوئی سہارا چاہتے ہیں تو افسوس میں وہ سہارا آپ کو نہیں دے سکوں گی۔"

"اگر میں یہ سب کچھ چاہتا تو اس وقت اتنی شرمندگی نہ اٹھانا پڑتی۔ میں تم سے اس کا اظہار کر دیتا کہ میں تمہارے ساتھ زندگی کے کٹھن راستوں پر چلنے کے لئے تیار ہوں لیکن میں جانتا تھا کہ مجھے تنہا ہی ان راستوں پر سفر کرنا ہو گا۔ البتہ اب میرا دل چاہتا ہے کہ میں' تمہیں تنہا نہ رہنے دوں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"رہنے دیجئے۔ کہاں کہاں اجڑے لوگوں میں بھٹکتے پھریں گے۔ یہاں تو ہر تیسرا گھر میری ہی طرح بے بسی کا شکار ہے۔ آپ ان ساری باتوں کو ذہن سے نکال دیں۔ آپ آئے بڑی خوشی کی بات ہے۔ اگر آتے رہیں گے تو مجھے اور خوشی ہو گی۔"

"اچھا' اچھا۔ میں ان تمام باتوں میں نہیں پڑنا چاہتا۔ تم تیار ہو جاؤ اور میرے ساتھ چلو۔"

"کہاں-----؟" وہ حیرت سے بولی۔

"بس جہاں بھی لے چلوں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"لیکن یہ مناسب نہ ہو گا۔ میں نے بمشکل تمام اپنے آپ کو سیٹ کیا ہے۔ اب میں

بھٹکنا نہیں چاہتی۔"

"میں تمہیں بھٹکانے نہیں آیا بلکہ تم سے انتہائی مخلصانہ انداز میں کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ تم سوچ رہی ہو۔ وہ غلط ہے۔ میں تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بناؤں گا اور نہ ہی ایسا کر سکتا ہوں لیکن میں تمہاری زندگی میں ایک ساتھی دیکھنے کا خواہشمند ہوں اور تمہیں میری یہ بات ماننا ہو گی۔ نہ جانے کیوں دل یہ کہتا ہے راشدہ کہ تم میری اس خواہش کو قبول کر لو گی۔"

"دل تو ہمیشہ دھوکا دیتا ہے منصور صاحب' آپ کو غلط فہمی ہے میں آپ کی یہ بات نہیں مان سکتی میں خود بھی اپنی زندگی کے لئے ایک مضبوط سہارا چاہتی ہوں لیکن اس کے لئے مجھے وقت درکار ہے۔ جب یہ وقت آئے گا تو شاید میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں اور آپ سے کہوں کہ مجھے سہارا دیجئے اور میری زندگی کو کسی ایسے شخص سے منسلک کر دیجئے جو میرا بوجھ اٹھا سکے۔" راشدہ نے انتہائی مضبوط لہجے میں کہا۔

میں تھوڑی دیر سکوت کے عالم میں' راشدہ کے الفاظ کا وزن محسوس کرتا رہا' پھر میرے اندر عجیب سی کیفیت ابھر آئی۔ میں نے کسی قدر خشک اور سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اس دوران میں جن حالات کا شکار رہا ہوں' ان کے بارے میں تمہیں تفصیل بتانا بیکار ہے تاہم میں ہر لمحے موت اور زندگی کی کشمکش کا شکار رہا۔ وطن سے ہزاروں میل دور میں ایک ایسی جگہ پر پھنسا ہوا تھا۔ جہاں سے زندہ واپسی ممکن نہیں تھی پھر جب حالات نے مجھے مہلت دی اور اپنوں کے بارے میں سوچا تو ان میں تمہارا نام بھی شامل تھا۔ میں تمہیں تلاش کرتا ہوا یہاں تک آ گیا لیکن اب محسوس ہوا کہ یہ میری غلط فہمی تھی۔ اب اجازت دو۔" میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ راشدہ سکتے کے عالم میں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔ میں نے نوید کا بازو پکڑا اور اس کے ساتھ صحن سے گزر کر دروازے تک پہنچ گیا۔ "اچھا نوید' خدا حافظ بیٹے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تمہیں تمہارا صحیح مقام دے۔ خدا حافظ۔"

"سنئے تو سہی منصور صاحب۔ سنئے۔" راشدہ کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

میں نے سپاٹ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ "کیا بات ہے راشدہ؟ کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"ادھر آیئے۔ آپ کو خدا کا واسطہ-----" اس نے روہانسے لہجے میں کہا۔

میں چند قدم چل کر صحن کے درمیان پہنچ گیا۔ "ہاں کہو۔ میرا خیال ہے' ہمارے درمیان اب کوئی گنجائش نہیں رہ گئی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر کبھی یہاں نہیں آؤں گا۔"

"مجھے معاف کر دیجئے خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے۔ بس میں عجیب سے احساسات

کا شکار ہوں جو کچھ کہہ گئی ہوں وہ واقعی مجھے نہیں کہنا چاہئے تھا۔ آیئے بیٹھ جائیں۔"

"کیا میرے اس فیصلے میں کوئی گنجائش نکالنا چاہتی ہو؟"

"آپ بیٹھ تو جایئے۔" اس بار راشدہ کا لہجہ بہت زیادہ بدلا ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھی اور اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ پھر وہ مجھے کسی قدر گھسیٹتی ہوئی وہاں تک لے گئی جہاں میں تھوڑی دیر قبل بیٹھا تھا۔ "بیٹھ جایئے۔ میں کہتی ہوں بیٹھ جایئے۔" اس نے ضدی انداز میں کہا۔

میں بیٹھ گیا۔ "عجیب بات ہے۔ تمہارا لہجہ ایک بار پھر بدل گیا۔"

"بس اب میں فضول بات نہیں سنوں گی۔ واقعی میرا رویہ سخت ہو گیا تھا۔ آپ اس قسم کے آدمی نہیں ہیں جیسی میں نے آپ سے بات کی تھی۔"

"آپ کو یہ احساس ہو گیا؟"

"ہاں ہو گیا ہے۔ اب معاف کر دیں۔ آپ تو بڑے ہی ضدی آدمی ہیں۔"

"معاف کر دوں گا مگر ایک شرط پر۔۔۔۔۔ اعتراف کرو کہ تم نے۔۔۔۔۔"

"اب اور کچھ نہ کہئے۔ صرف یہ بتایئے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ ہمدرد بن کر آئے ہیں تو میرے سارے مسائل سمیٹ لیجئے۔ میرا کوئی نہیں ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ کرتی ہوں تنہا ہی کرتی ہوں۔ جو کچھ سوچتی ہوں تنہا ہی سوچنا پڑتا ہے۔ منصور صاحب مجھے سہارے چاہئیں۔ میں اپنے چھوٹے بھائی کی پرورش کرنا چاہتی ہوں۔ اسے ایک ایسا انسان بنانا چاہتی ہوں جس کا معاشرے میں کوئی مقام ہو لیکن میرے چاروں طرف تاریکی ہے۔ میں آج کل بہت گھٹیا سی ملازمت کر رہی ہوں جس میں ہم دونوں جانوروں جیسی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں کسی کا دامن پکڑ لوں۔ کیا دامن پکڑنے والے اتنے ارزاں ہوتے ہیں۔ مل جائے گا کوئی ایسا جو مجھے اپنا لے؟" راشدہ کی آواز بھرا گئی۔

"ہاں راشدہ' یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ میں تمہاری ذہنی کیفیت سمجھتا ہوں اور تمہاری عزت کرتا ہوں کہ تم عام قسم کی لڑکیوں میں سے نہیں ہو۔ میں اس بات کو خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں کہ تم رومان پسند نہیں ہو اور تم سے وہ چھوٹا سا رابطہ کسی بھی رومان کا نتیجہ نہیں تھا اگر میں اپنے حالات کا شکار نہ ہوتا تو بڑی سچائی کے ساتھ تمہیں اپنی زندگی میں شامل کر لیتا لیکن راشدہ میری زندگی بارود کا ڈھیر ہے۔ کسی بھی وقت کوئی ہلکی سی چنگاری اسے فنا کر سکتی ہے۔ ممکن ہے آنے والا وقت' تمہیں میرے بارے سب کچھ بتا دے۔ اس وقت تم یقیناً مجھے بے قصور سمجھو گی۔ راشدہ میں ایک سچا جذبہ لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ اٹھو میرے ساتھ چلو اسی وقت یہ گھر

چھوڑ دو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کر لو تاکہ میرا بھرم رہ جائے' میرا مان رہ جائے۔"

"کہاں لے چلو گے منصور! مجھے بتا تو دو میں اتنی ٹوٹی ہوئی ہوں منصور! کہ اب۔۔۔۔ اب میری کیفیت عجیب سی ہو گئی ہے میں نہیں جانتی کہ مجھے کیا ہو گیا ہے' میں کیا ہو گئی ہوں؟ میں یہ بھی نہیں جانتی کہ میرا مستقبل کیا ہو گا؟"

"اپنے مستقبل کو میرے اوپر چھوڑ دو راشدہ آؤ میرے ساتھ چلو' پلیز آؤ۔" میں نے کہا اور اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

"اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو میں اب اس سے انکار نہیں کروں گی' جو بدتمیزی تم سے کر چکی ہوں' اب اسے دوبارہ نہیں دہراؤں گی لیکن منصور! خدا کے واسطے میری۔۔۔۔ ایک التجا پر غور کر لو اگر تم مجھے سرخاب کی کوٹھی پر لے جا رہے ہو تو نہ لے جاؤ منصور میرے لئے جو کچھ کرنا ہے اس گھر میں رہ کر کرو' مجھے یہیں رہنے دو۔ جو کوئی بھی میرے لئے یہاں آئے گا وہ میرے لئے باعث عزت ہو گا۔ وہ مجھے جہاں لے جائے گا' میں چلی جاؤں گی لیکن اسے یہ دکھا دو کہ میں کس ماحول کی پروردہ ہوں تاکہ اس کی آنکھوں میں مجھے دیکھ کر کسی اور احساس کی چمک نہ جاگ اٹھے۔ وہ مجھے غلط نہ سمجھ لے منصور' میں اس برے وقت کو نہ نبھا سکوں گی جب میں اس کے معیار پر پوری نہ اتروں گی۔"

راشدہ کی التجا ایسی تھی کہ میرا دل ہل کر رہ گیا۔ درحقیقت اس کی سوچ سچائی پر مبنی تھی۔۔۔۔۔ میں نے خلوص دل سے اس کی سچائی کو تسلیم کر لیا۔ میں گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر میں نے گردن اٹھائی تو دیکھا کہ راشدہ التجا بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے راشدہ' میں تمہاری اس بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ تمہاری سوچ ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

"شکریہ منصور' شکریہ میرے بھائی۔" راشدہ نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ یہ اس کی بے بسی کی انتہا تھی۔ بالآخر اس نے مجھے ایک مقدس رشتہ دے دیا تھا کیوں کہ وہ سمجھ چکی تھی کہ میں اس کے راستوں کا راہی نہیں ہوں اور میری اپنی منزل دھندلکوں میں گم ہے۔ میں اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر آگے بڑھا اور میں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

"اب جبکہ تو نے مجھے بھائی کہہ دیا ہے راشدہ تو بس میرے سامنے کبھی کچھ نہ بولنا۔ جو میرا دل چاہے گا' کروں گا لے یہ رکھ کل سے ملازمت پر مت جانا۔ اور ابھی نوید کے بارے میں' میں خود ہی کوئی فیصلہ کروں گا۔ فی الوقت اس کے لئے تمہیں کچھ کرنے کی

ضرورت نہیں ہے۔ نوید کچھ نہیں کرے گا۔ یہ پاپڑ نہیں بیچے گا۔ راشدہ اسے ایک اعلیٰ زندگی دینا ہمارا فرض ہے۔ میں اسے پہلے کی طرح بورڈنگ میں داخل کرا دوں گا لیکن بس تو میرا انتظار کرنا اور اب تو ایک بھائی کی بہن ہے۔ اس لئے کسی بھی قسم کے تردد کی ضرورت نہیں اگر تیری آنکھ میں ایک بھی آنسو چمکا تو یقین کر میں تجھے مخلص نہیں سمجھوں گا۔"

"نہیں منصور بھیا! جن بہنوں کو بھائی مل جاتے ہیں۔ وہ روتی نہیں ہیں۔ ان کے تو بڑے مان ہو جاتے ہیں۔" راشدہ نے مجھے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔ اس کے بدن کا لمس مجھے مقدس محسوس ہو رہا تھا۔ مجھے کتنی بہنیں مل گئی تھیں کتنے اپنے مل گئے تھے لیکن وہ آج بھی مجھ سے دور تھے جو درحقیقت میرے اپنے تھے۔

○

راشدہ نے اس کے بعد میرے کسی عمل سے کوئی تعرض نہیں کیا جو رقم میں نے اسے خرچ کے لئے دی۔ اس نے رکھ لی اور کافی دیر کے بعد میں اس سے رخصت ہو کر واپس اپنی رہائش گاہ پہنچ گیا۔

بہروز دوسرے دن صبح کو واپس آیا حالانکہ رات کو اس نے مجھے ٹیلی فون کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ سرخاب کے پاس ہے اور صبح کو واپس آئے گا۔

دوسرے دن وہ تقریباً" گیارہ بجے میرے پاس پہنچا تھا۔ حسب معمول مردانہ لباس میں تھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"کہئے حضرت کیا گل کھلا آئے۔" میں نے شگفتہ انداز میں پوچھا۔

"ان لوگوں نے مجھے آنے نہیں دیا تھا ورنہ شاید میں رات کو وہاں نہ رکتا۔"

"کوئی بات نہیں ہے بھائی' ہمیں کیا کرنا تھا آپ کا' رک گئے بڑا اچھا کیا لیکن یہ تو بتاؤ رات کو کس حیثیت سے رکے تھے؟"

"اپنی اصل حیثیت سے۔"

"اب نخرے ہو رہے ہیں' یہ نہیں بتاؤ گے کہ کس انداز میں ان پر تم نے اپنا انکشاف کیا؟"

"بس جھوٹ بولنا تھا' بول دیا۔ میں' سرخاب اور لیڈی جہانگیر کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ وہ مجھ سے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہیں۔ مجھ سے میرے بھائی کے بارے میں پوچھا اور پھر کچھ ایسی گفتگو شروع ہو گئی کہ میں تھوڑا سا افسردہ ہو گیا۔ سرخاب نے بڑی دلجوئی کی میری اور میں کچھ ایسا بے خود

ہوا کہ میں نے اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔"

"کمال ہو گیا' بس یہیں سے حالات بگڑ گئے ہوں گے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں' سرخاب بہت مخلص ہے۔ اس نے بڑی سچائی سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی کہ جب تک ہم لوگ حیات ہیں مجھے کوئی فکر نہیں کرنی چاہئے۔ میں تھوڑی دیر تک تو اسی انداز میں بیٹھا رہا۔ پھر میں نے گل سے مخاطب ہو کر کہا۔۔۔۔۔ "میں ایک انکشاف کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے میں ساری دنیا سے چھپائے ہوئے ہوں۔ یہاں تک کہ منصور سے بھی لیکن آپ جیسے مخلص لوگوں کے درمیان آ کر مجھے اپنے جرم کا احساس ہو رہا ہے کہ میں نے ایک بات اپنے سینے میں پوشیدہ رکھی ہوئی ہے۔"

دونوں حیران ہو گئیں اور مجھ سے پوچھنے لگیں کہ وہ بات کیا ہے۔ تب میں نے انہیں بتایا کہ میں لڑکی ہوں' یقین کرو منصور دیکھنے کے قابل منظر تھا۔ وہ دونوں اس طرح مجھے دیکھ رہی تھیں جیسے انہیں میری دماغی حالت پر شبہ ہو لیکن بہرطور کسی نہ کسی طرح میں نے انہیں یقین دلا ہی دیا۔ اس کے بعد تو ان پر حیرت کے اتنے شدید دورے پڑے کہ بس انتہا ہی ہو گئی۔ انہوں نے پروفیسر شیرازی کو بھی اس بات سے آگاہ کر دیا اور پروفیسر نے بھی اس میں کافی دلچسپی لی اور پھر وہ بھی ان دونوں کی اس بات سے متفق ہو گئے کہ منصور کو میرے بارے میں نہ بتایا جائے اور کسی ایسے دلچسپ اور خوش گوار موقع پر اس بات کا اظہار کیا جائے کہ لطف آ جائے۔"

"ہوں' گویا آپ ڈبل کراس کرتی پھر رہی ہیں محترمہ؟"

"دیکھیں جناب اب ان ساری باتوں کا مقصد یہ نہیں۔۔۔۔۔ کہ آپ محترمہ' وحترمہ کہنا شروع کر دیں۔"

"تو ٹھیک ہے بھائی میں کب انکار کر رہا ہوں' آپ جو کچھ بھی رہنا چاہتے ہیں مسٹر بہروز! رہیں' ہمارا کیا ہے؟"

"ویسے آج مجھے آپ کی کیفیت کچھ خوش گوار نظر آ رہی ہے۔" بہروز نے کہا۔ "کل آپ کا کیا پروگرام رہا۔" بہروز نے پوچھا۔

"راشدہ سے ملا تھا۔"

"کیا گفتگو ہوئی؟"

"کوئی خاص نہیں' بس میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس کے لئے عظمت سے بات کروں گا۔"

عظمت کی نئی رہائش گاہ کے بارے میں معلوم کرنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی۔ میں

اس وقت بھی تنہا چل پڑا تھا۔ ریڈی میڈ میک اپ میرے چہرے پر فٹ تھا۔

حسن آباد میں چھوٹے چھوٹے بنگلے پھیلے ہوئے تھے۔ ٹیکسی ہی میں سے میں نے بنگلہ نمبر گیارہ دیکھ لیا تھا۔ باہر فرحت اللہ نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس تختی کو دیکھ کر مجھے مسرت ہوئی۔ ایک تباہ حال گھرانہ جو مایوسی کے آخری سرے تک پہنچ چکا تھا۔ اب سکون کی زندگی گزار رہا تھا۔ میں نے بنگلے کے دروازے میں لگے ہوئے کال بیل بٹن پر انگلی رکھ دی۔ اندر کہیں گھنٹی کی آواز ابھری تھی۔ پھر پھاٹک کے دوسری طرف سے فرحت اللہ صاحب کا چہرہ نظر آیا۔ سفید شفاف لباس میں ملبوس تھے۔ صحت بہتر ہو گئی تھی۔ دروازے پر پہنچ کر انہوں نے ذیلی کھڑکی کھولی اور سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا لیکن دوسرے لمحے انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ ان کی آنکھیں پہلے حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر ان سے مسرت پھوٹ پڑی۔

"ارے منصور میاں-----" وہ بے اختیار بولے۔

"پہچان گئے آپ مجھے؟"

"بیٹے----- بیٹے' کیا کہہ رہے ہو۔ پہچاننے کی بات کر رہے ہو۔" فرحت اللہ صاحب آگے بڑھے اور انہوں نے نہایت خلوص سے مجھے سینے سے لگا لیا۔ وہ دیر تک مجھے اسی طرح بھینچے کھڑے رہے۔

فرحت اللہ صاحب مجھے ہاتھ پکڑے اندر لے گئے۔

"صفیہ----- صفیہ بیٹے۔ بیگم آؤ بھئی۔ دیکھو کون آیا ہے؟" وہ مجھے--- بٹھا کر اندر کی طرف دوڑے۔

"کون ہے ابو؟" ایک آواز آئی۔

"جاؤ----- اندر دیکھو۔ دیکھو کون ہے۔" فرحت اللہ کی آواز باہر سے سنائی دی اور صفیہ نے اندر جھانکا اور پھر وہ اندر داخل ہو گئی۔

"منصور بھائی جان۔"

"اوہ صفیہ بیٹے۔ اتنی بڑی ہو گئی ہو۔ مجھے پہچان گئیں۔" میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اپنے بھائی جان کو نہ پہچانتی۔ میں نے تو آپ کی یہ تصویر بنائی ہے۔" اس نے مینٹل پیس پر رکھی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تم نے-----" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جی میں نے۔ میں پینٹنگ سیکھ رہی ہوں۔"

"کمال ہے بلا شبہ کمال ہے۔" میں نے کہا اور اسی وقت فرحت اللہ صاحب اپنی بیگم کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ عظمت کی والدہ کو اتنے قریب سے میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ جھجکتی ہوئی سی آئی تھیں لیکن ان کی آنکھوں سے محبت کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ نیچی نگاہیں کئے وہ میرے نزدیک آئیں اور میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

"خداوند تمہیں دنیا کی تمام خوشیاں نصیب کرے۔ خدا تمہیں خوش رکھے بیٹے منصور۔" میں پہلی بار تمہارے سامنے آئی ہوں ممکن ہے میرے رویے میں تمہیں کچھ جھجک سی محسوس ہو لیکن تم اسے محسوس مت کرنا۔"

"اوہ نہیں امی جان' کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ' عظمت کیسے ہیں؟ کیا انہوں نے آپ کو میرے بارے میں کچھ بتایا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ اگر تم اسے دیکھو گے تو خوش نہ پاؤ گے۔ وہ تمہارے لئے دن رات تردد کا شکار رہتا ہے۔ میرا خیال ہے آنے والا ہی ہو گا۔ پانچ بجے گھر پہنچ جاتا ہے اور پانچ بجنے میں چند منٹ باقی رہ گئے ہیں۔" فرحت اللہ صاحب نے بتایا۔ ابھی ہمارے درمیان زیادہ گفتگو نہیں ہوئی تھی کہ باہر سے کار کا ہارن سنائی دیا اور فرحت اللہ صاحب مسکراتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

"لو بھئی عظمت آ گیا۔" انہوں نے کہا اور پھر محجوب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولے۔ "گاڑی خرید لی ہے عظمت نے اور یہ مکان بھی ہمارا اپنا ہی ہے۔"

"خداوند قدوس مبارک کرے آپ کو' بڑی مسرت ہوئی یہ سب کچھ دیکھ کر۔" میں نے کہا۔ فرحت اللہ صاحب باہر جانے لگے تو میں خود بھی ان کے ساتھ اٹھ کر باہر نکل آیا۔ فرحت اللہ صاحب گیٹ کھولنے لگے تو میں نے انہیں پیچھے ہٹا کر خود گیٹ کھول دیا اور خود تھوڑا سا سائیڈ میں کھڑا ہو گیا۔

عظمت گاڑی اندر لے گیا۔ چھوٹی سی خوب صورت کار تھی اور اس میں عظمت ایک شاندار تراش کے سوٹ میں ملبوس بیٹھا ہوا تھا۔

گیٹ سے داخل ہوتے ہوئے اس نے میری جانب نگاہ نہیں ڈالی تھی اور گزرا چلا گیا تھا لیکن فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ جب وہ گاڑی سے اترا تو اس نے دروازہ لاک کرتے ہوئے گیٹ کی جانب دیکھا اور پھر اس طرح اچھلا جیسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے' چابی ہاتھ سے گر گئی۔ منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ پاگلوں کی طرح مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملیں اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ناممکن' خدا کی قسم ناممکن' ابو' ابو یہ----- یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں ابو۔" وہ وحشت زدہ انداز میں چیخا اور پھر اس طرح چھلانگ لگائی کہ گرتے گرتے بچا۔ وہ پاگلوں کی طرح میری طرف دوڑا اور میرے نزدیک پہنچ گیا۔ اس پر شدید ہیجانی کیفیت طاری تھی۔ چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ "ابو' کیا واقعی----- کیا واقعی یہ منصور ہیں ابو----- میں----- میں----- منصور بھائی منصور۔" اور پھر وہ اس طرح مجھ سے چمٹا کہ میری ہڈیاں کڑکڑانے لگیں۔ "کیا یہ حقیقت ہے۔ کیا یہ حقیقت ہے میرے خدا۔ میرے خدا میں کیسے یقین کر لوں۔"

"میں ٹھیک ہوں اور واپس آ گیا ہوں۔"

"مگر----- مگر وہ تو----- چمن تو-----"

"حواس قابو میں کرو۔ خود کو سنبھالو آؤ اندر چلیں۔ آؤ عظمت۔"

عظمت مجھ سے چمٹا ہوا اندر چل پڑا۔ برآمدے میں صفیہ اور بیگم فرحت اللہ کھڑی مسکرا رہی تھیں۔ صفیہ نے چائے لا کر رکھ دی اور سب نے مل کر چائے پی۔ پھر فرحت اللہ صاحب نے کہا۔

"بھئی اب ان دونوں کو باتیں کرنے دو۔ ہمارا حصہ اس سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔" اور اس کے بعد وہ وہاں سے اٹھ گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے مسکراتے ہوئے عظمت کو دیکھا۔

"ہاں بھئی عظمت اللہ۔ اب شروع ہو جاؤ۔ مقامی خبریں سناؤ۔"

"کیا سناؤں منصور بھائی۔ یہ چمن کیسا آدمی ہے؟ میں نے اس سے آپ کے بارے میں معلوم کیا تھا۔ اس نے مجھے عجیب عجیب باتیں بتائی تھیں؟"

"تمہاری اس سے ملاقات کب ہوئی؟"

"کافی دن پہلے۔ میں خود اس سے ملا تھا۔"

"کس حیثیت سے؟ وہ تو تمہیں نہیں جانتا تھا۔"

"ہاں تمہارے دوست کی حیثیت سے ملا تھا اس سے۔ مجھے تو اس کے بارے میں معلوم تھا۔"

"کوئی شک تو نہیں کیا اس نے تم پر؟"

"پوری بات سنیں۔ آپ کے جانے کے بعد کچھ عرصہ تو میں نے کوئی تردد نہیں کیا۔ لیکن اس کے بعد مجھے پریشانی شروع ہو گئی۔ لیڈی صاحبہ سے میں نے آپ کے بارے میں پوچھا تو وہ خود الجھی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے طور پر آپ کے بارے میں معلومات حاصل کر

رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ چمن نے آپ کو باہر بھیجا ہے۔"

"اوہ----- پھر-----؟"

"انہوں نے کہا کہ حالات پریشان کن ہیں۔ کوئی اہم بات ضرور ہوئی ہے۔ ان سے مشورہ کر کے میں نے چمن کی تلاش شروع کر دی اور چمن مجھے مل گیا۔ میرے سوال پر وہ حیران رہ گیا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ میرا منصور سے کیا تعلق ہے اور میں نے اسے بتایا کہ میری آپ سے جیل میں ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اسے ایک فرضی کہانی سنا دی تھی۔ بہرحال اس نے مجھ پر بہت توجہ دی اور مجھ سے میرے بارے میں پوچھتا رہا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں باہر سے آیا ہوں اور کسی ہوٹل میں قیام کرنے کا ارادہ ہے۔ چمن نے کہا کہ حالات اس قدر پراسرار ہیں کہ وہ مجھے فوری طور پر اس سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ میں اس سے دوسرے دن ملاقات کروں۔ بہرحال میں نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ چمن کے آدمی اس دوران میرا تعاقب کرتے رہے تھے۔ مجھے یہ گتھی سلجھانی تھی۔ اس لئے میں بہت محتاط رہا اور میں نے اسے کوئی شک نہ ہونے دیا۔ دوسرے دن جب میں اس سے ملا تو اس نے بڑے تپاک سے میرا خیر مقدم کیا اور بولا۔

"تم منصور سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

"قطعی ذاتی معاملہ ہے مسٹر چمن۔"

"ٹھیک ہے میرے دوست۔ شاید تم اس بات پر یقین کر سکو کہ منصور میرا بھی جگری دوست تھا۔"

"مجھے یہی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔"

"کہاں سے؟"

"میں نے کہا نا کہ یہ میرے ذرائع تھے۔"

"خیر----- خیر----- چونکہ تم کافی عرصہ سے منصور سے نہیں ملے۔ اس لئے میں' تمہیں ایک بات بتا دوں۔ منصور کچھ خطرناک لوگوں کی دشمنی کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کے یہ پراسرار دشمن اس کے دوست بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے ملک سے باہر بھیجا اور پھر سمندر میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ منصور اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"منصور بھیا اس کے انکشاف پر میری جو حالت ہوئی' ناقابل بیان ہے۔ وہ خود بھی اداکاری کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے کہا۔

"لیکن----- میرا نام چمن ہے۔ میں بہت برا انسان ہوں اپنے دوست کا انتقام' میری زندگی کا نصب العین ہے اور مسٹر جمیل میں نے عہد کیا ہے کہ اپنے دوست کا انتقام

لوں گا۔ کاش میں اس کے حلقہ احباب سے واقف ہو سکتا۔ کاش مجھے ان لوگوں کے بارے میں معلوم ہو سکتا جنہیں منصور دوست سمجھتا تھا۔ شاید تم یقین نہ کرو کہ میں دن رات اسی تگ ودو میں لگا ہوا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تم منصور کے لئے دل میں کیا جذبات رکھتے ہو دوست لیکن اگر تمہیں اس سے ذرا بھی ہمدردی اور محبت ہے تو میری مدد کرو۔ ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرو جنہیں وہ اپنا دوست سمجھتا تھا۔ میں انہی میں اس کا دشمن تلاش کروں گا اور چمن کی اس بات سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ پروفیسر شیرازی اور دوسرے لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ بہر طور منصور بھیا میری ذہنی کیفیت بے انتہا خراب ہو گئی تھی۔ جن حالات سے میں گزر چکا تھا۔ ان کے تحت ایک بار پھر جرائم کی دنیا میں آ جانا میرے لئے مشکل نہیں تھا لیکن منصور بھیا آپ کی جلائی ہوئی مشعل میرے دل میں روشن تھی۔ میں پھر جرائم کی دنیا کی طرف واپس نہ جا سکا اور چمن کو چکمہ دیتا رہا۔ اس ہوٹل سے میں نے اپنا سامان وغیرہ ہٹا لیا اور پھر چمن کی نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔ اس دوران چمن کے آدمی مسلسل میرے تعاقب میں مصروف رہے تھے۔ بہرطور جب مجھے پورا پورا اطمینان ہو گیا کہ میں چمن کو ڈاج دینے میں کامیاب رہا ہوں تو میں نے لیڈی جہانگیر کو اس بارے میں مکمل تفصیلات بتائیں اور سب کی جو حالت ہوئی' وہ ناقابل بیان ہے۔ لیڈی جہانگیر' پروفیسر شیرازی اور دوسرے تمام لوگ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ چمن کے تمام ذرائع کو ٹٹول کر آپ کو تلاش کریں۔ میں ان سے زیادہ نہیں ملا تھا کیونکہ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں کوئی غلط بات نہ ہو جائے۔ چمن ہماری نگاہوں میں مشکوک تھا اور ہم اس سے بھی بچنے لگے تھے۔ سب لوگ اس بات پر حیران تھے کہ منصور کو کیا ہو گیا وہ کہاں گم ہو گیا۔ میں بے حد پریشان تھا۔ لیڈی جہانگیر سے بھی رابطہ نہیں رہا تھا۔ پھر ایک دن مجھے لیڈی جہانگیر کا پیغام ملا۔ انہوں نے پوچھا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور میں نے انہیں بتایا کہ اس وقت میری حالت اتنی خراب ہے کہ میں کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوں۔

تب انہوں نے مجھے دلاسہ دیتے ہوئے کہا کہ منصور اتنا نرم چارہ نہیں ہے کہ اس طرح موت کی آغوش میں جا سوئے۔ اسے تلاش کرنے کے لئے موثر کارروائی کر لی گئی ہے۔ میں خود کو عملی زندگی میں مصروف کر لوں اور لیڈی صاحبہ نے مجھے دلاور سوپ فیکٹری بھیجا جہاں مجھے پروڈکشن مینجر کی حیثیت دے دی گئی۔ اور منصور بھیا۔ انہوں نے مجھے بہت سی مراعات دیں۔ یہ بنگلہ' کار اور یہ تمام تعیشات انہیں کے عطا کردہ ہیں اور اس کی وجہ آپ ہیں۔"

"تم نے کبھی اس کے بعد میرے دوست ایاز کو دیکھا۔"

"نہیں۔ وہ تو۔ وہ تو۔ آپ کے ساتھ گیا تھا۔ کیا آپ کے ساتھ واپس نہیں آیا؟"

"نہیں! اس کے بارے میں سنا ہے کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے اس نے خودکشی کر لی ہے۔ حقیقت جاننے کے لئے تمہیں پوری کہانی سننی پڑے گی۔" میں نے کہا اور پھر مختصر ترین الفاظ میں میں نے اس عظیم دھوکے باز کی کہانی سنائی جس کا نام چمن تھا۔ عظمت کی آنکھیں حیرت سے ابلی پڑ رہی تھیں۔

جب میں خاموش ہوا تو وہ سکوت کے عالم میں تھا۔ اس کے حلق سے کوشش کے باوجود آواز نہیں نکل رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ بمشکل تمام کافی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"کیا ہے یہ دنیا منصور بھیا۔ کیا ہے یہ سب کچھ۔"

"بہت انوکھی' بہت عجیب عظمت۔ ہم اسے برا بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہاں پروفیسر شیرازی اور گل بھی ہیں کیسے برا کہہ سکتے ہیں اس دنیا کو۔"

"لیکن تغلق خان نے یہ سب کچھ۔" عظمت نے کہنا چاہا۔

"یہاں سے ایک اور کہانی اس کہانی سے منسلک ہو گئی ہے۔"

"وہ کیا بھیا۔"

"پرنس دلاور میں ہوں۔ دلاور سوپ فیکٹری میری ہے۔"

------ اور پھر میں نے عظمت کو اس بارے میں بھی تفصیل بتا دی۔ عظمت ناچ کر رہ گیا تھا۔

"تو یہ سب کچھ۔ ہاں مجھے اس بات کا علم ہے کہ لیڈی صاحبہ نے اپنی کوٹھی فروخت کر دی ہے اور کہیں اور چلی گئی ہیں۔ نہیں' باقی تفصیل مجھے معلوم نہ تھی۔ پروفیسر صاحب بھی مجھے اپنی کوٹھی میں نہیں مل سکے تھے اور میں ان کے لئے حیران تھا۔"

"ہاں عظمت۔ ان لوگوں نے انسان کا بھرم اس طرح قائم رکھا ہے۔ اب از سر نو کام شروع ہو گا عظمت۔ وہ لوگ پرنس دلاور کو ہواؤں سے بھی محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن عظمت میں تم سے دور نہیں رہ سکتا تھا۔"

"آپ نے عظمت پر بہت احسان کیا ہے بھیا! اسے نئی زندگی دے دی ہے۔ مجھے خود بھی شامل سمجھیں منصور بھیا۔ آپ کے مشن کے لئے جان دینے سے بڑھ کر اور کوئی عبادت نہ ہو گی میرے لئے۔" عظمت نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرا مشن ایک تو نہیں ہے عظمت' میں نے تو سارے جہاں کو منشور میں سمیٹ لیا

ہے جہاں کوئی مجھ جیسا نظر آتا ہے میں اسے نظرانداز نہیں کر سکتا۔ تمہارے سپرد میں ایک اور مشن کرنا چاہتا ہوں۔ پتہ نہیں تم اس میں کہاں تک میرا ساتھ دو گے۔"

"آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں۔"

"ہے عظمت۔ یقیناً ہے لیکن بعض معاملات بڑے عجیب ہوتے ہیں اس میں ذرا سی مروت زندگی بھر کا دکھ بن جاتی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" عظمت نے کہا۔

"سمجھاتا ہوں بالکل سمجھاتا ہوں۔ زندگی کے بارے میں کوئی منصوبہ بنایا؟"

"نہیں۔ صرف آپ کی ضرورت تھی اس سلسلے میں۔"

"میں آ گیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے میری ذمہ داری ختم۔" عظمت شرارت بھرے انداز میں بولا اور میں اس کی شرارت پر ہنس پڑا۔ پھر میں نے کہا۔

"میں اپنی ذمے داریاں پوری کرنے کے لئے تیار ہوں عظمت لیکن کہیں مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو جائے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ آپ سے کوئی غلطی ہو بھیا اور اس غلطی کو اپنا معیار بنا لوں۔ کچھ تو ایسا ہو میرے پاس بھی جس سے میں خود کو آپ کے قابل سمجھوں۔"

"جذباتی باتیں کر رہے ہو۔ اچھا خیر چھوڑو۔ زندگی کے ہنگامے میں نے اپنا لئے ہیں۔ قتل و غارتگری مار دھاڑ اور دوسری برائیاں میں نے اپنا لی ہیں لیکن جب ان ہنگاموں سے اکتا جاؤں گا تو مجھے ایک گھر کا سکون بھی درکار ہو گا۔ وہ سکون مجھے کہاں ملے گا عظمت' جواب دو مجھے۔"

"یہ گھر آپ کا نہیں ہے بھیا؟" عظمت نے کہا۔

"ہے۔ اسی لئے میں اسے سکون کا گہوارہ بنانا چاہتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا بھیا۔"

"تم ان ہنگاموں میں خود کو شامل کرنے کے خواہش مند ہو۔ اگر ایسا ہو گا تو پھر گھر پرسکون کہاں رہے گا؟"

"پھر؟" عظمت نے پوچھا۔

"یہاں کا سکون برقرار رہنے دو۔ اسے میری ذہنی آرام گاہ بنا رہنے دو عظمت تاکہ میں محسوس کروں کہ یہ ابھی ایک گھر ہے جہاں عظمت ہے' صفیہ ہے' ابو ہیں' امی ہیں اور میری بھابی ہے اور جب میں تھک جاؤں تو اپنے اس گھر میں آ جاؤں۔ اس گھر کو ہنگاموں

سے دور رکھو یہی میری خواہش ہے۔"

"منصور بھیا کی خواہش کی تکمیل میرا ایمان ہے۔"

"وعدہ۔ اب تو کوئی ضد نہ کرو گے؟"

"پہلے کبھی نہ کرتا بہرحال وعدہ۔"

"تو مجھے فوری طور پر ایک بھابی درکار ہے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ منصور بھیا۔ شرمانے کو دل چاہ رہا ہے۔"

"شرماؤ۔ شرماؤ میرے لعل۔ بڑی خواہش ہے کسی کو شرماتا ہوا دیکھنے کی۔" میں نے کہا اور عظمت جھینپے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "ہاں تو بھابی کہاں ہے؟"

------ میں نے اسے ساری بات سمجھا دی اور اس نے خاموشی سے میری تجاویز کے سامنے سر جھکا دیا۔

رات کو کھانا کھایا اور اس کے بعد اجازت لے کر چل پڑا۔ عظمت مجھے چھوڑنے آیا تھا لیکن اپنی رہائش گاہ سے کافی دور میں اس کی کار سے اتر گیا تھا البتہ میں نے اسے اپنا فون نمبر دے دیا تھا۔

○

وقت گزرتا رہا۔ ابتدائی وقت گزرنے کے بعد ایک بار پھر میرے اندر خود اعتمادی پیدا ہونے لگی تھی۔ میں نے اس ماحول کو بھی اپنا لیا اور پوری طرح اس میں دلچسپی لینے لگا۔ میں نے ان تمام لوگوں سے رابطہ رکھنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں سیٹھ جبار سے بھی غافل نہیں تھا اور اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر رہا تھا۔

بالآخر وہ وقت آگیا جب سیٹھ جبار سے پہلی ٹکر لینے کا موقع ملا۔ ہانگ کانگ کی ایک بہت بڑی فرم کے مالک مسٹر میتسو فورے کی آمد کی اطلاع ملی' اس شخص کے بارے میں تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے طاہر نے کہا۔

"سیٹھ جبار سے اس کے دیرینہ تعلقات ہیں اور اکثر یہ اس سے مال خریدتا ہے۔ اس بار بھی سیٹھ جبار سے خام کپاس کی خریداری کی بات ہوئی ہے۔ یہ خام کپاس سیٹھ جبار نے کئی سال میں جمع کی ہے اور یہ کروڑوں روپے مالیت کی ہے۔ اس کے گودام ساحل سے تقریباً" تیس میل دور ایک جزیرے پر ہیں اور جہاں ہماری پہنچ ناممکن نہیں ہے۔ یہ شخص جس کا نام میتسو فورے ہے فطرتاً" بے حد لالچی ہے۔ ایک پیسے کا فرق اس کی دوستی کا رخ بدل دیتا ہے۔ انتہائی درجے کا کاروباری ہے۔ کاروبار میں بے ایمانی نہیں کرتا لیکن کوئی مروت بھی نہیں رکھتا۔"

"خوب۔ کوئی پلان ہے طاہر؟"

"میرا نہیں ہے جناب۔ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ نے ایک با قاعدہ تجویز پیش کی ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"خام کپاس کے ایک چھوٹے سے ذخیرے کا بندوبست کر لیا جائے گا جو نمونے کے طور پر مینتھو فورے کو دکھایا جا سکتا ہے۔ اسے سیٹھ جبار سے اچکنا ہے۔ چونکہ کالے دھندے کرتا ہے' دنیا کے کئی ممالک اس کے بارے میں جانتے ہیں اس لئے خوفزدہ بھی رہتا ہے۔ اب یہ شخص براہ راست یہاں نہیں آئے گا بلکہ یہاں سے کافی دور ایک ہل سٹیشن پر اترے گا اور وہیں قیام کرے گا۔ وہیں اس کی ملاقات سیٹھ جبار سے ہو گی اور سیٹھ جبار اسے اپنے ساتھ یہاں لائے گا۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"بس اس کے بعد سودا ہو گا۔"

"کیا پلاننگ ڈیپارٹمنٹ نے پوری تفصیل تمہیں بتائی ہے طاہر۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ ایک آئیڈیئے کے خاکے مجھے بتائے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اگر آپ اس میں دلچسپی لیں تو اس سلسلے میں ایک میٹنگ طلب کر لیں۔ "معاملہ چونکہ سیٹھ جبار کا ہے اس لئے پلاننگ ڈیپارٹمنٹ متحرک ہو گیا ہے۔"

"پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کا چیف کون ہے؟"

"مسٹر عدنان۔ آپ سے ملاقات ہو چکی ہے۔"

"شکریہ طاہر میں مسٹر عدنان سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"سر تب آپ مس فینی کو اپنا پروگرام بتائیں۔ میٹنگ طلب کریں اور اس سلسلے میں پورا پروگرام بنا لیں۔ خان صاحب نے کہا تھا کہ ابتدائی معاملات میں ہم آپ کو راستہ دکھائیں کیونکہ آپ اس راہ کے مسافر نہیں ہیں۔"

طاہر کے جانے کے بعد میرا دل عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔ جبار سیٹھ کے خلاف یہ پہلا معرکہ تھا اور جس حیثیت سے تھا اس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بہرحال مجھے اب بھرپور طور سے اس کے مقابلے پر آنا تھا اور اپنے کے لئے خود کو صرف ڈمی ہی نہیں ثابت کرنا تھا بلکہ عملی طور پر کچھ کر کے دکھانا تھا لیکن اس وقت تک کوئی خاص بات نہیں سوچی جا سکتی تھی جب تک عدنان سے گفتگو نہ ہو جائے۔

میں خود کو اس کے لئے تیار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے فینی کو طلب کر لیا۔

فینی میرے پاس آگئی۔ حسب معمول سنجیدہ تھی۔ "پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کے چیف کو طلب کرو۔ آج شام چار بجے میں ان تمام لوگوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں جو پلاننگ پر کام کرتے ہیں۔"

"بہتر جناب لیکن پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کے کون سے گروپ کو طلب کرنا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"گروپ اے' وہ ہے جو قانونی عمل کرتا ہے اور گروپ بی۔ انڈر گراؤنڈ ہے۔"

"گروپ بی کی بات کر رہا ہوں۔ عدنان اس کا چیف ہے؟"

"جی ہاں مسٹر عدنان گروپ بی کے چیف ہیں اور مسٹر سہیل انصاری گروپ اے میں کام کرتے ہیں۔" فینی نے جواب دیا۔

"مس فینی شام کو چار بجے ان لوگوں کے لئے میٹنگ ارینج کر دی جائے۔ میں انتظار کروں گا۔"

"او کے سر۔" فینی نے جواب دیا اور پھر یہاں سے چلی گئی۔

شام کو ٹھیک چار بجے مسٹر عدنان اور ان کے پانچ ساتھی میرے پاس پہنچ گئے۔ میں نے کانفرنس ہال میں ان کا خیر مقدم کیا تھا۔ سب لوگ مودبانہ انداز میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ تب میں نے عدنان کو مخاطب کر کے کہا۔

"طاہر کے ذریعے آپ کا پیغام ملا تھا۔ مسٹر عدنان میں نے اسی سلسلے میں آپ کو زحمت دی ہے۔"

"جناب عالی ہم حاضر ہیں۔"

"تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور عدنان نے اپنے ساتھ لایا ہوا فائل کھول لیا۔

"میتسو فورے ہانگ کانگ کا ایک تاجر ہے' بین الاقوامی منڈیوں میں اس کا کاروبار پھیلا ہوا ہے' بلیک اور وہائٹ دونوں کام کرتا ہے بلکہ بلیک زیادہ کرتا ہے وہائٹ کم۔ لیکن ساکھ بحال رکھنے کے لئے اس نے وہائٹ میں بھی خاصا سرمایہ لگایا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ ایک نیک نام آدمی کی حیثیت سے مشہور ہے۔ وہ سخت لالچی اور دغا باز قسم کا انسان ہے لیکن کاروباری امور میں صاف ستھرا۔ لین دین کے سلسلے میں اسے کبھی غلط نہیں پایا گیا۔ لالچی اس قدر ہے کہ اگر ایک پیسے کا اسے کہیں سے فائدہ نظر آتا ہے تو فوراً" رخ بدل لیتا ہے۔ تعلقات وغیرہ کا اس کے ہاں کوئی ذکر نہیں ہے' سیٹھ جبار کا کاروباری رفیق ہے۔ اب اگر اس کے تعلقات کو دوستی کہا جا سکتا ہے تو وہ دوست بھی ہے لیکن چونکہ اس ملک میں سب سے بڑی پارٹی سیٹھ جبار ہے اس لئے ہمیشہ اسی سے لین دین کرتا ہے لیکن تین ایسے مرحلے بھی آئے جب چھوٹی چھوٹی پارٹیوں سے رابطہ قائم کیا اور سیٹ جبار کے سودے کینسل کر دیئے لیکن اس کے بعد یہ پارٹیاں زندہ نہ رہیں اور سیٹھ جبار نے یا تو انہیں فنا کر دیا یا خود میں ضم کر لیا۔" عدنان نے تفصیل بتائی۔

میں نے سامنے رکھی ہوئی نوٹ بک میں چند چیزیں نوٹ کیں پھر بولا۔ "کاروباری امور میں گفتگو خود کرتا ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ اس کا اصول ہے۔"

"اس شخص کے بارے میں اور کوئی خاص بات؟"

"کوئی نہیں جناب۔ گھاگ ہے' بزدل ہے' شراب اور عورت کے معاملے میں کبھی غلط

کار نہیں پایا گیا۔"

"گڈ۔ اس کا پروگرام معلوم ہو سکتا ہے؟"

"ہو چکا ہے۔ اس ماہ کی اٹھائیس تاریخ کو آ رہا ہے۔ ایک ہل اسٹیشن پر ہوٹل فراز میں قیام کرے گا۔"

"کیا سیٹھ جبار اس کا استقبال نہیں کرتا۔"

"وہاں اس کے نمائندے ہوتے ہیں۔ اس بار نہیں معلوم۔"

"کیا اس سلسلے میں کوئی پروگرام ہے تمہارے پاس؟"

"خام کپاس کا ایک عظیم الشان ذخیرہ جزیرہ ملبوروک میں موجود ہے۔ ملبوروک ساحل سے تیس میل دور سیٹھ جبار کی ملکیت ہے۔ دلدلی جزیرہ ہے اور وہاں زیادہ تعمیرات نہیں ہو سکتیں کیونکہ زمین صاف نہیں ہے۔ سیٹھ جبار نے وہاں گودام بنائے ہوئے ہیں اور اس وقت ان گوداموں میں صرف کپاس بھری ہوئی ہے' سیٹھ جبار کے تقریباً" دس آدمی ان گوداموں کی حفاظت پر مامور رہتے ہیں اور سیٹھ جبار کو اس سلسلے میں کوئی خاص تشویش نہیں ہے۔ آج تک اسے ان گوداموں سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا ہے۔"

"ویری گڈ' اس سے آگے مسٹر عدنان!"

"عمدہ قسم کی کپاس کا تھوڑا سا ذخیرہ مہیا کیا جا سکتا ہے جو مسٹر فورے کو نمونے کے طور پر دکھایا جا سکتا ہے اور وہ کپاس جو سیٹھ جبار کے گوداموں میں موجود ہے' ہماری دسترس سے دور نہیں ہو گی۔ ہم ایک باقاعدہ پلاننگ کے تحت اسے حاصل کر لیں گے لیکن میتسو فورے سے کاروباری گفتگو کرنے کے لئے ہمیں بڑی ذہانت سے کام لینا ہو گا' ہل اسٹیشن پر میتسو فورے سے سیٹھ جبار کے نہیں بلکہ ہمارے آدمی ملاقات کریں گے۔ یہ ملاقات پرنس دلاور کے نام سے ہی ہو گی اور اس ملاقات میں اس کپاس کے بارے میں بات شرائط پیش کی جا سکیں گی۔ جو معمول سے کافی کم ہوں گی اس کے بعد سیٹھ جبار کو موقع دیا جائے گا۔ کہ وہ بھی میتسو فورے سے کاروباری گفتگو کر لے۔ لیکن پرنس دلاور ایک پارٹی کی حیثیت سے منظر عام پر آ جائے گا اور جناب یہ ضروری ہے کہ سیٹھ جبار کے کانوں تک پرنس دلاور کا نام پہنچ جائے۔ سیٹھ جبار سوچ بھی نہیں سکے گا کہ یہ دوسری پارٹی کون سی ہے اور کپاس کا اتنا بڑا ذخیرہ اس کے پاس کہاں سے پہنچا' وہ ذہنی طور پر الجھ جائے گا اور ہم اس دوران اپنا کام کر لیں گے' اس سلسلے میں جناب اگر آپ کی اجازت ہو تو بہتر پلاننگ کی جا سکتی ہے اس وقت یہ پہلا مسئلہ ہمارے سامنے آیا ہے جس پر ہم سیٹھ جبار کے خلاف کام کی ابتدا کر سکتے ہیں' میں نے یہ پلاننگ آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔

اب آپ کا جو حکم ہو۔" عدنان نے کہا۔

"میں اس پروگرام سے پوری طرح متفق ہوں مسٹر عدنان' لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ ہمارا کوئی آدمی ہانگ کانگ سے اس وقت میتھو فورے کے ساتھ چلے جب وہ وہاں سے روانہ ہو اور حالات پر پوری نگاہ رکھے تاکہ ہمیں رپورٹ ملتی رہے۔"

"اس کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔" عدنان نے کہا۔

"تو پھر یہ کام سب سے پہلے کر لو لیکن آخری کام میرے خیال میں سب سے مشکل ہے۔ یعنی ان گوداموں کو خالی کرنا۔"

"ہمارے پاس اس کے لئے آدمی موجود ہیں جناب اور پھر سچویشن سامنے آئے تو مزید عمل بھی کئے جا سکتے ہیں۔"

"کاروبار کی دنیا میں پرنس دلاور کے نام کی ابتداء خراب نہ ہو ورنہ اس کی ساکھ گر جائے گی۔"

"ایسا کبھی نہیں ہو گا جناب اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی گیا تو میتھو فورے لوگوں کو کچھ بتانے کے لئے زندہ نہیں رہے گا۔ یہ بات اس کے سینے میں دفن ہو جائے گی۔"

"ہوں۔" میں نے ایک دم خود کو سنبھال لیا۔ طبیعت پر ایک دم دباؤ سا پیدا ہوا تھا لیکن میں نے کسی پر یہ دباؤ ظاہر نہ ہونے دیا۔ میں جانتا تھا کہ میں ایک نیکو کار نہیں ہوں۔ بس زندگی میں یہی سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

بہرحال عدنان سے مزید گفتگو ہوئی اور عدنان نے ذمے داری قبول کی کہ اس پر دن رات کام ہو گا اور سب سے پہلے میتھو فورے کے لئے ایسے آدمی کا انتخاب کیا جائے گا جو اس پر نگاہ رکھے اور اس کے ساتھ سفر کرے۔

میں نے منصوبے کی منظوری دے دی اور اس کے بعد یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔ میں نے جو ضروری نوٹس لکھے تھے ان کی مزید تفصیل لکھنے لگا اور پھر میں نے فینی کو بلا کر یہ نوٹ بک اس کے حوالے کر دی۔ "یہ فائل مکمل کر دو۔"

"بہتر جناب۔ کیا آپ کچھ اور وقت مجھے دے سکتے ہیں۔" فینی بولی۔

"ہاں کہو۔ کوئی خاص بات ہے؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ شاید آپ نے ان لوگوں کا نام سنا ہو گا۔ یہ پارٹی سماجی خدمات کے لئے بہت نمایاں مقام رکھتی ہے۔ الفراز کے نام سے اس کا ایک ہیڈ کوارٹر ہے اور ملک کے بہت اہم لوگ اس کے کارکن ہیں' اکثر یہ بڑے بڑے کام کرتی رہتی ہے۔ پورے ملک میں اس کے بیس ہسپتال ہیں اور بہت سے دوسرے ادارے بھی ہیں۔ پارٹی کے سربراہ مولوی

احمد سلیم نے پرنس دلاور سے ملاقات کے لئے وقت مانگا ہے۔ میں نے احمد سلیم صاحب سے کہا ہے کہ پرنس دلاور سے گفتگو کرنے کے بعد اس سلسلے میں جواب دیا جائے گا۔" فینی نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا فینی کہ یہ سلیم صاحب مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔"

"غالباً" یہاں سے تقریباً" ساٹھ میل دور ایک چھوٹی سی نواحی بستی میں ایک ہسپتال کا معاملہ چل رہا ہے۔ احمد سلیم صاحب کے ایک بیان سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا جو انہوں نے ایک اخبار کو دیا تھا۔ اس بیان میں انہوں نے کہا تھا کہ ملک میں ایسے ایسے اہم لوگ موجود ہیں جو اگر اس ہسپتال کی تعمیر میں دلچسپی لیں تو اس ہسپتال کی تعمیر چند ماہ میں مکمل ہو جائے۔ یہ ہسپتال اس علاقے کے لوگوں کے لئے بہت ضروری ہے۔ پھر اس بیان کے جواب میں حکومت کے کچھ عہدیداران کے بیانات بھی شائع ہوئے تھے جس میں حکومت نے یہی کہا تھا کہ الفراز ملک کی خدمت کے لئے جو کچھ کر رہی ہے' درحقیقت اس کی مثال مشکل ہے۔ چنانچہ ملک کے صاحب اقتدار لوگوں کو الفراز کی اس پکار پر لبیک کہنا چاہئے۔ یہ بیانات چند روز قبل ہی اخبارات میں شامل ہوئے ہیں۔ مولوی احمد سلیم کے ہم سے رجوع کرنے کی وجہ شاید اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ ہر چند کہ انہوں نے اس سلسلے میں ہمیں تفصیل نہیں بتائی ہے۔"

"ہوں۔ حکومت کی نگاہوں میں یہ جماعت اہمیت رکھتی ہے۔"

"بہت زیادہ جناب اور اس کا ریکارڈ بھی بہت اچھا ہے۔۔۔۔۔ ان کا اپنا اخبار بھی ہے۔"

"ٹھیک ہے فینی۔ مولوی اہم سلیم سے کہو کہ وہ فون پر مجھ سے بات کر سکتے ہیں۔"

"آپ انہیں ملاقات کا وقت نہیں دیں گے؟"

"ابھی یہ مناسب نہیں فینی۔"

"بہت بہتر جناب! فون کے لئے کونسا وقت دوں؟"

"رات کو آٹھ بجے۔"

"بہتر۔" فینی نے جواب دیا۔ رات کو آٹھ بجے میں نے مولوی سلیم احمد کا فون ریسیو کیا۔ سلام دعا کے بعد مولوی صاحب بولے۔ "شہزادہ صاحب۔ بڑی انوکھی بات ہے کہ آپ ملک کی ممتاز ترین شخصیت ہونے کے باوجود عوام سے دور رہتے ہیں اس کی کوئی خاص وجہ۔"

"میں عوام سے دور تو نہیں ہوں۔ مولوی صاحب اگر عوام سے دور ہوتا تو ان کی

آواز میرے کانوں تک نہ آتی۔"

پھر انہوں نے ہسپتال کی تفصیلات بتاتے ہوئے پوچھا۔ "ہمیں آپ کی طرف سے کیا مل سکے گا۔ براہ کرم ہمیں بتا دیں تاکہ ہم اس حساب سے اپنی پلاننگ کر سکیں۔"

"آپ اس سلسلے میں اور کس سے مل چکے ہیں۔۔۔۔۔ مولوی احمد سلیم صاحب!"

"ابھی تک کسی سے نہیں' ابتدا آپ سے کی ہے۔" مولوی احمد سلیم نے جواب دیا۔

"کون کون لوگ آپ کی لسٹ پر ہیں۔"

"بس چند اہم نام ہیں' جو اسی سلسلے میں ہماری امداد کرتے رہتے ہیں جیسے سیٹھ عبد الجبار۔ سیٹھ قدرت اللہ۔ سیٹھ روشن علی کروری والا۔ اس قسم کے چند افراد ہیں جو یقیناً ہمارے اس منصوبے کی تکمیل میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' مجھے اس اسپتال کے مکمل اخراجات بتایئے؟"

"بہت عظیم منصوبہ بنایا ہے ہم نے۔ ہمارے اپنے خیال میں تقریباً" پچاس سے لے کر اسی لاکھ تک اس پر خرچ ہو سکتے ہیں۔ آپ یہ فرما دیں کہ آپ ہماری کس حد تک اعانت کر سکتے ہیں؟"

"زمین خرید لیں مولوی احمد سلیم صاحب۔ میں اسی لاکھ روپے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔" میں نے کہا۔

"جی۔ جی کیا فرمایا آپ نے؟"

"مولوی سلیم صاحب۔ میں چاہتا ہوں کہ اس اسپتال کی تعمیر میں آپ کسی اور کا ایک پیسہ بھی شامل نہ کریں۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارا معاہدہ منسوخ ہو جائے گا۔"

"گویا۔ گویا اسی لاکھ روپے۔ اسی لاکھ روپے۔"

"جی ہاں۔ یہ میرا ذمہ رہا بلکہ اگر مزید کچھ ضرورت اس اسپتال کو ہوئی وہ بھی میں فراہم کروں گا۔"

مولوی صاحب کی آواز بند ہو گئی۔ بڑی دیر کے بعد وہ بولے۔ "ہیلو۔ ہیلو۔ جناب پرنس دلاور بول رہے ہیں۔"

"جی ہاں احمد سلیم صاحب۔ اس قدر حیران نہ ہوں۔ اللہ کرے تمام منصوبوں میں آپ مجھے یاد رکھا کریں۔ آپ زمین کی خریداری کی بات کر لیں اور اپنے آدمیوں کو میرے دفتر بھیج دیں۔ ہر مرحلے پر آپ کو رقم ملتی رہے گی۔"

"خداوند قدوس آپ کو جزائے خیر دے۔ یہ اس بلند مقام کی نشاندہی ہے جو آپ کو حاصل ہے۔ جزاک اللہ جزاک اللہ۔ اس سلسلے میں کاغذی کارروائی کے لئے میں تنظیم کے

چند افراد کو آپ کے دفتر کل روانہ کروں گا۔"

"مناسب۔" میں نے کہا اور رسمی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا۔ میری آنکھیں بھی بند ہو گئی تھیں خود پر یقین کر لیا تھا۔ کیا میں ویسا ہی ہوں۔ وہ منصور۔ جو کتابوں میں نیک باتیں پڑھا کرتا تھا اور اس کے دل میں ہوک اٹھتی تھی کہ کاش میں بھی ان نیک کاموں میں۔۔۔۔۔ کوئی حصہ لے سکتا اور آج۔ میری زبان نے بڑے اعتماد سے اس کی ابتدا کی تھی۔ میرے دل کی جو کیفیت تھی بیان نہیں کر سکتا تھا۔ پھر میں نے خود کو سنبھالا اور فینی کو بلا کر اس سلسلے میں ہدایات دے دیں۔

فینی سب کچھ نوٹ کر کے لے گئی تھی۔

رات کو دیر تک نیند نہیں آئی۔ بہروز' سرخاب کے پاس گیا تھا۔ سرخاب وغیرہ اس کی حقیقت سے واقف ہونے کے بعد اس میں بہت دلچسپی لے رہی تھیں۔

دوسرے دن میں نے فینی سے آج کے پروگرام پوچھے۔ لیکن کوئی خاص پروگرام نہیں تھا۔ "ٹھیک ہے فینی۔ آج کے لئے کوئی پروگرام بنانا بھی نہیں۔ اگر کوئی اہم بات ہو تو میں رات کو معلوم کروں گا۔"

"بہتر جناب۔" فینی نے کہا۔ میں نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر میک اپ بکس سنبھال لیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ راشدہ سے ملاقات کا ارادہ تھا۔ سوچا تھا کہ کھانا وغیرہ بھی اس کے ساتھ کھاؤں گا۔ چنانچہ میں چل پڑا۔ پیدل چلتے ہوئے میں نے ایک اور بات سوچی تھی۔ ایک ایسی جگہ بناؤں جہاں میں اپنی اصلی شخصیت کے ساتھ رہوں۔ اس کے لئے کوئی مکان منتخب کرنا پڑے گا۔ یہ اہم ضرورت تھی۔

ٹیکسی آج بہت مشکل سے ملی تھی۔ بہرحال مل گئی اور میں نے ڈرائیور کو پتہ بتا دیا۔ اس وقت ٹیکسی ایک بازار سے گزر رہی تھی کہ میں اچھل پڑا۔ ایک ایسی شکل نظر آئی جس نے مجھے چونکا دیا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے ٹیکسی روکنے کے لئے کہا اور ٹیکسی رک گئی۔

تھوڑی سی ریورس کرو۔ اس دکان کے پاس۔ میں نے اس سے التجا کی اور ڈرائیور ٹیکسی ریورس کرنے لگا۔ حسینہ اب بھی دکان کے پاس موجود تھی۔ اس کے ساتھ ایک نوجوان لڑکا تھا سیدھا سادا دیہاتی سا لڑکا۔۔۔۔۔

ڈرائیور نے ٹیکسی ریورس کر کے روک دی۔ میری آنکھوں نے دھوکا نہیں کھایا تھا۔ وہ حسینہ ہی تھی۔ سادہ سے کپڑوں میں ملبوس' اتنی ہی شوخ میں نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور نیچے اتر آیا۔ پھر میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا' حسینہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کا نوجوان ساتھی بالکل ہی سادہ لوح تھا۔ مجھے' اپنے اتنا قریب پا کر دونوں ہی پریشان ہو گئے۔ تب مجھے اچانک احساس ہوا کہ میں تو میک اپ میں ہوں۔

ابھی میں کچھ سوچ بھی نہ پایا تھا کہ حسینہ کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ وہ مجھے کوئی لفنگا سمجھی تھی۔ دوسرے لمحے' وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر آگے بڑھی۔

"کیا بات ہے بابو! بہن کو دیکھ رہے ہو یا ماں کو؟"

"جو دل چاہے سمجھ لو' حسینہ! تم نے ایک بہن کی طرح ہی میری خدمت کی ہے اور ایک ماں ہی کی طرح تم نے بارہا میرے سر کو آغوش میں لیا ہے۔"

"ارے باپ رے باپ! نام بھی جانو ہو ہمارا' کون ہو تم؟ ہم تو تمہیں نہیں پہچانتے۔" حسینہ کے چہرے کے تاثرات ایک بار پھر بدل گئے۔

"چہرہ نہیں پہچان سکتیں تو کیا آواز بھی نہیں پہچان رہیں؟"

"آواز-----" حسینہ اپنے گال پر انگلی رکھ کر بولی۔ "ذرا پھر سے بولو۔"

"چہرہ نہیں پہچان سکتیں تو کیا آواز بھی نہیں پہچان رہیں؟" میں نے وہی جملہ دہرا دیا۔

"منصور----- منصور بابو۔" وہ تعجب سے بولی۔

"ہاں' حسینہ! میں منصور ہوں۔"

"اوئی' میں مرجاؤں۔ یہ تمہاری شکل کو کیا ہو گیا؟"

"دشمنوں کی وجہ سے بدلنی پڑی ہے۔ وہی سرخی' پوڈر لگا کر' جو تمہاری سمجھ میں نہیں آتا تھا؟"

"ارے منصور بابو----- میں سمجھ گئی----- ارے تم کہاں مر گئے تھے؟ میرا تو دل چاہ رہا ہے کہ تم سے لپٹ جاؤں' پر کیا کروں' سڑک ہے----- سب دیکھیں گے۔"

"خدا کا شکر ہے' تمہیں تھوڑی سی عقل آ گئی ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر

کہا۔ پھر اس کے ساتھی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

"گھر والا ہے ہمارا' نام اسی سے پوچھ لو۔"

"کیوں بھئی کیا نام ہے تمہارا----- پہلے میں' تمہیں بتا دوں' یہ حسینہ' میری پیاری سی بہن ہے۔ کوئی اور بات نہ سمجھ لینا تم۔"

"ارے سلام کرو' منصور بابو کو۔ بہت بڑا رتبہ دیا ہے' انہوں نے مجھے۔ سلام کرتا ہے یا-----" حسینہ نے آنکھیں دکھائیں۔

"سلام جی-----" مٹی کے مادھو نے کہا۔

"کیا نام ہے' تمہارا؟"

"بھوندو' جی۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولا۔

"ستیا ناس----- تیرا ستیا ناس' بھوندو تو' تو شکل ہی سے نظر آوے ہے۔ اپنا اصلی نام بتاؤ۔" حسینہ پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی۔

"وہ جی' عاشق علی نام ہے ہمارا۔"

"سب لوگ' اسے بھوندو کہتے ہیں' صاحب جی! ہے بھی نرا کاٹھ کا الو۔"

"بری بات ہے' حسینہ! شوہر ہے' تمہارا۔" میں نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا۔

"ارے بس' رہنے دو' صاحب جی! اس شوہر کو۔ شوہر تو میں ہوں اس کی جان بچا کر نکال لائی ہوں' گاؤں سے۔ نہیں تو اس کے گھر والے' چکی میں پیس کر کھا جاتے۔ سب کچھ چھین لیا' انہوں نے ہم سے اور-----"

"بس بس' حسینہ! یہ سڑک ہے۔ لوگ' ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ تم یہاں کیا کر رہی تھیں؟"

"اسی بھوندو سے پوچھ لو۔ نوکری تلاش کرنے نکلا ہے----- دکان کے آگے ایسے آ کھڑا ہوا تھا جیسے بھیک مانگ رہا ہو----- دیکھو جی! میں اپنے گاؤں سے آیا ہوں۔ یہ میری جورو' میرے ساتھ ہے۔ چور' ہمارا بستر لے گئے۔ اسی میں ہماری دولت بھی بندھی ہوئی تھی----- او جی! ہم پچھلے دو دنوں سے بھوکے ہیں۔ پہلے ہمیں روٹی کھلا دو پھر گاؤں جانے کے لئے کرایہ دے دو' جی۔ اللہ بھلا کرے گا۔" حسینہ نے شوہر کا مذاق اڑاتے ہوئے مردانہ آواز بنا کر کہا تو مجھے ہنسی آ گئی۔

"شادی کے بعد تو' تو اور تیز ہو گئی ہے' حسینہ!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "نوکری کرنے آئے ہو' تم دونوں؟"

"لمبی کہانی ہے' صاحب جی! سنانے لگی تو کہو گے' حسینہ' یہ سڑک ہے۔"

"اوہ' واقعی۔۔۔۔۔ ہم کافی دیر سے سڑک پر کھڑے ہیں۔ آؤ' یہاں سے آگے بڑھیں۔" میں نے کہا تو حسینہ چل پڑی۔ بھوندو عرف عاشق بھی ہمارے ساتھ ہو لیا۔ واقعی' بہت سیدھا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ چند لمحوں تک میں سوچتا رہا کہ انہیں کہاں لے جاؤں؟ اپنی قیام گاہ پر رکھنا مناسب نہ تھا۔ معصوم لوگ تھے۔ اس برے ماحول میں صحیح زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ ایک ہی خیال آیا۔ لیڈی جہانگیر کے حوالے کر دوں۔ سرخاب وغیرہ کے لئے دلچسپی کا سامان بھی ہو جائے گا۔ اس وقت کوئی خاص مصروفیت بھی نہیں تھی۔ بس یوں ہی ذہنی شگفتگی کے لئے نکل کھڑا ہوا تھا۔ چنانچہ کچھ دور چلنے کے بعد ایک ٹیکسی روکی اور اس میں ان دونوں کو بٹھا کر چل پڑا۔

"پہلے ایک بات بتاؤ' صاحب جی!" حسینہ نے کہا۔

"ہاں' کہو۔"

"ہمارے لئے نوکری کا کوئی انتظام کر دو گے؟"

"کیا نوکری کرو گی' حسینہ؟"

"بس' یہی خدمت گزاری' صاحب جی! اور کیا کام آوے ہے' ہمیں۔"

"ٹھیک ہے' بندوبست ہو جائے گا۔" میں نے جواب دیا تو حسینہ خوشی سے کھل اٹھی۔

"یہ ہوئی نا بات۔ ارے' میں تو تمہاری آواز سنتے ہی سمجھ گئی تھی کہ تقدیر کھل گئی ہماری۔۔۔۔۔ سمجھا رے بھوندو! یہ نوکری بھی تجھے' میری ہی وجہ سے مل رہی ہے۔"

بھوندو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کی وجہ سے کسی بارے میں کوئی بات نہیں کی جبکہ حسینہ سے بہت کچھ پوچھنے کے لئے میرا دل چاہ رہا تھا۔ میری خاموشی کی وجہ سے حسینہ بھی خاموش رہی۔ پھر ٹیکسی' ایبک اسکوائر میں داخل ہو گئی اور بنگلہ نمبر نو کے سامنے میں نے اسے رکوا لیا۔

"اب یہاں رہتے ہو' صاحب جی؟" حسینہ نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔" میں نے مختصراً کہا اور ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کر کے چلتا کر دیا۔

"ہاں' حسینہ! اب بول۔ میں یہاں نہیں رہتا لیکن ان صاحب لوگوں کے پاس تجھے نوکری دلوا رہا ہوں لیکن ابھی تو تجھ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

"تو میں باتیں کرنے میں کون سی کم ہوں۔" حسینہ نے اکڑ کر کہا۔ میں' ان دونوں کے ساتھ بنگلے میں داخل ہو گیا۔ سرخاب' گل۔۔۔۔۔ اور پروفیسر شیرازی' بنگلے کے برآمدے ہی میں موجود تھے۔ ہم' ان کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے ہم تینوں کو حیرت سے پوچھا۔

"سلام' صاحب جی!" حسینہ نے پہل کی۔

"وعلیکم السلام! کون ہیں' آپ لوگ؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"جی' میں حسینہ ہوں' یہ میرا گھر والا ہے۔۔۔۔۔ اور یہ۔۔۔۔۔ یہ تو آپ کے صاحب جی ہیں۔" حسینہ بول پڑی۔

"میں منصور ہوں' پروفیسر صاحب!" میں نے کہا تو سب چونک پڑے۔۔۔۔۔ پھر پروفیسر نے جلدی سے کہا۔

"آؤ' آؤ۔۔۔۔۔ اندر آؤ۔۔۔۔۔ اور سب خیریت ہے نا؟" پروفیسر نے میرے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"سب خیریت ہے' پروفیسر صاحب! ان لوگوں کو چھوڑنے آیا ہوں۔ فی الحال یہ یہیں' کام کریں گے۔ بعد میں' میں ان کے لئے کوئی بندوبست کر دوں گا۔ یا اگر آپ کو پسند آ جائیں تو اپنے گھریلو کام کاج کے لئے رکھ لیں۔ دونوں نہایت سیدھے سادے اور مکمل طور پر قابل اعتماد ہیں۔"

"او۔ کے' او۔ کے یقیناً ہوں گے۔" پروفیسر نے جواب دیا اور ہم سب بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ پروفیسر نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ کوئی خاص وجہ تھی' یہ میک اپ کر کے آنے کی؟" پروفیسر چونک کر حسینہ اور عاشق علی کی طرف دیکھنے لگے۔

"نہیں نہیں۔۔۔۔۔ یہ بے چارے ٹھیک ٹھاک ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"پروفیسر! کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ اپنی اصلیت میں آ کر' آوارہ گردی کروں۔۔۔۔۔ پھر اس طرح نکل آتا ہوں۔"

"گویا اس سے پہلے بھی اس طرح نکل چکے ہو۔"

"جی ہاں۔ ایک آدھ بار۔"

"میرے خیال میں اچھا خاصا میک اپ ہے۔ کیا تم نے خود کیا ہے؟" گل نے پوچھا۔

"جی' تھوڑی سی شدبد ہو گئی ہے مجھے' اس میں بھی۔"

"تھوڑی سی نہیں۔ یہ تو اچھی خاصی ہے۔ ہم لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں پہچان سکا تھا تمہیں' کیوں سرخاب؟"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے ڈیڈی؟" سرخاب نے جواب دیا پھر مسکراتی نظروں سے حسینہ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیوں بھئی' تم حسینہ ہو اور یہ تمہارا گھر والا۔ اس کا کیا نام ہے؟"

"نام اسی سے پوچھو۔ مولوی صاحب نے منع کیا تھا کہ بیویاں' شوہروں کے نام نہیں لیتیں۔ بس' ہم نے اس کا نام نہیں لیا' لیکن وہ نام ضرور لیتے ہیں جو سب لیتے ہیں۔" حسینہ نے کہا اور ہنس پڑی۔

"کیا نام-----" سرخاب نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بھوندو-----" حسینہ ایک بار پھر کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ سرخاب بھی ہنسنے لگی۔ اسے یہ لڑکی بے حد پسند آئی تھی۔ تب میں نے ان کی گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھئی۔ اس بے چارے کو پیار سے بھوندو کہا جاتا ہے----- اب پتہ نہیں' کیوں؟ یہ تو تمہیں حسینہ ہی بتا سکے گی۔"

"ٹھیک ہے بس' ہم نے حسینہ کو رکھ لیا ہے اور اس کے بھوندو کو بھی۔" سرخاب نے کہا۔

پروفیسر مسکراتی ہوئی نظروں سے ہم سب کو دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ' سرخاب سے بولے۔

"بیٹے سرخاب! رکھ تو لیا ہے' تم نے ان لوگوں کو----- لیکن اب ہمارے حالات' اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم' نوکر افورڈ کر سکیں۔ بہرطور تمہاری خوشی ہے اور منصور لائے ہیں تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں منصور میاں؟"

"پروفیسر! ایسی باتیں کر کے' آپ میرے دل پر کچوکے نہ لگایا کریں۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ارے' ارے----- دیکھو بھئی' سنجیدہ ہونے کی کوشش نہیں ہو رہی----- تمام تر گفتگو مذاق میں چل رہی ہے اور اس مذاق کو اسی خوشگوار انداز میں برقرار رہنا چاہئے۔ ویسے یوں لگتا ہے جیسے یہ لڑکی' یہاں کے ماحول میں کچھ اور خوشگوار کیفیت پیدا کر دے گی۔ کیوں بھئی' میاں بھوندوا کیا خیال ہے تمہارا؟" پروفیسر بھی موڈ میں آ گئے اور عاشق علی چونک کر ان کی شکل دیکھنے لگا۔

"مم----- میں----- کچھ نہیں سمجھا جی؟"

"تو نے کبھی کچھ سمجھا ہے جو اب سمجھے گا۔ بس تو نہ ہی سمجھا کرے تو اچھا ہے۔" حسینہ نے چمک کر کہا۔

"ارے' ارے! تم لڑتی بھی ہو' اپنے شوہر سے۔" گل بولی۔

"نہیں' جی----- یہ تو ہماری پیار کی باتیں ہیں۔ ویسے سچ مچ----- بھوندو ہی پلے پڑ گیا ہے۔ آپ یقین کریں' بی بی جی! یہ حسینہ ہی ہے جو اس کے ساتھ گزارا کر رہی

ہے۔ کوئی اور ہوتی تو اب تک اپنا سر پھاڑ چکی ہوتی یا اس کا۔"

"کیوں' ایسی کیا بات ہے' اس میں؟" گل بھی دلچسپی لینے لگی۔

"اجی' اس میں خاص بات تو کوئی ہے ہی نہیں۔ بس' یوں کہو کہ ماما جی نے زندگی بھر ہم سے دشمنی ہی کی ہے۔ نہ جانے کیا کچھ کرتے رہے ہیں' ہمارے خلاف----- اور ہمارے بابا۔ انہیں تو بس پیسہ ہی نظر آتا ہے۔ شادی کر دی ہماری' اس سے----- اور اس کے ماں' باپ' توبہ' توبہ----- ہماری ساس جی جو ہیں نا' انہیں تو بس فوج میں ہونا چاہئے تھا اور بے چارے سسر جی' وہ اسی کی طرح بھوندو ہیں----- پتہ ہے' آپ کو' ان کا نام کیا ہے؟" حسینہ نے کہا اور پھر کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی ویسے بھی بڑی دلکش تھی اور اس طرح بچوں کے انداز میں ہنستی ہوئی تو بہت ہی بھلی لگتی تھی۔

"کیا نام ہے؟" گل نے پوچھا۔

"بدھو-----" حسینہ ہنستے ہنستے بے حال ہو گئی۔ سب لوگ بھی ہنسنے لگے۔ پروفیسر جیسی سنجیدہ شخصیت بھی حسینہ کی باتوں پر ہنس پڑی۔ درحقیقت' ان لوگوں کے لئے خاصا دلچسپ ماحول پیدا ہو گیا تھا۔

"اچھا' تو تمہارے سسر جی بدھو ہیں----- پھر کیا ہوا؟"

"بس جی' ہونا کیا تھا' ساس جی نے پہلے تو مجھے' چکی میں لگا دیا۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا ورنہ وہ' ہل بھی مجھ سے ہی چلواتیں۔ سارا سامان چھین لیا ہمارا----- اور یہ بھوندو' اس بے چارے کی تو صبح سے شام تک جوتوں سے پٹائی ہوتی تھی۔ حالانکہ وہ' اس کی سگی ماں تھیں۔ میں نے ساری باتیں برداشت کر لیں مگر اپنے گھر والے کی بے عزتی کون برداشت کر سکتا ہے جی----- میں نے اس سے کہا' مورکھ! شہر میں نکل چل' جیسے آج تک نوکری کرتی رہی ہوں' ویسے ہی آئندہ بھی کرتی رہوں گی' تیرے لئے----- کیا کروں' بابا نے یہ ڈھول گلے میں ڈال دیا ہے' اب تو اسے بجانا ہی ہے۔ سو' بڑی مشکل سے یہ تیار ہوا----- بھوں بھوں کر کے رو رہا تھا' گھر چھوڑتے ہوئے۔ اب بتاؤ جی! جہاں دن' رات جوتوں سے مار پڑتی ہو' دودھ دوہنا پڑتا ہو' مویشی چرانے کے لئے لے جانے پڑتے ہوں۔ ہل چلانا پڑتا ہو' صبح سے شام تک یہی سب کچھ کرنا پڑتا ہو' پھر اس گھر میں رہنے سے کیا فائدہ؟ گھر تو گھر ہوتا ہے جی! کبھی نہ کبھی تو فرصت ملنی چاہئے۔"

"ہاں ہاں' بالکل-----"

"تو بس' جی----- میں' اسے گھر سے بھگا لائی۔" حسینہ نے کہا اور اس' بھگا لائی پر سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"تو نے بڑا اچھا کیا' حسینہ! جو اسے بھگا لائی ورنہ نہ جانے کیا حال ہوتا تو اس بے چارے کا---- رو دھو کر چپ ہو گیا ہو گا' یا اب بھی روتا ہے؟"

"نہیں' جی! ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ دو دن ہی تو ہوئے ہیں ہمیں' گاؤں سے آئے ہوئے۔"

"اور یہ دو دن تم نے کہاں گزارے حسینہ؟" میں نے پوچھا۔

"اسٹیشن پر' جی! یہاں اور تھا ہی کون؟"

"ہوں----" میں نے گہری سانس لی پھر قدرے توقف سے پوچھا۔ "تمہاری دوسری بہنوں کی شادی ہو گئی؟"

"ابھی کہاں' جی! جو پیسے آپ نے دیئے تھے' وہ بابا نے دبا لیے۔ گھر ٹھیک کرایا اور ہماری شادی کر دی۔ شادی کر کے ہم تو چلے گئے' بھوندو کے گھر---- اور بابا نہ جانے کیا کرتا رہا---- پھر ہم پر یہ بپتا پڑی---- اس کے بعد' صاحب جی! ہم بابا کے گھر واپس نہیں گئے۔ کیا ملتا' اس سے؟ وہ تو ہے ہی پیسے کا لالچی۔ اب ہم کبھی اس کے پاس نہیں جائیں گے۔ ویسے بھی شادی کے بعد' اس کے پاس جانا اچھا نہیں لگتا---- دیکھ لو نوکری پھر بھی کرنی پڑ رہی ہے۔"

"ارے' نہیں نہیں۔ یہ کیسی باتیں کر رہی ہو' حسینہ! شادی کے بعد اگر اپنے شوہر کے ساتھ رہ کر نوکری بھی کی جائے تو کوئی بری بات نہیں ہے۔" گل بے اختیار بول پڑی۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے شرم کے آثار ابھر آئے۔ حالانکہ اچھی خاصی عمر کی عورت تھی۔ لیکن بعض اوقات' اس کی ادائیں بالکل معصومانہ لگتی تھیں۔ میں نے نگاہیں جھکا لیں۔ بہرطور' اس کے اور میرے درمیان ایک احترام کا رشتہ بھی رہ چکا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے میری تعمیر کی تھی---- چنانچہ میں گل کی شان میں کوئی گستاخی نہ کر سکا۔

"ہاں' یہ تو ٹھیک ہے۔ پر یہ بھوندو' اسے تو نوکری تلاش کرنی بھی نہیں آتی۔ دیکھ لیں' اگر ہمارے صاحب نہ ملتے تو نہ جانے ہم کہاں مارے مارے پھرتے۔ اسٹیشن پر پڑے ہوئے تھے۔ سامان تو کوئی ساتھ لائے نہ تھے۔ اس لئے کہ گھر سے بھاگنا پڑا تھا۔"

"ہوں' ٹھیک ہے۔ تمہیں سارا سامان یہاں مل جائے گا---- اب تم اپنے بھوندو کے ساتھ آرام سے رہو۔ میں تمہارے رہنے کی جگہ بتا دوں گی۔" گل نے کہا۔

"ٹھیک ہے' حسینہ! خوش ہو' اب تو! جو تنخواہ چاہو گی' یہاں مل جائے گی' تم دونوں کو لگن سے کام کرنا ہے۔ یہ سب اپنے ہی ہیں۔" میں نے کہا۔ "یہ پروفیسر شیرازی صاحب ہیں' یہ گل ہیں اور یہ سرخاب۔"

"عجیب عجیب سے نام ہیں لیکن کوئی بات نہیں' سیکھ جائیں گے تھوڑے دنوں میں۔" حسینہ نے کہا۔ "کیوں' بھوندو! تو لے سکتا ہے' ان کے نام؟"

"نہیں' ہمارے صاحب جی ہیں۔ ہم کیسے لیں گے' ان کے نام۔" بھوندو نے عقل مندی کی ایک بات کر ہی ڈالی اور حسینہ پر کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

"یہ ہنستی بہت ہے۔" سرخاب مسکرا کر بولی۔

"کیوں نہ ہنسیں' جی! ایک ہنسی ہی تو اپنی ہے جسے ہم آسانی سے خرچ کر سکتے ہیں اور اس کا کوئی کرایہ بھی نہیں دینا پڑتا۔" حسینہ بولی۔

"ہاں ہاں بھئی! ہمیں تو ہنسنے ہنسانے والے لوگ پسند ہیں۔" پروفیسر شیرازی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے اس کے بعد' ایاز کو تو نہیں دیکھا' حسینہ؟" میں نے پوچھا۔

"ایاز----" حسینہ چونک کر بولی۔ "اے لو' کل ہی تو ملا تھا وہ ہمیں' وہی سرخی پوڈر والا چھوکرا نا؟"

"ہاں' ہاں---- اسی کی بات کر رہا ہوں۔ کب ملا تھا وہ تمہیں؟" میرے چہرے پر عجب سے تاثرات پیدا ہو گئے۔

"کل اسٹیشن پر' کسی ریل سے اترا تھا۔ اور باہر جا رہا تھا---- مگر' صاحب جی! اس کی حالت تو بڑی عجیب سی ہو رہی تھی۔"

"کیا بات تھی' حسینہ؟ تمہیں یقین ہے کہ وہ وہی تھا۔"

"لو' کیا میری آنکھیں' تمہیں بہت چھوٹی نظر آتی ہیں' صاحب جی! ہم نے پوری پوری آنکھوں سے اسے دیکھا' پہچان لیا اور اس کی طرف بڑھے مگر اس کی تو حالت ہی بڑی عجیب تھی۔ ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی' کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ بالکل پاگل لگ رہا تھا۔ ہم اس کے پاس پہنچ کر اسے پکڑ لیا اور تمہارے بارے میں پوچھا---- پر اس نے کچھ نہیں بتایا بلکہ ہمیں پہچاننے سے انکار کر دیا۔"

"وہ---- وہ ایاز ہی تھا---- تمہیں یقین ہے؟"

"صاحب جی! اب تم یہ دیکھ لو' ہم نے تمہاری آواز سے تمہیں پہچان لیا تھا۔ ابھی ہم نے تمہاری شکل نہیں دیکھی ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟---- یہ کیسے ممکن ہے' حسینہ؟ تم یہ بات بھروسے سے کہہ رہی ہو؟"

"ارے' بھوندو! تجھے یاد ہے' وہ آدمی جس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی اور ہم نے جس کا کرتہ پکڑ لیا تھا؟"

"ہاں' یاد ہے۔" بھوندو نے جواب دیا۔

"تو پھر بتا' صاحب جی کو' اس کی شکل کیسی تھی۔"

"بڑی بڑی آنکھیں' لمبا سا چہرہ' درمیانہ قد-----"

"حسینہ! میں نے تو سنا ہے کہ ایاز مرگیا۔ اس نے خود کشی کر لی تھی۔"

"ہم کچھ نہیں جانتے' صاحب جی! پر وہ مرا نہیں ہے۔ اگر وہ مرگیا ہوتا تو ہم کو دیکھتے----- ارے' باپ رے! کہیں وہ' اس کا مردہ تو نہیں تھا جو چل رہا تھا۔" حسینہ کے چہرے پر ایک دم خوف کے آثار پیدا ہو گئے۔

میں اس کی بات پر مسکرا نہیں سکا تھا۔ یہ تو عجیب بات سنائی تھی' اس نے۔ یہ ممکن ہے کہ تغلق خان کو دھوکا ہوا ہو----- کیا چمن نے جھوٹ بولا تھا؟ یہ چمن ہی اطلاع تھی کہ ایاز نے خودکشی کر لی ہے---- لیکن ایاز' حسینہ کو پہچانا کیوں نہیں؟ کیا صحیح الدماغ نہیں تھا؟ کیا اس کے ذہن پر کوئی برا اثر پڑا ہے؟ یہ بات میرے لئے بڑی کن تھی۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا' پروفیسر! اب میں چلتا ہوں۔"

"کہاں' بھئی----- کچھ کھاؤ' پیو گے نہیں؟" پروفیسر شیرازی نے پوچھا۔

"نہیں' پروفیسر! ایاز کے بارے میں یہ اطلاع' میرے لئے بڑی تشویشناک ہے۔ اگر زندہ ہے اور اسی شہر میں ہے تو اسے ملنا چاہئے۔ ایاز کو ضرور ملنا چاہئے۔"

"ہاں ہاں' ٹھیک ہے----- مگر اب کیا تم سڑکوں پر مارے مارے پھرو گے"

"پروفیسر' ایاز کی تلاش کے لئے' آپ مجھے اجازت ضرور دیں----- میں اسے کروں گا۔ پلیز' پروفیسر! پلیز-----"

"ہاں ہاں بھئی' میں تمہیں منع نہیں کر رہا' اس سلسلے میں بس یوں ہی کہہ کہ-----"

"میں محتاط رہوں گا' پروفیسر----- آپ مطمئن رہئے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ان سب سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ پروفیسر' مجھے چھوڑنے باہر تک آئے۔

"بس' ایک درخواست ہے' منصور! اپنی حفاظت کرنا۔ ہم نے جو تاج محل تعمیر کیا ہے' اسے چمکتے' دمکتے دیکھنا چاہتے ہیں' کوئی مقصد چاہتے ہیں' اس کا۔"

"آپ مطمئن رہیں' پروفیسر! میں کسی حادثے کا شکار نہیں----- ہوں گا۔"

جواب دیا۔

پروفیسر شیرازی مجھے بنگلے کے گیٹ تک چھوڑنے آئے تھے۔ باہر میری گاڑی نہ دیکھ کر' انہوں نے کہا۔ "پیدل ہی-----"

"ہاں' ٹیکسی سے آیا تھا۔ ٹیکسی تلاش کر لوں گا' تھوڑی دور جا کر۔" میں نے جواب دیا اور پروفیسر کو سلام کر کے وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

ٹیکسی کافی دور جا کر ملی تھی----- اور پھر میں ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر گردی کرنے لگا۔ اسٹیشن کے علاقے میں گیا۔ وہاں سے قرب و جوار کے علاقوں میں----- میں دیوانوں کی طرح سڑکوں' گلیوں اور بازاروں میں ایاز کو تلاش کرتا رہا' رات ہو گئی لیکن ایاز کا کوئی پتہ نہ چلا----- پھر میں تھکا ہارا اپنی قیام گاہ پر پہنچ گیا۔

وہاں کا ماحول پر سکون تھا۔ بد قسمتی سے ایاز کی کوئی تصویر بھی میرے پاس نہیں تھی۔ جسے میں دوسروں کو دے کر' اس کی تلاش کرا سکتا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ حسینہ پر مکمل بھروسہ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لا ابالی سی لڑکی تھی اور کسی قدر کھسکی ہوئی بھی----- لیکن وہ جتنے وثوق سے کہہ رہی تھی' اس نے میرے دل میں امید کی ایک جوت جگا دی تھی۔ ممکن ہے' ایاز زندہ ہو' ممکن ہے' چمن نے جھوٹ بولا ہو----- لیکن اس بدبخت نے یہ جھوٹ کیوں بولا؟ اس سے اسے کیا حاصل ہوتا تھا؟ میں سوچتا رہا لیکن اس الجھن کا کوئی حل سمجھ میں نہ آیا' سوائے اس کے کہ چمن کی گردن جا دبوچوں۔

لیکن اس میں بھی کافی قباحتیں تھیں۔ چمن کو میری زندگی اور یہاں آمد کے بارے میں معلوم نہیں ہونا چاہئے----- کم از کم' اس وقت تک' جب تک پرنس دلاور کی شخصیت کھل نہ جائے۔ میں ایک ٹھنڈی----- سانس لے کر' آرام دہ کرسی پر دراز ہو گیا۔ اس کا کوئی حل نہیں تھا' میرے پاس----- جس طرح میں نے اوروں کے لئے صبر کیا تھا' وہ جو مجھے بے حد پیارے تھے' اسی طرح مجھے ایاز کے لئے بھی صبر کرنا تھا۔

صبر----- صبر----- صبر----- میری تقدیر میں صبر کے علاوہ لکھا ہی کیا تھا۔ میں کافی دیر تک درد و کرب میں ڈوبا رہا۔ یہ درد و کرب تو میری زندگی کا ایک جزو بن گیا تھا۔ زمانہ بعد از وقت میرے ساتھ بہتر سلوک کر رہا تھا۔ مجھے' دنیا بھر کی آسائشیں مہیا کر دی گئی تھیں----- لیکن کاش! کوئی ان آسائشوں کو چھین لیتا اور مجھے صرف میری ماں اور بہن لوٹا دیتا----- آج بھی میرے دل میں حسرت تھی۔ جب بھی مجھے ان دونوں کا خیال آتا تو مجھ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی چیزوں سے نفرت ہونے لگتی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ ان سے منہ موڑ کر کہیں ویرانے میں نکل جاؤں' جہاں میرے سوا کوئی نہ ہو' بالکل تنہائی ہو۔

---- پھر دور سے مجھے' روشنی کے دو نقطے نظر آئے۔ یہ نقطے میرے قریب آتے اور پھیلتے گئے پھران میں فریدہ اور امی کی شکلیں نظر آنے لگیں---- میں بری طرح بے چین ہو گیا۔ اب تو امید کی شمعیں مدھم پڑتی جا رہی تھیں۔ کون سی جگہ چھوڑی تھی میں نے ان کی تلاش میں---- لیکن یوں لگتا تھا جیسے انہیں زمین نگل گئی ہو۔

دیر تک میں انہی احساسات کا شکار رہا۔ بار بار میں نے خود کو اس پر آمادہ کیا تھا کہ میں اس حسرت نصیب ماحول سے نکل جاؤں۔ دلجمعی اور پختگی کے ساتھ' اپنے اس فرض کا آغاز کروں جو میری زندگی کا مشن بن چکا تھا۔ اس شخص سے انتقام کے لئے ہر وہ قدم اٹھاؤں جو اسے موت کی راہوں پر لے جائے' جس نے---- میری امی اور فریدہ کو مجھ سے جدا کر دیا تھا۔

دفعتاً" مجھے ایک خیال آیا اور میں چونک پڑا۔ ہاں' واقعی! مجھے اپنی مصروفیات میں خلل انداز نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنے لئے دوسرے راستے ہموار کرنے چاہئیں۔ اب تک میں نے اس بارے میں نہیں سوچا تھا۔

دوسرے لمحے' ٹیلیفون کے نزدیک پہنچ گیا۔ عظمت کے گھر کا ٹیلی فون نمبر مجھے معلوم تھا۔ اس وقت عظمت یقینی طور پر اپنے گھر میں ہو گا۔ کیونکہ وہ سیدھا سادا اور شریف النفس نوجوان تھا---- اور زندگی کی دوسری تفریحات میں کم ہی حصہ لیا کرتا تھا۔ میں نے نمبر ڈائل کر کے ریسیور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے فرحت اللہ صاحب کی آواز سنائی دی تھی۔

"آپ کا خادم منصور بول رہا ہے۔ عظمت گھر میں ہیں؟"

"ہاں ہاں' بیٹے! بلاؤں اسے؟ ویسے تم خیریت سے تو ہو' نا؟"

"جی' آپ کی دعائیں ہیں۔ بلا دیجئے' عظمت کو۔" میں نے کہا اور چند لمحوں بعد عظمت کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو' منصور بھیا۔ کیسے حال ہیں؟"

"ٹھیک ہوں---- عظمت! ایک کام' تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔"

"حکم---- حکم---- فرمایئے۔"

"عظمت! مجھے حسینہ ملی ہے۔ اس کی شادی ہو چکی ہے۔ اپنے شوہر کے ساتھ بے چاری ملازمت کی تلاش میں سرگرداں پھر رہی تھی کہ مجھے نظر آ گئی۔ میں اسے لے آیا ہوں۔"

"ارے! یہ کیسے ہوا؟ اسے تو اچھی خاصی رقم دے کر' میں نے اس کے گاؤں پہنچا

دیا تھا۔"

"ہاں' مجھے علم ہے---- لیکن' عظمت! بعض اوقات' حالات بڑے عجیب و غریب ہو جاتے ہیں۔ اسے سسرال والے اچھے نہ ملے۔ کچھ روپیہ اس کے باپ نے کھایا اور کچھ سسرال والوں نے۔ بہرطور' یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے' دنیا میں ایسے لاتعداد واقعات ہوتے ہیں۔ میں نے اسے گل کے پاس پہنچا دیا ہے۔ وہاں وہ دونوں ملازم کی حیثیت سے کام کریں گے لیکن میں نے تمہیں ایک دوسرے مقصد کے تحت تکلیف دی ہے۔"

"جی---- فرمایئے۔"

"میں' تمہیں بتا چکا ہوں کہ مجھے' ایاز کی موت کی اطلاع ملی تھی۔"

"جی' بھیا----"

"لیکن حسینہ نے مجھے ایک اور ہی کہانی سنائی ہے۔"

"کیا----؟" عظمت نے چونک کر پوچھا۔

"اس کا کہنا ہے کہ اس نے ایک دن قبل' ایاز کو اسٹیشن پر دیکھا تھا۔"

"کیا----!" عظمت حیرت سے چیخ سا پڑا۔

"ہاں' عظمت! بات ہی اتنی حیرت انگیز ہے---- لیکن زیادہ قابل بھروسہ بھی نہیں۔ کیونکہ حسینہ کو دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔"

"مگر کیا حسینہ نے اسے قریب سے دیکھا تھا؟ اس نے اس سے بات کی تھی؟"

"وہ کہتی ہے' اس نے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ایاز اپنے ہوش میں نہ تھا۔ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی اور چہرے سے وہ مخبوط الحواس معلوم ہوتا تھا۔ حسینہ کے مخاطب کرنے پر بھی اس نے' اسے پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔"

"بھیا! ایک بات بتایئے' کیا حسینہ قابل اعتماد ہے؟"

"میں نے کہا نا' اسے دھوکا بھی ہو سکتا ہے---- لیکن عظمت! ایاز کی زندگی کی خبر سن کر میرا دل مچل گیا ہے۔ میں آج کئی گھنٹوں تک اس کی تلاش میں' سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا ہوں لیکن میری ذمے داریاں مجھے اس کی اجازت نہیں دیتیں کہ میں اس سلسلے میں مزید کوشش کرتا رہوں۔"

"میں سمجھ گیا' منصور بھیا! آپ بالکل مطمئن رہیں۔ اب یہ میرا فرض ہے۔" عظمت نے فوراً" کہا۔

"شکریہ' عظمت! دراصل' تم حالات کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو---- مجھے اتنے بڑے منصب پر فائز کر دیا گیا ہے کہ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بہت سی ذمے

داریاں ہیں' میرے سر پر۔۔۔۔۔ اور ابھی مجھے ایک خاص سلسلے میں کام کرنا ہے لیکن ایاز کا مسئلہ بھی میں کسی طور کم نہیں سمجھتا۔ سوچتے سوچتے' میرے ذہن میں تمہارا خیال آیا۔۔۔۔۔ لہٰذا یہ خدمت میں' تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں' منصور بھیا! کچھ بھی ہو جائے۔ میں ایک آدھ ہفتے کی چھٹی لے لوں گا اور ایاز کو تلاش کروں گا۔"

"ایاز کا پرانا گھر معلوم ہے' تمہیں؟"

"نہیں' بھیا! مجھے نہیں معلوم۔"

"تو پھر یوں کرو کہ پتہ نوٹ کر لو۔ وہاں پر بھی جا کر معلوم کر لینا۔"

"آپ مجھے پتہ نوٹ کرا دیں۔ ایک منٹ۔" عظمت نے کہا۔ شاید وہ کاغذ' پینسل کا بندوبست کرنے لگا تھا پھر اس کی آواز آئی۔ "جی' بھیا!" میں نے پتہ بتایا جسے اس نے نوٹ کر لیا۔ دفعتہً مجھے ایک خیال آیا اور میں نے عظمت سے کہا۔

"عظمت! تمہارے پاس ایاز کی کوئی تصویر ہو گی؟"

"نہیں' بھیا!"

"اگر کوئی دقت نہ ہو تو ایک کام اور کر لینا۔"

"جی۔ فرمایئے۔"

"ایاز جس گلی میں رہتا ہے۔ اس سے بائیں ہاتھ کی تین گلیاں چھوڑ کر ایک مکا ہے' بالکل کونے کا۔ اس کا نمبر مجھے نہیں معلوم اور یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ وہاں کون کو رہتا ہے لیکن اسی مکان میں شمو نامی ایک لڑکی رہتی ہے۔"

"جی۔۔۔۔۔ پھر۔۔۔۔۔؟"

"جاہل سا گھرانہ ہے۔ کوئی مشکل بھی پیش آ سکتی ہے۔ اگر کوئی ترکیب نکال سکو اس لڑکی سے بھی مل لو۔ ممکن ہے' اس کے پاس ایاز کی کوئی تصویر ہو۔ وہ' ایاز کی مج ہے۔"

"کوئی ترکیب کر لوں گا' بھیا! آپ مطمئن رہیں۔" عظمت نے کہا۔ پھر رسمی گفتگو بعد' میں نے فون بند کر دیا۔ یہ کام عظمت کو سونپ کر میں کسی قدر پر سکون ہو گیا تھا۔

○

فینی نے عدنان کے آنے کی اطلاع دی تو میں نے اسے ڈرائنگ روم میں بلوا عدنان نے مجھے سلام کرنے کے بعد بتایا۔

"میتھو فورے' چھ تاریخ کو آٹھ بجے' کواری پہنچ رہا ہے۔ یہاں وہ ہوٹل گلیشیئر

قیام کرے گا۔ گلیشیئر کا روم نمبر بیس' اس کے لئے مخصوص ہو چکا ہے اور یہ کمرہ' سیٹھ جبار کے آدمیوں نے بک کرایا ہے۔"

"اطلاع موصول ہونے کا ذریعہ؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارا آدمی ہانگ کانگ پہنچ چکا ہے اور وہ اسی طیارے سے واپس آئے گا جس سے میتھو فورے سفر کر رہا ہے۔"

"اس کے ساتھ' اس کی سیکریٹری ہو گی؟"

"جی ہاں۔۔۔۔۔"

"سیٹھ جبار کے آدمی' کواری پہنچ چکے ہیں؟"

"اس سلسلے میں معلوم نہیں ہو سکا' جناب!"

"ہوں۔۔۔۔۔" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ "ہوٹل گلیشیئر کی کسی بھی منزل پر جا کر کمرے بک کرا لو۔ پرنس دلاور کے نام سے۔ مینجر سے کہو کہ پرنس کے لئے خصوصی انتظامات کئے جائیں۔"

"جی بہتر۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں کوئی اور اشارا' تاکہ میں اطراف کے کام بھی کر لوں۔" عدنان نے کہا۔

"میں خود کواری جاؤں گا اور اس معاملے کو دیکھوں گا۔" میں نے کہا۔

"بہت بہتر۔۔۔۔۔ یہ مناسب رہے گا' پرنس!" عدنان نے جواب دیا اور پھر تھوڑی سی گفتگو کے بعد وہ اٹھ گیا۔ "اس کے علاوہ اور کوئی ہدایت' جناب؟ آپ کب تک کواری روانہ ہو جائیں گے؟"

"میرے خیال میں دو تاریخ کو۔ آج انیس تاریخ ہے نا؟"

"جی۔۔۔۔۔"

"بس' دو تاریخ ٹھیک رہے گی۔"

"آپ کے ساتھ کتنے افراد جائیں گے؟"

"چار۔۔۔۔۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوائی جہاز سے سیٹیں بھی بک کرا لوں۔"

"ظاہر ہے۔ دو تاریخ کی سیٹیں حاصل کر لو۔" میں نے کہا اور عدنان سلام کر کے چلا گیا۔ میں نے یہ فیصلہ اچانک کیا تھا۔ بس ایک دم یہ خیال آیا تھا کہ جو کچھ بھی کر رہا ہوں' اس میں عملی حصہ بھی تو لینا چاہئے۔ دوسروں کے کاندھوں پر بندوق رکھ کر چلاتے رہنا بھی تو مناسب نہیں تھا۔ صحیح ہو یا غلط' خود کو آزمانا چاہئے۔

پھر میں نے ساتھ لے جانے کے لئے آدمیوں کا انتخاب کیا۔ طاہر اور اعظم بہترین تھے۔ فینی کو سیکریٹری کی حیثیت سے ساتھ لے لینا مناسب سمجھا تھا۔ یہ لڑکی ابھی تک میرے لئے پر اسرار تھی۔ اور میں' اس کی شخصیت کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ بہرحال' ممکن ہے کواری کے مقام پر کچھ ذہنی شگفتگی حاصل ہو جائے۔ یہاں تو میرے ذہن پر قبرستان جیسی کیفیت طاری رہتی تھی۔

میں نے فینی کو طلب کر لیا اور وہ گردن جھکائے میرے پاس آ گئی۔ "ہم' کواری چل رہے ہیں' فینی!

"یس' سر----- کب تک پروگرام ہے؟"

"دو تاریخ کو۔"

"بہتر----- اور کون ساتھ جائے گا؟"

"تم' طاہر اور اعظم----- میں نے وہاں ہوٹل گلیشیئر میں کمرے بک کروا لئے ہیں۔"

فینی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اس سے قبل تم نے وہ جگہ دیکھی ہے؟"

"نہیں' جناب! میں نے یہ ملک دیکھا ہی کہاں ہے؟"

"اوہ ہاں----- مجھے خیال ہی نہ رہا تھا۔"

"وہاں کیا پروگرام رہیں گے' جناب؟"

"بس' تفریح کریں گے' فینی! ویسے مینتھو فورے بھی کواری پہنچ رہا ہے۔ ہمیں اسے بھی چیک کرنا ہو گا۔ کیا خیال ہے؟"

"جو آپ بہتر سمجھیں' جناب!" فینی نے جواب دیا۔

"او۔ کے' فینی! تم انتظامات کرو۔"

"دیگر امور بھی ہیں' جن کا تعلق اسی پروگرام سے ہے۔"

"ہاں' پوچھو۔"

"پرنس دلاور اپنے اصلی نام سے وہاں ہوں گے؟"

"بالکل-----"

"گویا اچھی خاصی رقم کی ضرورت پڑے گی۔"

"یقیناً----- میں' طاہر اور اعظم کو اس سلسلے میں ہدایات دے دوں گا۔" میں نے کہا اور فینی گردن جھکا کر خاموشی سے چلی گئی۔ میں اس سلسلے کے آئندہ اقدامات پر غ

کرنے لگا----- پھر میں نے طاہر اور اعظم کو طلب کر لیا۔

○

اپنے شہر سے چلا تھا تو موسم کافی گرم تھا----- لیکن کواری کے ہوائی اڈے پر اترا تو موسم بالکل ہی بدلا ہوا تھا۔ میں نے گرم موسم کے لحاظ سے لباس پہن رکھا تھا۔ اسی وقت فینی نے مجھے سمور کا بنا ہوا ایک شاندار اوور کوٹ پیش کیا۔ یہ اوور کوٹ میں نے فینی کے پاس دیکھا تھا لیکن اس پر غور نہیں کیا تھا۔ وہ خود بھی ایک سوئٹر پہن چکی تھی۔

"اوہ----- کیا یہ مجھے آ جائے گا؟" میں نے اوور کوٹ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ ہی کا ہے جناب!"

"ویری گڈ' فینی! کیا تمہیں علم تھا کہ یہاں موسم اتنا سرد ہو گا-----؟" میں نے اوور کوٹ پہنتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں' جناب! آپ کے یہاں آنے کے پروگرام کے بعد میں نے کواری کے بارے میں تمام تفصیلات اکٹھا کی تھیں۔ تبھی مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ یہاں سردی ہو گی۔"

"شکریہ' فینی! میں تو فکرمند ہو گیا تھا۔"

کواری کا نام میں نے بچپن میں سنا تھا۔ آب و ہوا کے لحاظ سے یہ میرے ملک کا بہترین مقام قرار دیا گیا تھا۔ دولت مند لوگ' موسم گرما میں یہیں کا رخ کرتے تھے۔ لیکن یہ تمام باتیں بس پریوں کے دیس کی کہانیوں کی طرح میرے علم میں تھیں۔ خود میں نے اس پریوں کے دیس کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ آج میں نہ صرف بڑے بلکہ بہت بڑے آدمی کی حیثیت سے اس شہر میں آیا تھا۔

ہوائی اڈہ بین الاقوامی معیار کا تھا۔ ماحول ہی بدلا ہوا تھا یہاں کا----- یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ ہمارے ملک کا کوئی شہر ہے۔ بلکہ یہ انتہائی ترقی یافتہ ملک کا کوئی ہوائی اڈہ معلوم ہوتا تھا۔ غالباً" محکمہ سیاحت نے یہاں کافی کام کیا تھا۔ فضا پر کہر چھائی ہوئی تھی۔ جو سردی میں اضافہ کر رہی تھی۔

ضروری معاملات میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے----- باہر ہوٹل گلیشیئر کی دو گاڑیاں موجود تھیں۔ ایک وین اور ایک لمبی مرسیڈیز کار جس پر گلیشیئر کا مونوگرام بنا ہوا تھا۔ باوردی ڈرائیور آگے بڑھا اور ہمارے سامنے خم ہو کر بولا۔ "پرنس دلاور-----"

"ہاں----- ہوٹل گلیشیئر سے آئے ہو؟" فینی نے پوچھا۔

"مادام!" ڈرائیور جھک کر بولا----- اور فینی نے گردن ہلا دی۔ مجھے مرسیڈیز میں بٹھایا گیا اور اعظم اور طاہر کو وین میں جگہ دی گئی۔ اس طرح ہم ہوٹل گلیشیئر روانہ ہو

گئے۔

صاف ستھری کشادہ سڑکوں کے دونوں طرف دور دور تک سبزہ بکھرا ہوا تھا۔ جو ہلکی دھند میں مزید خوبصورت نظر آ رہا تھا۔ موسم' طبیعت پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور ایک طرح کی جولانی پیدا ہو گئی۔ فینی' میرے بالکل نزدیک اور مستعد بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے چور نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن اس کے چہرے سے کوئی اندازہ نہ ہو سکا۔ اس کی شخصیت واقعی انوکھی تھی۔ میں نے اس کی شوخ فطرت کی صرف ایک جھلک دیکھی تھی۔ اور اب یوں گمان ہوتا تھا جیسے وہ صرف دھوکا ہو۔ اس کے بعد' اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی نہ آئی تھی۔ نہ جانے کیوں؟ یہ معمہ حل نہ ہو سکا تھا۔

ہوٹل گلیشیئر کا کمپاؤنڈ بہت وسیع تھا۔ ایک جانب پارکنگ لاٹ تھا۔ جس پر تقریباً" پندرہ گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ان میں دو تین پرائیویٹ گاڑیاں تھیں۔ باقی سب پر ہوٹل کا مونوگرام تھا۔

مرسیڈیز نے مجھے صدر دروازے کے پاس اتارا۔ گاڑی رکتے ہی ڈرائیور نے جلدی سے اتر کر دروازہ کھولا۔ سامنے دو پورٹر کھڑے ہوئے تھے۔ نیچے اتر کر میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا---- اور سو' سو کے دو نوٹ نکال کر ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

دونوں پورٹروں نے یہ منظر دیکھا تو میرے آگے بچھ بچھ گئے اور میں ان کی رہنمائی میں چل پڑا۔ فینی' میرے پیچھے تھی۔ لفٹ نے ہمیں دوسری منزل پر اتار دیا اور دو نوٹ لفٹ مین کی جیب میں پہنچ گئے۔ دونوں---- پورٹروں کی حالت اور خراب ہو گئی۔ اپنے کمرے میں داخل ہو کر میں نے جیب میں سے سو' سو کے سات' آٹھ نوٹ نکالے اور ان پورٹروں کے حوالے کر دیئے۔

فینی' میرے اس عمل پر خاموش تھی---- پھر وہ' مجھ سے اجازت لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور دونوں پورٹر بھی اس کے ساتھ ہی کمرے سے نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے کی عقبی کھڑکی کو کھولا تو دل خوش ہو گیا۔ دور تک خوش نما مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ دھن میں سویا ہوا ماحول بہت دلکش لگ رہا تھا۔ میں چند لمحوں تک کھڑکی میں کھڑا رہا پھر اس وقت چونکا جب میرا سامان اندر آیا۔ اس بار دوسرے دو افراد تھے۔ جنہوں نے میرا سامان' قرینے سے الماریوں میں لگایا---- پھر جب وہ کمرے سے نکلے تو ان کی جیبوں میں بھی دو دو نوٹ تھے۔ پھر دو آدمی اور اندر آئے۔ انہوں نے انٹر کام لا کر رکھا اور اس کے تار وغیرہ جوڑ دیئے۔ یہ انٹر کام فینی سے رابطے کے لئے تھا۔ ٹپ تو انہیں بھی ملنی تھی۔ میں نے گلیشیئر میں قیام کے

لئے ایک پروگرام بنایا تھا اور یہ اخراجات اسی پروگرام کے سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو اب مینجر کی باری تھی۔ میں نے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر میز پر ڈال دی اور باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ باتھ روم سے نکلا تو ایک اچھی شخصیت کا مالک' ادھیڑ عمر شخص موجود تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر ادب سے جھکا۔

"شرمندہ ہوں' پرنس! استقبال کو نہ پہنچ سکا---- میں گلیشیئر کا مینجر ہوں۔"

"کوئی بات نہیں' مینجر!"

"میں' پرنس کے سلسلے میں کچھ ہدایات چاہتا تھا اور یہ ہدایات سیکریٹری صاحبہ سے بھی مل سکتی تھیں لیکن میری آرزو تھی کہ میں پرنس سے ملاقات کروں۔ عقیدت کے جذبات کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔ یقیناً پرنس اس سے قبل بھی کواری تشریف لائے ہوں گے لیکن گلیشیئر کو عزت پہلی بار بخشی گئی ہے۔ اسی لئے میں حاضر ہوا ہوں۔"

"شکریہ مینجر! کوئی ضرورت ہوئی تو تمہیں زحمت دیں گے۔" میں نے قدرے لاپرواہی سے کہا۔

"برف کے میدانوں میں پہاڑی بکروں کا شکار' اس موسم کی سب سے بڑی تفریح خیال کیا جاتا ہے۔ اگر پرنس' اس سے دلچسپی کا اظہار کریں تو میں ذاتی طور پر انتظامات کر سکتا ہوں۔"

"اوہ' ہمیں دلچسپی ہے۔ تمہیں یقیناً زحمت دیں گے' مینجر!"

"شکریہ' پرنس! سمع خراشی کی معذرت چاہتا ہوں۔" مینجر اٹھتے ہوئے بولا۔ "اجازت----؟"

"بہت بہت شکریہ' مینجر! میز پر پڑی گڈی اٹھا لو۔" میں نے کہا۔

مینجر نے میز کی طرف دیکھا تو اس کا رنگ فق ہو گیا پھر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"خادم ہوں' حضور کا۔ اس کی ضرورت نہیں۔"

"یہ ہماری روایت ہے' مینجر! اسے قبول کر لو' پلیز!"

"بے حد شکر گزار ہوں۔" مینجر نے کہا اور گڈی اٹھا لی۔ تھوڑا سا احتراماً" جھکا پھر کمرے سے نکل گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ جو کچھ میں نے سوچا تھا' اس سے مختلف نہیں ہوا تھا۔ کس قدر نفرت انگیز ہے یہ دولت' میرا بس چلتا تو ساری دنیا کی دولت اکٹھی کر کے اس کو آگ لگا دیتا۔ اس نے انسانی فطرت کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ یہ اعضا میں خون کی

گردش بن گئی ہے۔ اس کی وجہ سے فطرت میں وحشت و بربریت پیدا ہو گئی ہے اور زمین خون رنگ ہو گئی ہے----- پھر بھی اس قابل نفرت شے سے محبت کی جاتی ہے۔ ایک لمحے کے لئے یہ جذباتی اور احمقانہ سوچ میرے ذہن میں پیدا ہوئی لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔

پھر وہی ہوا جس کا امکان تھا۔ گلیشیر میں پرنس کا نام' چاروں طرف گونجنے لگا۔ لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ فینی نے مجھے بتایا۔ "باہر تو بڑے ہنگامے ہیں' سر!"

"کیسے ہنگامے' فینی؟"

"ہر طرف پرنس دلاور کے چرچے ہو رہے ہیں۔ یہاں ہوٹل میں مقیم مہمان بھی پرنس کے بارے میں ایک دوسرے سے استفسار کر رہے ہیں۔"

"خوب-----" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میرا خیال ہے' سر----- یہ سب کچھ ہمارے پروگرام کا ایک حصہ ہے۔"

"ہاں' فینی! تم ان چرچوں کی وجہ بھی سمجھ رہی ہو گی۔"

"یس' سر! اسی وقت سے' جب آپ نے ڈرائیور اور پورٹروں کو ٹپ دی تھی۔"

"ہاں' میں چاہتا ہوں' میسٹو فورے جب یہاں پہنچے تو پرنس کا نام' اس کے لئے اجنبی نہ ہو۔"

"جی' مجھے اندازہ ہے۔" فینی آہستہ سے بولی۔

"تم سے تو کسی نے ملاقات کی کوشش نہیں کی تھی؟"

"صرف مینجر آیا تھا' پرنس کی ضرورتوں اور دلچسپیوں کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے۔" فینی نے جواب دیا۔

میں نے گردن ہلا دی۔ "یہ سخاوت جاری رہے گی۔ اس مہم کے لئے ہمارے بجٹ میں کافی گنجائش ہے۔ اور ہاں' رات کا کھانا----- ہم ڈائننگ ہال میں کھائیں گے۔ اس سے قبل ہم اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

"بہتر-----" فینی نے جواب دیا۔

اس کے بعد میں آرام کرتا رہا۔ نیند تو نہیں آتی تھی لیکن طبیعت کسی قدر مست ہو گئی۔ شام کو چھ بجے میں اٹھ گیا۔ فینی نے مینجر کو میرے پروگرام سے آگاہ کر دیا تھا۔

ڈائننگ ہال کے ایک خوش نما گوشے میں میرے لئے میز لگائی گئی تھی۔ میرے اطراف میں فینی' طاہر اور اعظم کی میزیں تھیں۔ ہال میں بہت سے غیر ملکی بھی تھی۔ موسیقی کی لہریں پورے ہال میں چکراتی پھر رہی تھیں۔ چوبی فرش کے دوسرے سرے پر آرکسٹرا سجا

ہوا تھا اور سازندے اپنے کام میں مصروف تھے۔ میں اس ماحول سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ بہت سی نگاہیں مجھ پر مرکوز تھیں۔ اس وقت میرے ذہن میں اپنے لئے ایک جملہ گونج اٹھا۔ "کرائے کا شہزادہ' جسے چند لوگوں کی قربانیوں نے عزت بخشی ہے۔ ورنہ میں کیا تھا اور میری اوقات کیا تھی۔ یہ سب جو مجھ سے مرعوب نظر آ رہے تھے' کچھ عرصے قبل میری طرف رخ کر کے بیٹھنا بھی پسند نہ کرتے۔

پھر ویٹروں کی پوری فوج حملہ آور ہو گئی۔ ایک سپروائزر' ان کے ساتھ تھا۔ کھانے کا انتظام اور چونچلے جاری رہے۔ تصویر کے انوکھے رخ میرے سامنے تھے۔ مجھے گندی نالیوں کے قریب پڑے ہوئے وہ بھوکے فقیر یاد آ گئے جن کے ہاتھوں پر سالن سے لتھڑی ہوئی روٹیاں رکھی ہوتی تھیں اور وہ پیٹ کی آگ بجھا رہے ہوتے تھے۔ دوسری طرف یہ اہتمام----- کیسی انوکھی دنیا تھی یہ۔ بہرحال اداکاری جاری رہی۔ کھانا کھایا' ٹپ دی اور نہ جانے کیا کیا ڈرامے ہوتے رہے پھر رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی۔ دفعتاً" فینی اٹھ کر میرے پاس آ گئی۔ "سر! ایک الجھن پیش آ گئی ہے۔"

"وہ کیا-----؟"

"ایک خاتون' آپ کے ساتھ رقص کرنا چاہتی ہیں۔"

"اوہ----- ٹال دو' فینی!"

"بہت کوشش کی' سر----- پھر مجبوراً" آپ سے اجازت لینے آنا پڑا۔"

"کون ہے؟"

"وہ' اس میز پر بائیں طرف۔" فینی نے ایک جانب اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے' ایک راؤنڈ کے بعد میں چلا جاؤں گا۔ یہ سب کچھ مجھے پسند نہیں۔"

جس لڑکی نے مجھ سے رقص کی فرمائش کی تھی' وہ کافی خوبصورت تھی۔ وہ میری میز پر آئی تو اس کے بدن سے خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں----- میں نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "مجھے رقص نہیں آتا----- لیکن آپ کی فرمائش نہ ٹال سکا۔ کیا نام ہے' آپ کا؟"

"شمائلہ----- میں چمڑے کے بہت بڑے تاجر یعقوب گوبو کی بیٹی ہوں۔" اس نے اپنا تعارف کروایا۔

"بڑی مسرت ہوئی' آپ سے مل کر۔ کہاں سے آئی ہیں؟"

"جام پور سے----- ہر سال آتی ہوں۔ کواری' اس موسم میں زمین کا حسین ترین خطہ ہوتا ہے۔"

"آپ تو یہاں سے خوب واقف ہوں گی؟"

"جی' کئی سال سے یہاں آتی ہوں۔" ہم دونوں چوبی فرش پر پہنچ گئے۔ مجھے واقعی رقص نہیں آتا تھا۔ شائلہ ہی مجھے نچارتی رہی----- یہ سب ضرورت کے تحت ہو رہا تھا۔ بہرحال شائلہ سے دوستی ہو گئی۔ وہ بھی اسی ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھی۔ دوسرا راؤنڈ شروع ہونے سے پہلے ہی میں وہاں سے اٹھ گیا۔

دوسرے دن' گیارہ بجے کے قریب شائلہ پھر آ گئی لیکن میں نے اس سے دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ "باہر بارش ہو رہی ہے' پرنس! کیا اس موسم میں آپ اپنے کمرے میں رہیں گے؟"

"بارش ہو رہی ہے؟" میں چونک پڑا۔

"رات ہی شروع ہو گئی تھی۔"

"مجھے علم نہیں تھا۔"

"آیئے' ہم نکلیں----- میرے پاس پی کاس ہے۔ بارش کی خاص سواری----- میں' آپ کو کواری کے اطراف کی سیر کراؤں گی۔"

"سوری' شائلہ! میں اس وقت نہ جا سکوں گا۔ میرا مزاج----- بارش برداشت نہیں کر سکتا اور پھر میں نے کچھ لوگوں کو وقت دے رکھا ہے۔"

"اوہ----- تو پھر میں بھی نہیں جاتی۔ یہاں' آپ کے ساتھ گزرنے والا وقت' باہر کے موسم سے کہیں زیادہ حسین ہے۔ پرنس! میں محسوس کر رہی ہوں کہ جیسے آپ یہاں کے موسم اور ماحول سے زیادہ دلچسپی نہیں لے رہے۔"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اپنے طور پر دلچسپی لے رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"یہ آوارہ موسم' آداب و روایات کی قید قبول نہیں کرتا۔ جوانی تند بارش کی طرح ہے۔ برسے تو جل تھل کر دے۔ آپ سمندر کی طرح پر سکون کیوں ہیں؟"

"اس لئے کہ سمندر ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"جوانی سمندر نہیں ہے' ایک پر شور ندی ہے۔ یہ طوفان کی طرح گرتی ہے اور اپنی روانی میں سب کچھ بہا لے جاتی ہے۔ آپ اسے سمندر کیوں بنا رہے ہیں' پرنس؟"

"آپ چند لمحات کی ملاقات میں' میری فطرت بدلنے کی خواہش مند کیوں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔ لڑکی کچھ ضرورت سے زیادہ فری ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن میں تفریحاً" بھی ایسا کوئی جنجال پالنے کے لئے تیار نہ تھا۔

"اوہ' نہیں' پرنس! سوری----- شاید آپ' میری رفاقت پسند نہیں کر رہے۔" وہ سنبھل گئی۔

"نہیں' شائلہ صاحبہ! میں نے عرض کیا نا----- کہ میں نے کچھ لوگوں کو وقت دے رکھا ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے اجازت دیجئے۔" وہ کسی قدر روٹھے ہوئے انداز میں بولی۔

"پھر ملاقات ہو گی۔" میں نے کہا اور وہ باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے سکون کی سانس لی پھر میں نے انٹر کام پر فینی کو مخاطب کیا۔

"یس' سر!"

"فینی! اس فضول لڑکی کو مجھ پر مسلط نہ ہونے دیا کرو۔ وہ اگر آئندہ آئے تو اس سے معذرت کر لینا۔"

"بہتر' جناب! وہ اعظم نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں۔ شکار پر جانے کی اجازت مانگ رہے تھے۔"

"جانے دو۔ ابھی ہمارے پاس کافی وقت ہے----- اور فینی! اگر تم بھی چاہو تو-----"

"نہیں' جناب! شکریہ-----" فینی نے جواب دیا اور میں نے انٹر کام بند کر دیا۔

میں وقت سے کچھ قبل' اسی لئے یہاں آ گیا تھا کہ خود کو یہاں کے ماحول میں ضم کر لوں لیکن فضولیات بور کر رہی تھیں۔ ہر قدم پر عورت۔ ماحول میں بے پناہ تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ جس قدر بلندی سے اس ماحول کو دیکھتا' اتنا ہی گھناؤنا محسوس ہوتا۔ میری اپنی سطح کے لوگ ابھی تک مشرق کی روایات کو قائم رکھے ہوئے تھے لیکن سطح سے بلند لوگ' خود کو بھول چکے تھے۔

اعظم اور طاہر نے مجھے اطلاع دی کہ سیٹھ جبار کے چار آدمی یہاں مقیم ہیں اور وہ' انہیں ٹریس کر چکے ہیں پھر انہوں نے مجھے ان لوگوں کو دکھا بھی دیا لیکن ان میں کوئی میرا شناسا نہیں تھا۔ بہرحال' میں نے انہیں' ان لوگوں پر نگاہ رکھنے کی ہدایت کر دی۔

چوتھے دن مجھے ایک کال ملی۔ دوسری طرف تغلق خان تھا۔

"ہیلو' خان----- خیریت ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں' جناب! آپ سے آزادی کے ساتھ بات کر سکتا ہوں؟" تغلق خان نے پوچھا۔

"ہاں' ڈائریکٹ لائن ہے۔ کہو' کیا بات ہے؟"

"چیف! مجھے ایک آفر ملی ہے۔"

"کیسی آفر ہے؟"

"اپنے چمن نے مجھے پیشکش کی ہے کہ اپنی پسندیدہ شرائط پر بلیک مین کے ساتھ شامل ہو جاؤں۔ بلیک مین سمجھ رہے ہوں گے' جناب؟"

"ہاں' سمجھ رہا ہوں۔"

"ایک لحاظ سے بہترین آفر ہے۔ جسے اس وقت تو میں قبول نہیں کر سکتا تھا جب تک کہ آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن اب یہ ایک شاندار موقع ہے۔"

"وہ کس طرح تغلق خان؟"

"مجھے یقین ہے' چیف! کہ میں اس کے آدمیوں میں نمبر ایک بن جاؤں گا اور پھر اس کے سارے راز آپ کے ہوں گے۔" تغلق خان نے کہا۔

"او۔ کے' خان! فوراً" قبول کر لو۔ یہ پیشکش۔"

"مجھے یقین تھا کہ آپ انکار نہیں کریں گے۔ آپ دیکھیں گے' جناب! کہ اس طرح میں کتنا کار آمد ثابت ہوتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں' تغلق خان!"

"خدا حافظ-----" تغلق خان نے کہا اور فون بند ہو گیا۔ تغلق خان قابل اعتماد شخص تھا۔ اگر وہ چاہتا تو اپنے طور پر گروہ بنا کر ہر کام کر سکتا تھا لیکن وہ' پروفیسر شیرازی کا ممنون تھا اور ایسے لوگ قابل اعتماد ہوتے ہیں جو دولت کے غلام نہیں ہوتے۔ وہ اس قدر شاندار انسان تھا کہ جبار سیٹھ اس پر اعتماد کر سکتا تھا اور اس طرح یہ ایک تیر سیٹھ جبار کے عین دل میں پیوست ہو جائے گا۔

بہرحال اس پروگرام کو میں ہر طرح بہتر سمجھتا تھا۔ یوں وقت گزرتا گیا اور چھ تاریخ کو مینتھو فورے' کواری پہنچ گیا۔ تمام لوگوں کی ڈیوٹی----- ایئرپورٹ پر تھی۔ یہاں تک کہ میں نے فینی کو بھی بھیج دیا تھا۔ فینی واپس آئی تو پتہ چلا کہ فورلے آ گیا ہے۔

"اسی منزل پر' اس کے دو کمرے ہیں' جناب! اس کی سیکرٹری ڈریلا ایک نوجوان لڑکی ہے۔"

"گڈ----- اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں' جناب!"

"سیٹھ جبار کے آدمی' ایئرپورٹ پر اس سے ملے؟"

"قطعاً" نہیں۔ ویسے وہ وہاں موجود تھے۔"

"تم لوگ تو ان کی نگاہ میں نہیں آئے؟"

"نہیں' جناب! اس کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔"

"گڈ----- ویسے' اگر ممکن ہو اور حالات خود بخود ایسے ہوں تو تم ڈریلا سے دوستی کر سکتی ہو۔"

"میں خود کوشش کروں؟"

"نہیں۔ انہیں کسی طور پر احساس نہیں ہونا چاہئے کہ ہم ان میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"او۔ کے!" فینی نے کہا اور چلی گئی۔

اب میرے کام کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس دوران دوسرے دلچسپ واقعات بھی رونما ہوتے رہے تھے۔ آوارہ قسم کی کئی لڑکیوں نے فینی کو دوست بنانے کی کوشش کی تھی اور اسے رشوت بھی پیش کرنی چاہی تھی کہ وہ پرنس سے اس کی دوستی کرا دے۔ ہوٹل کے ویٹرز' سپروائزر کو رشوت پیش کرتے کہ ان کی ڈیوٹی' پرنس کے کمرے پر لگا دی جائے۔ گویا پرنس کی اہمیت زبردست تھی اور یہ ناممکن تھا کہ مینتھو فورے تک یہ بات نہ پہنچے۔ اسی شام' اس کا مظاہرہ بھی ہو گیا۔

مینتھو فورے' بلند قامت' شاندار صحت کا مالک ایک ادھیڑ عمر شخص تھا۔ وہ چہرے ہی سے ذہین بلکہ مکار شخص نظر آتا تھا۔ ہاں' اس کی ساتھی لڑکی بلا شبہ خوبصورت تھی۔

ہال میں آج ویک اینڈ پروگرام تھا۔ اس لئے شکاری بھی سوٹ میں آئے تھے اور ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ فورے شاید ہوٹل کے مستقل گاہکوں میں تھا کیونکہ اس کی پذیرائی ہو رہی تھی لیکن جب میں ہال میں داخل ہوا تو صورت حال بدل گئی۔ انتظامیہ کے افراد خصوصی بھاگ دوڑ کرنے لگے اور میں نے مینتھو فورے کو بھی اپنی طرف متوجہ دیکھا۔ اس کی ساتھی لڑکی' اس کے قریب بیٹھی تھی۔ دونوں میری جانب نگراں تھے۔ میں نے بھی آج کچھ زیادہ ہی اداکاری کا مظاہرہ کیا۔

وقت گزرتا رہا۔ رقاصاؤں نے پروگرام پیش کئے۔ اس سلسلے میں بھی میرا خیال رکھا گیا تھا۔ میں کافی دیر تک ہال میں رہا اور پھر جب رقص کا پروگرام شروع ہوا تو میں اٹھ گیا۔ میرے خیال میں آج صرف اتنی جھلک کافی تھی۔

دوسرا دن بھی گزر گیا----- پھر تیسرے دن فینی نے مجھے اطلاع دی۔ "ڈریلا' مجھ سے ملی تھی سر!"

"گڈ----- بڑی دیر لگا دی' ان لوگوں نے۔"

"وہ لوگ' یہاں ایک ہفتہ گزارنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔"

"خوب----- کیا گفتگو رہی' ڈریلا سے؟"

"آپ کے بارے میں بڑی متجسس ہے۔ آپ کی شخصیت کے گن گا رہی تھی۔ کہنے لگی۔ پرنس' اس وقت کواری کی سب سے مقبول شخصیت ہیں----- پھر وہ' مجھ سے مزید معلومات حاصل کرتی رہی۔"

"مثلاً"-----؟"

"پرنس کے کاروبار کے بارے میں' ریاست کے بارے میں۔ میں نے اسے بتایا کہ ریاستوں کا دور تو ختم ہو گیا ہے۔ پرنس' خاندانی حوالے سے پرنس کہلاتے ہیں اور کسی نواب سے زیادہ دولت مند ہیں۔ اس کے بعد' میں نے آپ کے کاروبار کی تفصیلات بتائیں۔"

"خود اس نے بھی اپنے بارے میں کچھ بتایا؟"

"اپنے بارے میں نہیں بلکہ باس کے بارے میں بات چیت کرتی رہی۔ مینتھو فورے ایک بین الاقوامی کاروباری ہے۔ دنیا بھر میں سودے بازی کرتا رہتا ہے۔ بڑا عمدہ کاروبار ہے' اس کا' یہاں وہ خریداری ہی کے لئے آیا ہے۔"

"گڈ----- اور کچھ؟"

"بس' ابھی تو گفتگو یہیں تک محدود رہی ہے۔ میرا خیال ہے' بہت جلد کام کی بات شروع ہو جائے گی۔"

اور فینی کا خیال غلط نہیں تھا۔ پانچ بجے کے قریب' اس نے انٹر کام پر مجھے مخاطب کیا۔ "سر! مسٹر مینتھو فورے کی سیکریٹری مس ڈریلا بونیک' میرے پاس تشریف لائی ہیں۔ مسٹر مینتھو فورے ایک انٹرنیشنل تاجر ہیں اور آج کل یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کا قیام اسی ہوٹل میں ہے۔ وہ آج ڈنر پر آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں۔ کیا آپ' انہیں وقت دے سکیں گے؟"

"صرف ایک شرط پر۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا' جناب؟"

"ڈنر کا کوئی اہتمام نہ کیا جائے۔ ان سے کہیں کہ اگر یہ دوستانہ ملاقات ہے تو بے تکلفی کے ماحول میں ہونی چاہئے اور بالکل عام سے انداز کا ڈنر ہو۔"

"مس فینی! مجھے اجازت دیں کہ میں' پرنس سے گفتگو کروں۔" انٹر کام پر مجھے' ڈریلا

کی آواز سنائی دی۔

"جی----- ضرور----" فینی نے کہا----- پھر ڈریلا کی آواز ابھری جو مجھ سے مخاطب تھی۔

"پرنس دلاور! میں ڈریلا عرض کر رہی ہوں۔"

"جی' فرمایئے۔"

"پرنس! یہ تو مسٹر مینتھو فورے کی عزت افزائی ہے کہ آپ نے ان سے بے تکلفی کے ماحول کی فرمائش کی ہے۔ مسٹر فورے خود بھی سادہ فطرت کے مالک ہیں۔ میرے خیال میں انہیں یہ شرط منظور ہو گی۔"

"تو ٹھیک ہے' مس ڈریلا! آج ہم' مسٹر فورے کے ساتھ ڈنر کریں گے۔" میں نے کہا۔

"شکریہ' پرنس! بے حد شکریہ!" ڈریلا نے کہا۔ میرا مقصد حل ہو گیا تھا۔ مجھے اس کامیابی کی بڑی خوشی تھی----- اور پھر فینی نے مجھ سے شام کے پروگرام پر بات چیت کی۔

"ڈریلا چاہتی تھی کہ ڈنر ٹیبل پر دونوں کی سیکریٹریاں بھی موجود ہوں لیکن میں نے انکار کر دیا۔"

"کوئی حرج بھی نہیں' فینی! بہرحال' تم انکار کر چکی ہو----- ویسے ڈریلا' فورے سے بے تکلف معلوم ہوتی ہے۔"

"بہت زیادہ' جناب! وہ مسٹر فورے کی سیکریٹری کے علاوہ ان کی گہری دوست بھی ہے۔"

"کیا یہ بات اس نے خود تمہیں بتائی ہے؟"

"جی ہاں----- اس کے بیان کے مطابق' مسٹر فورے بے تکلف انسان ہیں۔ لوگوں سے بہت کم قریب ہوتے ہیں لیکن جن سے قریب ہوتے ہیں' ان سے مخلص ہوتے ہیں۔ دراصل' ان کے ماحول میں یہ بات معیوب نہیں سمجھی جاتی۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ----- کہ----- سیکرٹری دوست بھی ہو؟" فینی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"یہ بات تو یہاں کے ماحول میں بھی معیوب نہیں ہے' فینی!" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"دوستی کے لئے قربت ضروری ہوتی ہے' سر!"

"میرے خیال میں سیکریٹری' سب سے قریب ہوتی ہے۔"

"جی ہاں---- لیکن یہ مزاج کی بھی بات ہے۔ بہت سے لوگ کسی ملازم کو وہ حیثیت نہیں دیتے۔"

"ایک بات بتاؤ فینی؟"

"جی' سر------"

"کیا ڈریلا' مسٹر فورے کی داشتہ بھی ہے؟"

"داشتہ' کسی کو نگاہ سے گرانے کا ایک لفظ ہے' سر! میرے خیال میں دوست' داشتہ نہیں ہوتی۔ اگر دوستی کے رشتے گہرے ہوں تو پھر وہ تنہائیوں کی رازدار بھی بن جاتی ہے۔"

"میں' انسان کی حدود کا قائل ہوں' فینی! اور وہ حدود' دولت کے معیار پر نہیں بلکہ انسانیت کے معیار کے مطابق ہونی چاہئیں۔ ممکن ہے' تم اسے' اس ملک کی قدامت پرستی تصور کرو۔"

"جی-----" فینی آہستہ سے بولی۔

"تمہارے بارے میں ایک خیال بار بار' میرے ذہن میں آتا ہے۔ کیا تم' اس کی وضاحت کرو گی' فینی؟"

"آپ حکم دیں گے تو وہ' میرا فرض ہو گا۔"

"نہیں۔ یہ ایک ذاتی سوال ہے جس کا جواب تمہیں' سیکریٹری کی حیثیت سے ہٹ کر دینا ہو گا اور تم اس جواب کے لئے مجبور بھی نہیں ہوگی۔" میں نے کہا۔

"جی' فرمائیے۔"

"جب تم' مجھ سے پہلی بار ملی تھیں تو ایک دم ہنس مکھ اور شوخ طبیعت کی مالک معلوم ہوئی تھیں لیکن اچانک' تم سنجیدہ ہو گئیں اور سنجیدگی کی یہ کہر' آج تک تم پر چھائی ہوئی ہے؟"

"آپ نے مجھ پر اس حد تک غور کیا ہے سر؟"

"ہاں' کیوں نہیں' فینی! تم میرے بہت قریب ہو۔ میرے تمام معاملات کی نگران ہو۔"

"مجھے مسرت ہے' سر! کہ آپ نے میرے بارے میں سوچا۔ میں کھل کر عرض کر رہی ہوں۔ ابتدا میں مجھے' آپ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن مجھے احساس ہوا کہ آپ کی فطرت میں کوئی کرب چھپا ہوا ہے جو آپ کو زندگی کی ان رنگینیوں سے دور رکھے ہوئے ہے جو انسان کی فطرت میں رچی ہوتی ہیں۔ سر! میں نے ایک اچھے ملازم کی طرح

خود کو سنبھال لیا اور بلاوجہ آپ کے لئے درد سر نہیں بنی۔"

"اوہ' فینی! یو آر گریٹ------ میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ میرے ذہن میں کئی بار یہ خیال آیا کہ میں نے کوئی سخت بات تو نہیں کہہ دی۔"

"نہیں' سر! اس کے برعکس' آپ کی شخصیت بے حد نرم ہے۔ مجھے' آپ سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی----- لیکن' سر! آپ نے اتنی جرات دلائی ہے تو ایک سوال پوچھ سکتی ہو۔"

"ضرور پوچھو۔"

"آپ کی ذات میں کوئی کرب ہے؟ کوئی ایسی اذیت جو آپ کو بے چین رکھتی ہو؟"

"ہاں' فینی! میں بہت دکھی ہوں۔"

"اتنی بڑی شخصیت ہونے کے باوجود؟"

"ہاں-----"

"سر! کوئی لڑکی-----؟"

"لڑکی بھی۔" میں نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"سر! وہ' اس دنیا میں ہے؟"

"خدا' اسے زندہ سلامت رکھے۔ خدا کرے' وہ جہاں بھی ہو' زندہ ہو' صحت مند ہو اور خیریت سے ہو۔"

"وہ' آپ سے روٹھ کر کہیں چلی گئی ہے؟

"وہ' مجھ سے روٹھ کر نہیں گئی بلکہ اسے مجھ سے جدا کر دیا گیا ہے۔ میری زندگی کا مقصد' صرف اس کی تلاش ہے۔ کاش! وہ مجھے مل جائے۔" فینی کی باتوں نے مجھے پھر جذباتی کر دیا تھا۔

"آپ اسے تلاش کرائیں۔ وہ ضرور مل جائے گی۔ کون تھے' وہ ظالم' جنہوں نے اسے آپ سے جدا کر دیا----- آپ نے اس سے شادی کیوں نہیں کر لی؟"

"نہیں' فینی! وہ میرے لئے مقدس اور محترم تھی' اس لئے کہ وہ میری بہن تھی' میری چھوٹی بہن' میری ماں کی اولاد۔"

"نہیں-----" فینی بھونچکا رہ گئی۔

"ہاں' سگی بہن۔"

"اوہ-----" وہ ہونٹ سکوڑ کر رہ گئی۔

"سوری' فینی! اس سے زیادہ' میں اس موضوع پر گفتگو نہیں کروں گا۔" میں سر

جھٹکتے ہوئے بولا۔ "میں اداسیوں کا شکار ہو جاؤں گا------ جبکہ ابھی مجھے چاق و چوبند رہ کر اپنا کام کرنا ہے۔"

"ضرور' سر! لیکن مجھے ایک اجازت دیجئے۔"

"ہاں کہو۔"

"جب بھی آپ کو فرصت ہوئی' جب بھی موقع ملا' آپ مجھے اس بارے میں ضرور بتائیں گے۔"

"ٹھیک ہے' فینی! میں تمہیں اپنے درد کی کہانی ضرور سناؤں گا۔ اس وقت' جب میرے دل میں ٹیسیں ابھر رہی ہوں گی۔" میں نے کہا اور فینی خاموش ہو گئی۔

رات کے لئے' فینی نے خود میرے لباس کا انتخاب کیا تھا------ سردی آج بھی زیادہ تھی۔ جب میں تیار ہو گیا تھا تو وہ خود بھی تیار ہونے چلی گئی۔ ساڑھے آٹھ بجے' ڈریلا نے مجھے فون کیا اور بتایا کہ مسٹر فورے' پرنس کا انتظار کر رہے ہیں۔

ہال میں کوئی خاص تبدیلی نہیں تھی' سوائے اس کے کہ ایک گوشے کو خالی رکھا گیا تھا اور وہاں صرف چند میزیں لگائی گئی تھیں جن کے گرد اسٹینڈنگ والٹر رکھی گئی تھیں اور یوں اس حصے کو باقی ہال سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔

مسٹر فورے اور ڈریلا استقبال کے لئے موجود تھے۔ میں گرم جوشی سے مسٹر فورے سے ملا۔ "یہ ابتدا مجھے کرنی چاہئے تھی' مسٹر میتھو فورے! کیونکہ آپ میرے ملک میں مہمان ہیں لیکن افسوس کہ آپ سے تعارف ہی حاصل نہ ہو سکا تھا۔"

"ہاں' پرنس! بدقسمتی سے میں' آپ کی طرح معروف انسان نہیں ہوں۔ جبکہ ہوٹل کا بچہ بچہ' پرنس دلاور کا نام لیتے نہیں تھکتا۔"

"اوہ------ یہ آپ کی محبت ہے ورنہ دلاور میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"میری نہیں' یہ آپ کے اہل وطن کی محبت ہے کہ انہوں نے مجھے' آپ سے ملنے کا موقع دیا۔" فورے نے کہا۔ ہم دونوں بیٹھ گئے اور فورے اپنا تعارف تفصیل سے کرانے لگا۔ آخر میں اس نے کہا۔ "اکثر آپ کے ملک میں نکل آتا ہوں۔ مقصد یہی ہوتا ہے کہ یہاں سے سستے داموں کچھ خریدوں اور باہر کی منڈیوں میں فروخت کروں۔ یہ میرا مشغلہ بھی ہے اور کاروبار بھی۔"

"بہت دلچسپ آدمی ہیں آپ' مسٹر فورے! ایک سچے کاروباری جو لگاوٹ کی باتیں کر کے خود کو چھپانے کی کوشش نہیں کرتے۔" میں نے اس کی گفتگو کو سراہتے ہوئے کہا۔

"میں اس اظہار میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ پرنس! دیکھئے نا ہم دل میں کچھ رکھیں اور ظاہر کچھ کریں تو یہ ڈپلومیسی کاروبار میں کچھ مناسب نہیں رہتی۔ ممکن ہے' مجھے آپ سے ہی کوئی بزنس مل جائے۔"

"کیوں نہیں' کیوں نہیں------ کاروبار اسی طرح ہوتا ہے۔ مجھے موقع ملا تو میں' آپ سے کاروبار ضرور کروں گا بلکہ غور کروں گا کہ میں' آپ سے کیا ڈیل کر سکتا ہوں۔"

"میں پیشگی شکریہ ادا کرتا ہوں' پرنس! کوئی ایسی چیز ہے' آپ کے پاس جو فی الحال میرے کام آ سکے۔"

"میں نہیں جانتا کہ آپ کون سی چیز میں دلچسپی رکھتے ہیں------ میرے گودام بھرے پڑے ہیں اور کاروبار ہوتا رہتا ہے۔ ہاں' اگر آپ خام کپاس میں دلچسپی رکھتے ہوں تو مجھے ضرور بتائیں۔" میں نے کہا تو فورے چونک پڑا۔ اس کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگی تھیں پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"کپاس------"

"جی۔ ایک ذخیرہ پڑا ہوا ہے' میرے پاس------ اور میں اسے زیادہ عرصے تک نہیں رکھنا چاہتا۔ اگر آپ کو اس میں دلچسپی ہو تو بتائیں۔ میں بہت کم قیمت پر اسے آپ کے حوالے کر سکتا ہوں۔"

"یہ پرنس کی پیش کش ہے۔ لہٰذا سر آنکھوں پر لیکن ایک تسلی اور چاہتا ہوں۔"

"کیا------؟"

"یہ کاروبار کس انداز میں ہو گا؟ دو کاروباریوں کے خفیہ انداز میں یا گورنمنٹ کے زیر اثر؟"

"مسٹر فورے! آپ ولادر کو اچھی طرح نہیں جانتے۔ جب وہ کسی کو دوست مان لیتا ہے تو اس کی مشکلات ختم کر دیتا ہے اگر آپ صاف ستھرے کاروباری ہیں تو میں اپنی حکومت کی طرف سے آپ کو بہترین تعاون کی پیش کش کرتا ہوں اور اگر آپ بلیک بزنس کے شائق ہیں تو ہم مال کی------ ڈلیوری' آپ کو ہانگ کانگ میں دیں گے۔"

"کیا واقعی------؟" فورے کی باچھیں خوشی سے کھل گئیں۔

"ایسی پیشکش' آپ کو کسی نے نہیں کی ہو گی' مسٹر فورے!"

"میں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ مال خریدنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اصل بات اسے لے جانا ہے۔"

"میں بھی کاروباری ہوں مگر دوستیوں کا بھی قائل ہوں۔"

"افسوس' ہم نے غلط وقت پر یہ بات کی' پرنس! میں شرمندہ ہوں۔ آپ بھی کیا

سوچتے ہوں گے' میرے بارے میں------ کہ ڈنر پر مدعو کر کے کاروباری بات چیت شروع کر دی۔"

"نہیں' مسٹر فورے! اگر اس کے لئے ہم طویل راستے اختیار کرتے تو میں' آپ کو ایک اچھا کاروباری نہ سمجھتا۔"

"سیٹھ جبار کو جانتے ہیں؟" میتھو فورے نے پوچھا۔

"ہاں' معروف نام ہے۔"

"میں اسی کے پاس آیا تھا۔ چونکہ ہمارا کاروبار بلیک ہوتا ہے۔ اس لئے ذرا گھماؤ پھراؤ اختیار کرتا ہوں۔ چند روز کے بعد' اس سے کاروبار گفتگو ہونے والی ہے لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ یہاں میری تقدیر کی روشنی میری منتظر ہے۔"

"آپ اس سے ضرور کاروباری کریں۔ میں' آپ کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ایک نو دولتے بنئے اور ایک پرنس میں جو فرق ہوتا ہے' وہ میں' آپ کو بتانا چاہتا تھا۔"

"مجھے اندازہ ہے' پرنس! آج تک اتنی صاف گفتگو کسی کاروباری نے نہ کی ہو گی لیکن اب بات اور بھی سن لیں۔ اس کے بعد میں' آپ کا تعاقب کرتا رہوں گا۔ ساری دنیا سے میرے پاس آرڈر آتے ہیں اور میں ہر جگہ سے مال خریدتا ہوں۔ میرے پہلے کاروباری آپ ہوں گے پرنس! بعد میں دوسرے۔"

"ٹھیک ہے' مسٹر فورے! آپ مایوس نہیں ہوں گے۔"

"یقیناً یقیناً-----" وہ بولا۔

"بس' اب کاروباری گفتگو ختم۔ اس کا دوسرا دور کسی مناسب وقت پر ہو گا۔" میں نے کہا۔ اس نے گردن ہلا دی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ پھر کھانے کا دور چلا----- کھانے کے دوران ہم مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔

پھر رقص کے لئے موسیقی شروع ہوئی تو فورے بولا۔ "میں' آپ کی سیکریٹری کے ساتھ رقص کی اجازت چاہتا ہوں' پرنس!"

"میری طرف سے اجازت ہے لیکن میں اسے مجبور نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ڈیوٹی کے اوقات میں رقص نہیں کرتی اور جب تک وہ' میرے ساتھ رہتی ہے خود کو ڈیوٹی پر سمجھتی ہے۔"

"فورے کی بھی چند خوبیاں ہیں' پرنس! جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی لڑکی نے اسے مایوس نہیں کیا۔ اس نے جس لڑکی سے چند لمحات بھی گفتگو کی ہے' اس نے پھر

فورے کے علاوہ کسی اور کے بارے میں نہیں سوچا۔ سوری' پرنس! میں' آپ کی سکیٹری کو ورغلانے جا رہا ہوں۔"

"ضرور---- ضرور---- ضرور' مسٹر فورے! مجھے خوشی ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔ اور فورے لڑکیوں کی میز پر پہنچ گیا۔ اس نے کچھ کہا تو ڈریلا اپنی جگہ سے اٹھ کر مسکراتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔

"پرنس دلاور جیسی دل آویز شخصیت کے ساتھ رقص کرنے کو میں اپنی انتہائی خوش بختی تصور کروں گی۔ مجھے یقین ہے کہ میں زندگی کے کسی دور میں بھی ان لمحات کو فراموش نہیں کر سکوں گی۔" اس نے میرے سامنے' کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ' ڈریلا! لیکن شاید میری سکیٹری نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ میں رقص نہیں کرتا۔"

"کیا واقعی' پرنس؟"

"ہاں' مس ڈریلا' حالانکہ آپ جیسی حسین لڑکیاں تو لوگوں کو اشاروں پر نچا سکتی ہیں لیکن بدقسمتی سے مجھے تھرکنا نہیں آتا۔"

"کیوں پرنس! کیا اس دور میں بھی آپ قدامت پرست ہیں؟"

"ہرگز نہیں---- لیکن خاندانی حالات----- والد صاحب نے ایک بار' ایک یورپین خاتون کی فرمائش پر' ان کے ساتھ رقص کر لیا تھا۔ دادا جان نے ان کی دونوں ٹانگیں کٹوا دیں اور باقی زندگی والد صاحب نے بیساکھیوں اور وہیل چیئر کے ساتھ گزاری۔ اس وقت سے یہ خوف ذہن میں بیٹھا ہوا ہے۔ اگر چوبی فرش پر جاؤں تو میری ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں۔ آپ بھی خواہ مخواہ تماشہ بنیں گی۔ ایک بار کوشش کی تو ساتھی خاتون بھی گر گئی تھیں۔ اس کے بعد سے توبہ کر لی۔"

"حیرت انگیز------ کیا آپ کے والد زندہ ہیں؟"

"نہیں-----" میں نے جواب دیا۔

"اس کے باوجود' یہ خوف آپ کے ذہن پر مسلط ہے۔"

"جی ہاں-----"

"آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ دادا جان زندہ ہیں۔" میں نے جواب دیا تو ڈریلا حیرت سے منہ کھول کر رہ گئی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"یقیناً یہ بات آپ نے مسٹر فورے کو نہیں بتائی ہو گی؟"

"ہاں' مسٹر فورے نے مجھ سے رقص کی فرمائش نہیں کی تھی-----" میں نے جواب دیا اور ڈریلا ہنس پڑی۔

"رقص نہ سہی! میں' آپ کے ساتھ کچھ وقت تو ضرور گزار سکتی ہوں۔" ڈریلا نے کہا۔

"مجھے خوشی ہو گی۔"

"ویسے مسٹر فورے نے مجھے یہی حکم دیا تھا کہ پرنس کے ساتھ رقص کروں۔ وہ شاید آپ کی سیکریٹری کے ساتھ رقص کریں گے۔"

"شاید-----" میں نے کہا۔ اسی وقت رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی لیکن فینی' مسٹر فورے کے ساتھ رقص کرنے کے لئے نہیں اٹھی تھی۔ یہ دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے خوشی ہوئی تھی۔ مسٹر فورے نے بھی رقص نہیں کیا۔ تھوڑی دیر تک وہ فینی کے پاس بیٹھا رہا پھر واپس آ گیا۔

"میرا خیال ہے' ڈریلا! تم بھی ناکام رہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم فینی کے پاس واپس جاؤ۔ ویسے میری طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ اگر تم رات پرنس کے ساتھ گزارنا چاہو تو گزار سکتی ہو۔"

"شکریہ' مسٹر فورے!" ڈریلا' میری طرف برق پاش نگاہوں سے دیکھتی ہوئی واپس اپنی میز پر پہنچ گئی۔

"آپ کی سیکریٹری بڑی توہم پرست ہے' پرنس!" مینتھو فورے کا چہرہ پھیکا پھیکا نظر آ رہا تھا۔

"کیوں-----؟"

"کسی پیشن گو نے پیشن گوئی کی ہے کہ اگر اس نے زندگی میں کسی کے ساتھ رقص کیا تو وہ ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ بھی وہ بڑی دل دہلا دینے والی باتیں کر رہی تھی۔ اس نے زندگی بھر شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ اس پر عقرب کا سایہ ہے۔"

"میں نے اس کی ذاتیات میں کبھی دلچسپی نہیں رکھی۔"

"تو----- کیا---- وہ آپ کی تنہائیوں کی ساتھی نہیں ہے؟"

"نہیں' میری ملازمت اختیار کرنے سے قبل' اس نے یہی ایک شرط رکھی تھی کہ وہ صرف میری سیکریٹری رہے گی۔"

"اس کے باوجود' آپ نے اسے ملازم رکھ لیا؟"

"اس لئے' مسٹر فورے! کہ مجھے واقعی ایک سیکریٹری کی ضرورت تھی۔"

○

تغلق خان نے مجھے فون پر اطلاع دی کہ سیٹھ جبار' ایک ہفتے کے لئے یورپ چلا گیا اس دوران میں اس کے آدمی' مینتھو فورے کو کواری میں شکار کھلاتے رہیں گے۔ سے فورے کے لئے کچھ لڑکیاں بھی روانہ کی گئی ہیں۔

تغلق خان نے سیٹھ جبار کی ملازمت اختیار کر لی تھی اور وہاں کام شروع کر دیا تھا۔ بھی اس کام کی تفصیل معلوم نہیں وہ سکی تھی۔ لیکن تغلق خان پر مجھے کامل بھروسہ دوسری طرف مینتھو فورے سے میری دوستی خوب نبھ رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اگر جبار' یورپ نہ بھی جاتا تو فورے' اس سے ملاقات میں ابھی حیل و حجت کرتا۔ کیونکہ ہ' مجھ سے کاروبار کرنے کا خواہاں تھا۔

اس ملاقات سے پانچویں دن' میں نے اسے شکار کی پیش کش کر دی اور فورے تیار ہو کواری کے حسین نواح میں یہ میرا پہلا شکار تھا----- لیکن میں نے یہاں بھی کو بہت متاثر کیا۔ لڑکیاں بھی ساتھ تھیں۔ میں نے تین پہاڑی بکروں کو بیک وقت ر کے' علاقے میں شکار کھیلنے والے شکاریوں کو بھی حیرت میں ڈال دیا تھا لیکن سچی ہ تھی کہ یہ شکار میں نے ان بکروں سے ناواقفیت کی وجہ سے کر لیا تھا----- اور نکاریوں سے ان کے بارے میں معلومات ہوئیں تو وہاں سے واپسی ہی مناسب سمجھی۔ ی ہم کوئی طویل پروگرام بنا کر نہیں گئے تھے۔ بہرحال' ایک رات تو وہاں گزارنی ہی یونکہ شام گہری ہو چکی تھی اور برفانی راستوں پر رات کا سفر غیر مناسب تھا۔

شکار کا سارا انتظام' ہوٹل نے کیا تھا۔ مینجر کی خصوصی توجہ حاصل تھی اس لئے ایک ب اور خیمے ساتھ کئے گئے تھے۔ ہم نے کسی گائیڈ یا ملازم کو ساتھ نہیں لیا تھا البتہ ر اعظم ساتھ تھے۔ وہی دونوں تمام فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ انہوں نے ریاں لگا کر آہنی آتش دان سلگا دیے تھے جو ہوٹل کے سامان کے ساتھ تھے۔ بکروں ت بھی انہوں نے ہی تیار کیا تھا اور یہ کچا پکا گوشت بہت لذیذ لگا تھا۔ اتفاق سے شراب کا زیادہ عادی نہ تھا لیکن پھر بھی اس نے برانڈی کی ایک بوتل ساتھ رکھ لی رات کو میری چھلداری میں بیٹھ کر' ناک سے شوں شوں کرتے ہوئے اس نے بتایا۔

"شراب اس موسم میں اکسیر ہوتی ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ شراب کے موسم نامکمل ہے------ لیکن زندگی میں' میں نے ایک عظیم نقصان اٹھانے کے اصول بنا لیا ہے کہ اگر بزنس ٹور پر نکلو تو شراب کو ہاتھ نہ لگاؤ۔"

"ایک عظیم نقصان اٹھانے کے بعد۔۔۔۔؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔ پورے بیس لاکھ ڈالر کا نقصان۔۔۔۔ ایک دفعہ مجھے شراب پلا کر رقم ادا کئے بغیر' ایک کاروباری معاہدے پر دستخط کرا لئے گئے تھے۔ بس اس دن سے م نے کاروباری دوروں کے دوران۔۔۔۔ شراب پینی ترک کر دی ہے۔"

"اور عورت۔۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"غیر عورت سے احتیاط برتنی چاہئے۔ بہتر ہے کہ اپنی سے گزارا کیا جائے۔ اس لـ میں سیکریٹری کو ساتھ رکھتا ہوں۔ ویسے ڈریلا کا خیال ہے کہ آپ کے ملک کے تمام لوگ آپ جیسے نہیں ہوتے کہ رقص کرتے ہوئے اپاہج ہو جائیں اور خواب گاہ میں بستر پر لیـ جائیں تو اتنی گہری نیند سوئیں کہ آسانی سے ذبح کر دیئے جائیں۔ ڈریلا آپ کی خواب گ سے بھی ناکام لوٹی ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔ کمال ہے۔ مجھے علم ہی نہیں۔" میں نے چونک کر کہا۔

"مجھے تو اس بات پر حیرت ہے' پرنس! کہ آپ نے اس یورپین لڑکی کو بھی تباہ کر دیا آخر وہ اتنی پارسا اور پاکباز کیسے ہو گئی۔ مجھے پہلی بار کسی لڑکی کے سامنے ناکام ہونا پ ہے۔"

"بہرحال' وہ میرے زیر اثر نہیں ہے۔ وہ صرف میری کاروباری سیکریٹری ہے۔۔۔ اور اپنی نجی زندگی کی خود مختار ہے۔" میں نے کہا۔

"ہمیں یہاں کب تک قیام کرنا ہے پرنس؟" فورے نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

"جب دل اکتا جائے' بتا دیں۔ روانگی کی تیاری کر لیں گے۔"

"کیا واقعی۔۔۔۔؟ میں نے تو صرف آپ کی تفریح میں خلل انداز نہیں ہونا چا تھا۔ ظاہر ہے' آپ یہاں کسی کاروباری دورے پر نہیں آئے ہیں۔ میں تو خواہ مخواہ درمیا میں آ گیا تھا۔"

"یہ حقیقت ہے' مسٹر فورے! لیکن دلاور' دوستوں کا دوست ہے۔ اب میں یہا صرف آپ کی وجہ سے رکا ہوا ہوں۔"

"تب ہمیں واپسی کی تیاری کر لینی چاہئے۔ سیٹھ جبار کے آد [illegible] ملاقاتیں چکے ہیں لیکن میں انہیں نظر انداز کر رہا ہوں۔۔ سیٹھ جبار کسی ضروری کام سے باہر ہے لیکن اس نے شہباز نامی ایک شخص کو اپنا قائم مقام بنایا ہے اور یہ شخص اپنے شہر میرے استقبال کے لئے تیار ہے لیکن میں یہ کہہ کر ابھی تک ٹال رہا ہوں کہ مجھے جلد نہیں ہے۔ سیٹھ جبار کو واپس آنے دیا جائے۔ اگر میں آج ہی ان کے ساتھ روانگ

مار کر دوں تو وہ فوراً" بندوبست کر لیں گے۔"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر کہا۔ "کچھ نجی سوالات کر سکتا ہوں مسٹر ے؟"

"ضرور' پرنس!"

"آپ کے یہاں قیام کے اخراجات سیٹھ جبار کے سپرد ہیں؟"

"ہمیشہ رہتے ہیں۔"

"اور سیٹھ جبار کے شہر میں؟"

"وہاں ہوٹل ہیلی ٹن میں' میرے لئے دو کمرے ہمیشہ مخصوص رہتے ہیں۔ میں وہیں کرتا ہوں۔"

"گڈ۔۔۔۔ اس بار آپ کتنی کپاس اس سے خریدنے والے تھے؟"

"یہ نہیں معلوم۔۔۔۔ لیکن ایک بڑی لاٹ تھی؟"

"ادائیگی کس طرح ہوتی ہے' مسٹر فورے؟"

"نقد۔۔۔۔ ڈالر کی شکل میں۔"

"گویا رقم' آپ کے پاس تیار ہوتی ہے؟"

"ہاں' جبار بھی کھرے سودے کا قائل ہے۔ ہمارے درمیان کاروباری کمی بیشی ہوتی ہے لیکن بے ایمانی کبھی نہیں ہوئی۔"

"اور اس کے بعد مال کی ڈلیوری۔"

"اسے یہاں سے لے جانا میری ذمے داری ہوتی ہے اور میں اس کا بندوبست کر لیتا ئی غیر ملکی جہاز رانوں سے میرے تعلقات ہوں۔ وہ میرا کام تو کر دیتے ہیں۔ لیکن ل مجھے ہمیشہ سخت دقت ہوتی ہے۔ بعض اوقات مہینوں مال کی ڈلیوری کا انتظار کرنا ہے۔ اس وقت تک' جب تک کہ مطلوبہ جہاز نہیں آ جاتا اور ہمارے مطلب کے لوگ ل جاتے۔"

"اس میں بھی اخراجات ہوتے ہوں گے؟"

"ظاہر ہے۔"

"بہرحال' میری تجویز ہے' مسٹر فورے! کہ آپ حسب معمول۔۔۔۔ ہیلی ٹن میں یں۔ اگر مناسب سمجھیں تو سیٹھ جبار کے آدمیوں سے کپاس کی خریداری کے بارے ت چیت کریں۔۔۔۔ سستا سودا بن جاتا ہے تو خرید لیں۔۔۔۔ اگر بات نہ بنے تو ر کش برقرار رہے گی۔" میں نے کہا۔

"پہلے میں' آپ سے سودا کرنا پسند کروں گا پرنس!"

"پرنس دلاور کی زبان ایک ہے' مسٹر فورے! لیکن میں سیٹھ جبار کو کسی شے کا نہیں دینا چاہتا۔ آپ اس سے بات کریں اور پھر جس قیمت پر وہ' آپ کو مال دے' سے پانچ ڈالر فی ٹن کے حساب سے کم قیمت پر مجھ سے مال خرید لیں مع ڈلیوری۔ ر ادائیگی بھی آپ کی سہولت سے۔"

"میں اس بات سے بے حد متاثر ہوں' پرنس! ادائیگی یہیں ہو گی۔ میں پورا بند کر کے چلتا ہوں۔" فورے نے کہا۔

"بس تو یہاں سے روانگی کی تیاری کر لیں۔ میں دو دن بعد آپ سے ہیلی ٹر رابطہ قائم کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں صبح کو یہاں سے واپسی کے بعد پہلا کام یہی کروں گا اور ممکن تو کل ہی روانہ ہو جاؤں گا۔"

○

فینی اتنے دنوں تک بالکل قریب ہی رہی تھی۔ اس کے لئے میرے ذہن میں خاص تاثر پیدا ہو گیا تھا۔ درحقیقت' وہ ایک باکردار لڑکی تھی۔ میں اس دن' اس سے حد متاثر ہوا تھا' جب اس نے فورے کے غرور کو شکست دی تھی------ اور یہ سے اس نے میرے ایما پر نہیں بلکہ اپنے ضمیر کی آواز پر کیا تھا۔ جبکہ اس کے برعکس تھی جو فینی سے کہیں زیادہ حسین ہونے کے باوجود نہایت سستی تھی۔

فورے واپس چلا گیا تھا۔ طاہر اور اعظم کی اطلاع کے مطابق اب سیٹھ جبار کا کو آدمی یہاں پر موجود نہیں تھا۔ تاہم میں نے احتیاطاً مزید ایک دن اور قیام کیا اور ا بعد مینجر کو واپسی کی اطلاع دے دی۔

میں واپس کوٹھی پہنچ گیا۔ چونکہ اس سلسلے میں ابھی کئی اہم کام باقی تھے۔ ا دوسرے مسائل کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ لیکن ایاز کا مسئلہ ایسا تھا کہ میں اسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا------ چنانچہ اسی شام' میں نے عظمت کو ٹیلی فون کیا۔

"عظمت بول رہا ہے' منصور بھیا"

"کیا رپورٹ ہے' عظمت؟"

"ابھی تک تو کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ یقین کریں کہ میں نے------"

"مجھے یقین ہے' عظمت! کہ جو کام میں نے تمہارے سپرد کیا ہے' تم نے ا تساہل نہ برتا ہو گا۔" میں نے عظمت کی بات کاٹ کر کہا۔

"میں نے دماغی امراض کے ہسپتالوں کے علاوہ دوسرے تمام ہسپتالوں کے وہ شعبے بھی دیکھ ڈالے ہیں جہاں دماغی مریض کو رکھا جاتا ہے------ البتہ شمو سے ایاز کی ایک تصویر مل گئی ہے جو بہت پرانی ہے۔"

"شمو سے ملاقات ہو سکی تھی؟" میں نے پوچھا۔ وہ میرے دوست کی محبت تھی۔ ایاز کی موت کی خبر تو میں اسے نہیں دے سکا تھا لیکن اب جبکہ ایاز کی زندگی کی اطلاع مجھے ملی تھی تو شمو کا خیال رکھنا بھی ضروری تھا۔ ایاز اسے بہت چاہتا تھا اگر وہ مل گیا اور شمو' اسے نہ ملی تو میرے دل پر ہمیشہ بوجھ رہے گا۔ کیونکہ ایاز نے شمو سے صرف اس لئے شادی نہیں کی تھی کہ وہ یہ کام امی اور فریدہ کے سامنے کرنا چاہتا تھا۔

"جی' ملاقات ہوئی تھی۔ اس کی والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ بس' ایک باپ ہیں' جن کی ایک ٹانگ فالج زدہ ہے------ بیساکھی کے سہارے' ایک سنیما ہاؤس کے سامنے پاپڑ بیچتے ہیں------ لیکن میں نے انہیں اس کام سے روک دیا ہے اور شمو کا بھائی بن کر' ان سے درخواست کی ہے کہ وہ' ایاز کا انتظار کریں۔ ان کے اخراجات' میں نے سنبھال لئے ہیں۔"

"شکریہ' عظمت! تم نے وہی کیا جو تمہیں کرنا چاہئے تھا۔ کچھ دن مصروف رہوں گا' ملاقات نہ ہو سکے گی۔"

"ٹھیک ہے' میرا مشن جاری ہے۔ میں' ایاز کو تلاش کرتا رہوں گا۔ اگر وہ زندہ ہے تو ضرور مل جائے گا۔"

"او۔ کے' عظمت! شکریہ------" میں نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میں نے پروفیسر کو فون کیا۔ میری آواز سن کر پروفیسر شیرازی خوش ہو گئے۔

"کب واپس آئے' منصور؟"

"آج ہی' پروفیسر! زیادہ دیر نہیں ہوئی۔"

"دورہ کامیاب رہا؟"

"ہاں' اب تک تو ٹھیک ہے۔ بات آگے بڑھے گی۔"

"گڈ------ ہم سب تمہاری کامیابی کے خواہاں ہیں۔ تمہاری پہلی کامیابی' ہمارے لئے بہت قیمتی ہو گی۔"

"شکریہ پروفیسر! آپ کے نئے مہمان کیسے ہیں؟"

"زبردست! دو کھلونے دے دیئے ہیں' تم نے ہمیں۔ اس گھر کی رونق دوبالا ہو گئی ہے۔ بہروز بھی بہت خوش ہے' بات کرو گے' اس سے؟"

"پھر کسی وقت' فرصت سے۔ اس وقت تو بس آپ کو اپنی آمد کی اطلاع دینی تھی۔"

"او۔ کے!" پروفیسر نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میں کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا پھر فینی کو طلب کر لیا۔ اب اس سلسلے میں دوسرے کام کرنے تھے۔

"عدنان کو طلب کرو۔" میں نے فینی سے کہا۔ "اس سے کہو کہ اس کیس کے سلسلے میں اس نے اب تک جو کچھ کیا ہو؟ اس کی تفصیل لے کر میرے پاس پہنچ جائے۔ دو بجے کے بعد' میں کسی اور سے ملاقات نہیں کروں گا۔"

دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر آرام کرنا نصیب نہیں ہوا۔ ذرا سی دیر میں دو بج گئے----- اور عدنان اپنے تین کارکنوں کے ساتھ پہنچ گیا۔

"میتھو فورے آ چکا ہے۔ اس سے کاروباری امور پر گفتگو بھی ہو چکی ہے اور جیسی اس کے بارے میں رپورٹ تھی' وہ اس سے مختلف نہیں نکلا۔ مجھے یقین ہے کہ اس سے سودا ہو جائے گا۔ تم لوگ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟"

"رپورٹ حاضر ہے' جناب!" عدنان نے کہا اور سامنے رکھے ہوئے فائل کھول لئے پھر ان میں سے ایک فائل پڑھنے لگا۔

"سیٹھ جبار' ملک سے باہر ہے۔ اس کے قائم مقام کی حیثیت سے ایک شخص شہبار فورترے کام کر رہا ہے۔ یہ شخص نسلاً" فرنچ ہے۔ لیکن اسلام قبول کر چکا ہے۔ بہترین اردو داں ہے اور مقامی ماحول سے بخوبی واقف ہے۔ فرانس سے اس کا پس منظر معلوم نہیں ہو سکا۔ بہرحال' سیٹھ جبار' اسے کسی بیرونی ملک سے اپنے ساتھ لایا تھا اور خاموشی سے تربیت دے رہا تھا۔ ابھی تک علم نہیں ہو سکا کہ اس کی ذہنی صلاحیتیں کیا ہیں۔ پہلی بار سیٹھ جبار نے اسے اپنا قائم مقام بنایا ہے------ نمبر دو----- جزیرہ بلوروک پر سکون ہے۔ وہاں اس وقت بائیس افراد رہتے ہیں۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق بلوروک پر سیٹھ جبار کے بہت سے گودام ہیں۔ یہ گودام انڈر گراؤنڈ ہیں۔ ان کی تعمیر کی تکنیک معلوم نہیں ہو سکی۔ بہرحال' وہاں روئی کی تقریباً" دو لاکھ گانٹھیں موجود ہیں۔ جزیرے پر موجود بائیس افراد کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی لیکن ان کا انچارج' دیو کمار نامی ایک ہندو ہے۔ نمبر تین----- محکمہ جاتی کارروائی کے سیکشن کے ذریعے جہاز پرنس دلاور کی روانگی کے کاغذات داخل کر دیئے ہیں۔ یہ روانگی ہانگ کانگ کے لئے ہے اور اس پر روئی لے جائی جا رہی ہے۔ ابھی کاغذات کی تکمیل نہیں ہوئی ہے لیکن قوی امید ہے کہ ہم صرف تین دن کے نوٹس پر جہاز کو روانگی کے لئے تیار کر سکتے ہیں۔ دو لانچیں بھی حاصل کر لی گئی ہیں جو روئی کی گانٹھیں' جزیرے سے جہاز پر منتقل کریں گی۔ ان تیز رفتار لانچوں میں سامان بار

کرنے کی بہت بڑی گنجائش ہے۔ فی الوقت' جناب عالی! یہی کچھ کیا جا سکا ہے' اس سلسلے میں جو پلان' میرے ذہن میں ہے' وہ میں' آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"ویری گڈ عدنان! آگے بڑھو۔" میں نے پر سکون انداز میں کہا۔ عدنان بلا شبہ ایک ذہین ترین کارکن تھا اور پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کو اس جیسے سربراہ کی ضرورت تھی۔

"آپ' میتھو فورے سے کاروباری معاملات طے کر رہے ہیں۔ یہ معاملات طے ہو جائیں تو چوبیس گھنٹے کے آپریشن کے ذریعے ہم' جزیرہ بلوروک پر اپنے آدمی اتار دیں گے۔ اس کے لئے ایک باقاعدہ کارروائی میرے ذہن میں ہے جس کے تحت ہمیں وہاں زیادہ وقت نہیں ہو گی۔ ہم اپنے آدمیوں کو وہاں بھیج کر سیٹھ جبار کے تمام آدمیوں کو قیدی بنا لیں گے۔ اور پھر اس وقت تک انہیں وہاں قید رکھیں گے جب تک روئی کی گانٹھیں' پرنس دلاور پر منتقل نہیں ہو جاتیں۔ سمندر کے اندر ہی اندر یہ کارروائی کر لینا زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔ پرنس دلاور کو بلوروک سے بائیں سمت کھلے سمندر میں بھیج دیا جائے گا' جہاں سے لانچیں باآسانی اپنا کام کر سکیں گی----- جب کہ خشکی پر روئی کی ان گانٹھوں کو لانا ہمارے لئے زیادہ مشکل ہو گا۔

یہ گانٹھیں' پرنس دلاور پر منتقل ہو جائیں گی اور اس کے بعد' پرنس دلاور کے تمام کاغذات کی تکمیل ہو جائے گی اور پھر وہ اپنے مخصوص وقت پر ہانگ کانگ چل پڑے گا۔ کسی کو یہ اندازہ نہیں ہو سکے گا کہ پرنس دلاور پر کیا ہوا ہے----- اس کے علاوہ میں نے ایک اور انتظام بھی کیا ہے' جناب! وہ یہ کہ جوں ہی روئی کی گانٹھیں' پرنس دلاور پر منتقل ہوں گی' وہاں ان کی پیکنگ تبدیل کر دی جائے گی تاکہ کسی شبے کا امکان نہ رہے اور ہم' فورے کو جو ڈلیوری دیں' اس پر کوئی شبہ نہ رہے۔" عدنان نے کہا۔

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ "میں' تمہاری اس پلاننگ سے متفق ہوں----- مسٹر عدنان! اپنے آدمیوں کو تیار رکھو۔ اس سلسلے میں تم نے جو ----- خوبصورت ترین پلان بنایا ہے' میں اسے جامع ترین سمجھتا ہوں----- چنانچہ تم منتظر رہو کہ میں تمہیں سودا طے ہو جانے کی اطلاع دوں۔"

"بہت بہتر' جناب!" عدنان نے جواب دیا۔

"اور کوئی خاص بات' مسٹر عدنان؟"

"نہیں' جناب! بس مجھے یہی عرض کرنا تھا۔"

"ٹھیک ہے' اس تمام آپریشن میں' میں خود تمہارے ساتھ رہوں گا اور اپنی نگرانی میں سب کچھ کراؤں گا۔"

"جیسا آپ کا حکم۔" عدنان نے جواب دیا اور پھر وہ رخصت ہو گیا۔ میراں رواں رواں خوشی سے کانپ رہا تھا۔ حالانکہ چھوٹی سی بات تھی۔ میں جانتا تھا کہ سیٹھ جبار کے لئے اس نقصان کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن یہ تکلیف کیا اس کے لئے کم ہو گی کہ کسی نے اس کے منہ پر طمانچا مارا ہے۔

عدنان اور اس کے ساتھیوں کے جانے کے بعد' میں دیر تک اس پروگرام پر غور کرتا رہا۔ بڑی ڈرامائی سچوئیشن تھی۔ میں اس ڈرامے میں بھرپور کردار ادا کر رہا تھا۔ بہرحال' میں اس کے بعد کے معاملات پر غور کرنے لگا۔ فورے سے ملاقات کے لئے اب کیا کرنا چاہئے۔ اسے ایک ڈنر بھی دینا تھا اور اس کا انتظام ضروری تھا لیکن کہاں؟ اس کوٹھی میں یا کہیں اور-----؟

جوں جوں میں اس کام کی گہرائیوں میں اترتا جا رہا تھا' مجھے ضرورتوں کا احساس ہوتا جا رہا تھا۔ صرف اس میں ایک کوٹھی سے کام نہیں چلے گا۔ مجھے کچھ اور جگہیں بھی تیار کرنا ہوں گی۔ ایسی خفیہ جگہیں' جہاں مختلف ڈرامے ترتیب دئے جا سکیں----- ٹھیک ہے' ان معاملات سے نمٹ لیا جائے' اس کے بعد اس طرف توجہ دوں گا۔ فی الحال اسی عمارت میں ڈنر کا بندوبست کر لیا جائے۔

عمارت کی منتظم مس نادرہ کو طلب کر کے' میں نے اسے ایک ڈنر کے انتظامات کی ہدایت کی۔ نادرہ نے پیڈ سنبھال لیا۔

"کتنے افراد کے لئے ارینج کرنا ہے' سر؟"

"زیادہ نہیں۔ صرف دس بارہ افراد کے لئے----- لیکن اس کے لئے بڑے ہال کو استعمال میں لایا جائے۔ وہاں نفیس ترین میز اور کرسیاں لگائی جائیں اور کم از کم دس بیرے سروس کے لئے موجود ہوں۔ ان کا انتظام کسی بھی ہوٹل سے کیا جا سکتا ہے۔ غرض یہ کہ ایک بہترین ڈنر کا انتظام کرنا ہے۔"

"ہو جائے گا' جناب! لیکن دن کا تعین؟"

"ابھی نہیں----- لیکن دو تین دن کے اندر تمہیں یہ اپنا کام مکمل کر لینا چاہئے۔"

"ایسا ہی ہو گا جناب!" نادرہ نے جواب دیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے طاہر کو طلب کر لیا۔

"مسٹر طاہر! آپ ہوٹل ہیلی ٹن چلے جائیے اور میتھو فورے کے بارے میں معلومات حاصل کر کے مجھے اطلاع دیجئے۔"

"بہتر' جناب! اس سے ملاقات تو نہ کی جائے۔"

"براہ راست نہیں۔ پہلے آپ فون پر مجھے اس کے بارے میں بتائیں پھر اس کی روشنی میں' میں آپ کو نئی ہدایات دے سکوں گا۔"

تقریباً" دو گھنٹے کے بعد' طاہر کا فون موصول ہوا۔ "ہیلی ٹن کے دو کمرے' مسٹر فورے کے پاس ہیں' جناب!"

"ہیلی ٹن کا فون نمبر؟" میں نے پوچھا اور طاہر نے نمبر بتا دیا۔ پھر میں نے فورے کے کمروں کے نمبر پوچھے اور اس کے بعد طاہر سے کہا۔ "بہتر یہ ہے' مسٹر طاہر! کہ آپ وہاں رک کر مسٹر فورے کی نگرانی کریں اور ان کے اطراف پر نگاہ رکھیں۔"

"بہت بہتر۔" طاہر نے جواب دیا اور دوسری طرف سے فون بند ہو جانے کے بعد میں نے بھی فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دوبارہ ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے ہیلی ٹن کی آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"یس' پلیز-----"

"روم نمبر ایک سو دس----- مسٹر میتھو فورے۔"

"کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"پرنس دلاور-----" میں نے جواب دیا۔ دوسری طرف تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر ڈریلا کی دلکش آواز سنائی دی۔

"آپ کی خادمہ بول رہی ہے' پرنس!"

"ڈریلا-----"

"جی ہاں-----"

"مسٹر فورے کہاں ہیں؟"

"یس' ایک منٹ۔ ذرا باتھ روم میں ہیں۔ میں نے انہیں' آپ کے فون کی اطلاع دے دی ہے۔ کیا اس وقت تک آپ' مجھ سے بات کرنا پسند کریں گے' پرنس؟"

"کیسی ہو' تم؟" میں نے پوچھا۔

"بھلی' بد شکل اور شاید بد نصیب بھی کیونکہ آپ کی ذرا سی توجہ بھی حاصل نہ کر سکی۔" ڈریلا نے جواب دیا۔

"اوہ مس ڈریلا! جہاں تک توجہ کا تعلق ہے' آپ' مسٹر فورے کی سیکریٹری کی حیثیت سے میرے لئے قابل احترام ہیں۔ باقی دوسرے معاملات میں کلچر کا فرق سامنے آ جاتا ہے۔ بہرطور' مسٹر فورے سے بات کرائیے۔" میں نے کہا۔ ڈریلا کو اس سے زیادہ بات کرنے کی جرات نہ ہوئی پھر چند لمحوں بعد مسٹر فورے کی چہکار سنائی دی۔

"آخاہ------ پرنس دلاور! آپ واپس پہنچ گئے۔"

"ہاں' مسٹر فورے! آپ سے ملاقات کب ہو سکتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بھئی! میں تو یہاں آیا ہی آپ کے لئے ہوں------ جب بھی آپ چاہیں۔"

"تو پھر' مسٹر فورے! میری طرف سے' کل رات کا کھانا قبول کریں۔" میں نے کہا۔

"جب حکم ہو۔ ویسے آپ کے معاملات کس حد تک پہنچے ہیں؟"

"تفصیل ٹیلی فون پر نہیں' ملاقات ہونے پر بتاؤں گا------ تو پھر یوں کریں' کل رات' آپ تیار رہیں۔ میرا آدمی' آپ کو لینے پہنچ جائے گا۔"

"او۔ کے!" فورے بولا------ اور میں نے فون بند کر دیا۔

یہاں سے بھی اطمینان ہو گیا تھا------ پھر میں نے مس نادرہ کو بلا کر ہدایت کر دی کہ جس ڈنر کے لئے میں نے اس سے کہا تھا' اس کا انتظام کل کرنا ہے۔

دوسرے دن معاملات میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ بہروز' پروفیسر شیرازی کے پاس سے واپس آ گیا تھا۔ وہ مطمئن اور مسرور تھا۔ اس نے کسی بھی طور میرے لئے مسئلہ بننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ لڑکا ہی بنا ہوا تھا اور یہ زندگی اسے بہت پسند تھی۔ پروفیسر کے خاندان سے وہ بہت متاثر تھا۔ سرخاب کے بارے میں اس نے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ سرخاب بہت دلچسپ لڑکی ہے اور تم سے اتنی محبت کرتی ہے کہ شاید تمہاری سگی بہن بھی تمہیں اتنا نہ چاہتی ہو۔

"وہ سب لوگ ہی بہت اچھے ہیں۔" میں نے کہا اور پھر ڈنر کی تیاری کا جائزہ لینے لگا۔ سات بجے میں نے ایک شاندار کار کے ساتھ اعظم کو روانہ کر دیا اور اسے ہدایت کر دی کہ وہ انتہائی رازداری کے ساتھ فورے اور اس کی سیکریٹری کو لے آئے------ پھر ٹھیک آٹھ بجے میں نے فینی' نادرہ اور بہروز کے ساتھ' فورے کا استقبال کیا۔ فورے مسکراتا ہوا میرے قریب آیا' مصافحے کی بجائے معانقہ کیا اور میرے رخساروں کو بوسہ دیا۔ ڈریلا حریص نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی لیکن اسے کسی گستاخی کی جرات نہیں ہوئی۔ فینی سے اس نے ہاتھ ملایا پھر نادرہ اور بہروز سے بھی ملی۔

مسٹر فورے اس عمارت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے تھے۔ "ایسا لگتا ہے جیسے میں کسی ریاست میں آ گیا ہوں۔ آپ کا طرز زندگی بہت بلند ہے' پرنس! یہ عمارت بے حد متاثر کن ہے۔"

"شکریہ مسٹر فورے؟" میں اسے ڈائننگ ہال میں لے آیا۔ فینی اور ڈریلا بھی ساتھ تھیں۔ ابتدائی تواضع کے درمیان بات چیت شروع ہو گئی۔ مسٹر فورے نے بتایا۔

"سیٹھ جبار کے نمائندے' مجھے لینے آئے تھے اور فون پر بھی سیٹھ جبار سے میری بات ہوئی تھی۔ اس نے بطور خاص مجھے فون کیا تھا۔ معذرت کر کے کہنے لگا کہ اس کا یہ دورہ ناگزیر تھا۔ ورنہ وہ معمول کے مطابق میرا استقبال کرتا۔ اس نے بتایا کہ اس کا کاروباری مشیر اور قائم مقام' شہباز نامی ایک شخص ہے۔ اگر میں چاہوں تو اس سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ خود اسے تو مزید چند روز اور لگ جائیں گے۔ میں نے اس سے کہا کہ میں' اس کے نمائندے سے ملنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی۔"

"گڈ------ گویا اس مختصر سی مدت میں آپ کافی کام کر چکے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سیٹھ جبار کے یورپین نژاد نمائندے شہباز نے------ ہوٹل میں مجھ سے ملاقات کی۔ خام کپاس کے اس ذخیرے کی وہ کافی قیمت بتا رہے ہیں------ سفید کاروبار میں تو یہ قیمت ٹھیک ہے لیکن بلیک بزنس میں بہت زیادہ ہے۔" فورے نے کہا۔

"پھر کیا طے پایا؟"

"کچھ نہیں------ اگر آپ سے بات نہ ہوئی ہوتی تو میں تب بھی وہ مال خریدنا پسند نہ کرتا کیونکہ اس کے بعد مجھے اسے لے جانے میں جو بندوبست کرنا پڑتا وہ بہت مہنگا پڑتا۔"

"سودا منسوخ ہو گیا؟"

"نہیں' میں نے انہیں اس میں گنجائش نکالنے کے لئے کہا ہے۔ شہباز نے جواب دیا کہ وہ' سیٹھ جبار سے بات کرے گا' ہر چند کہ سیٹھ جبار نے کہا ہے کہ یہ آخری قیمت ہے۔"

"ٹھیک ہے' اب ہمارے درمیان کیا پروگرام رہے گا؟"

"کیا مال مجھے دکھایا جا سکتا ہے' پرنس؟"

"ہاں' کیوں نہیں! آپ مال دیکھ سکتے ہیں۔ کل میں' آپ کے لئے چند گانٹھیں منگوا لوں گا۔"

"تو پھر کل ہی ہمارے درمیان سودا طے پا جائے گا۔" فورے نے کہا۔ کاروباری گفتگو یہاں ختم ہو گئی اور اس کے بعد خاطر مدارات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

دوسرے دن' عدنان کی مدد سے میں نے خام کپاس کی چند گانٹھیں مہیا کیں اور اپنی ایک فرم میں رکھ کر' فورے کو اس کا معائنہ کرا دیا۔ فورے نے مال پسند کر لیا۔ "اب قیمت کی بات بھی طے ہو جائے۔" فورے نے کہا۔

"ہمارے درمیان' قیمت پر بات طے ہو چکی ہے' مسٹر فورے------ شہباز نے
کو جو ریٹ دیا ہے' اس میں پانچ ڈالر فی ٹن کم کر لیں اور اس مال کو ہانگ کانگ پہنچا
ذمے داری ہماری ہے۔ کیا آپ کو یہ منظور نہیں؟"

"دل و جان سے منظور ہے' پرنس! لیکن آپ سیٹھ جبار کے ریٹ تو سن لیں۔
ہے' آپ کو کوئی اعتراض ہو۔"

"مسٹر فورے! آپ جانتے ہیں کہ میں' آپ سے کسی تاجر کی حیثیت سے نہیں ملا
آپ نے مجھے ایک مخلصانہ دعوت دی تھی اور دوست کی حیثیت سے سامنے آئے تھے
دوسری بات ہے کہ ہمارے پیشے مشترک نکل آئے اور ہمارے درمیان کاروباری گفتگ
گئی۔ آپ ایک پرنس سے کاروبار کر رہے ہیں' سیٹھ جبار جیسے کسی بنئے سے نہیں۔
کہہ چکا ہوں کہ سیٹھ جبار نے آپ کو جو ریٹ دیئے ہیں' ان میں سے پانچ ڈالر فی ٹن
دیں اور اس کی ادائیگی کر دیں۔ مال آپ کو ہانگ کانگ میں مل جائے گا----- او
آپ پسند کریں تو ادائیگی بھی ہانگ کانگ میں مال وصول کرنے کے بعد کریں' مجھے اعت
نہ ہو گا۔"

"نہیں' پرنس! ادائیگی یہیں ہو گی۔ آپ مال کی ترسیل کا انتظام کریں۔ آج میں
سے آخری بات چیت کئے لیتا ہوں۔"

پھر فورے نے اسی رات' مجھے اس وقت فون کیا جب عدنان مجھے اپنے پروگرا
تفصیل بتا رہا تھا۔

"ہیلو' مسٹر فورے! کیا رہا؟" میں نے پوچھا۔

"بات ہو گئی' پرنس! شہباز نے فون پر سیٹھ جبار سے رابطہ قائم کیا تھا لیکن جبار
سے کم سودے پر آمادہ نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے شہباز سے معذرت کر لی۔ ویسے پرنس!
جبار کو یقین ہے کہ میں سودا کئے بغیر نہیں جاؤں گا۔ ویسے میں نے شہباز کو اپنی واپسی
بارے میں نہیں بتایا ہے۔ میں چاہتا ہوں' پرنس! کہ اب ہمارے اور آپ کے درم
باقاعدہ کاروباری تعلقات استوار ہو جائیں۔"

"میں' آپ کو ہمیشہ خوش آمدید کہوں گا' مسٹر فورے!" میں نے کہا اور الوداعی کلم
کہہ کر فون بند کر دیا پھر عدنان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ہاں تو' مسٹر عدنان! سارے معاملات طے ہو چکے ہیں اور اب ہمارا کام شروع ہ
چاہئے۔ مال کے حصول کے لئے آپ نے کیا اقدامات کئے ہیں؟"

"جناب! جیسا کہ میں نے پہلے آپ سے عرض کیا تھا کہ دو لانچیں' اس تمام مال

پرنس دلاور تک پہنچانے کے لئے تیار ہیں اور ہمارے بقیہ چالیس آدمی' ہر قسم کی کارروائی
کرنے کے لئے بالکل مستعد ہیں۔ اگر کل رقم کی ادائیگی ہو رہی ہے تو پھر آج رات ہی
مال' پرنس دلاور پر منتقل ہو جانا چاہئے۔"

"نہیں' میرا خیال ہے کہ اس کام کو کل پر ملتوی کر دو۔ کل رقم کی وصولی کے بعد ہم
یہ کاروائی کریں گے۔ البتہ کل دن میں تم جہاز کے سلسلے میں سارے کاغذات مکمل کروا
لو۔"

"جناب! اس سلسلے میں کام مکمل ہو چکا ہے اور جہاز' چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر روانہ
ہو سکتا ہے۔"

"شکریہ' عدنان! تمہاری کارکردگی سے میں بے حد مطمئن ہوں۔"

"یہ کام ہماری نظروں میں بہت معمولی ہے' جناب! آپ بڑے سے بڑے کام کو بھی
اتنا ہی آسان پائیں گے۔" عدنان نے جواب دیا۔

"تو پھر کل رات-----"

"جی-----" عدنان نے جواب دیا۔

یہ رات کچھ بے سکون سی رہی۔ بے شمار خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔ میں وہ بن
گیا تھا جو نہیں بننا چاہتا تھا----- سوچ رہا تھا کہ کیا مجھ سے غلطی ہوئی تھی----- اگر
روز اول ہی سے خود کو اس رنگ میں ڈھال لیتا' جو آج بن گیا ہوں' پہلے ہی بن جاتا تو
شاید یہ ناقابل تلافی نقصانات نہ ہوتے۔ امی اور فریدہ ساتھ ہوتیں اور ہم اسی چھوٹے سے
مکان میں پر سکون زندگی گزار رہے ہوتے جہاں میں پیدا ہوا تھا۔ میں اپنے باپ کے منصب
پر کام کر رہا ہوتا اور کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ سیٹھ جبار جیسے کیکڑے کے ہاتھ پاؤں اتنے
مضبوط تھے کہ اس کے آدمیوں پر کوئی آنچ آنا مشکل تھی۔ میں بھی ایک اسمگلر کے ملازم
کی حیثیت سے کام کرتا رہتا۔ تنخواہ کے علاوہ معقول کمیشن بھی تھا جیسا کہ میرے باپ کو ملتا
تھا۔ زندگی میں اس قدر کرب تو نہ ہوتا' امی اور فریدہ کو دیکھنے کے لئے آنکھیں تو نہ ترس
جاتیں----- وہ کتابیں جو میں نے اسکول میں پڑھی تھیں اور جن میں ایک اچھا شہری بننے
کی تلقین کی گئی تھی' کہاں چلی گئیں؟ میں اچھا شہری کیوں نہ بن سکا؟

پروفیسر شیرازی جیسی عظیم شخصیت جو اپنے خول میں بند دنیا کی طرف سے آنکھیں
پھیرے زندگی گزار رہی تھی' برے راستوں کو کیوں اپناتی۔ گل بے چاری جو اعلیٰ پیمانے پر
اپنا کاروبار کر رہی تھی اور انتہائی پر سکون زندگی گزار رہی تھی' اپنے اثاثے سے محروم
کیوں ہوتی؟ یہ صرف میری ہٹ دھرمی تھی کہ میں نے سیٹھ جبار کی وہ حیثیت قبول نہیں

کی تھی' میں نے برا آدمی بننے سے انکار کر دیا تھا' صرف اس لئے کہ میرا وطن' برے لوگوں کی آماجگاہ نہ بننے پائے۔

لیکن اب یہ سب کیا ہو رہا تھا؟ میں بھی تو سیٹھ جبار بن گیا تھا اور اس وقت وہی کرنے جا رہا تھا جو پہلے چھوٹے پیمانے پر اور اب بڑے پیمانے پر ہو رہا تھا۔ مجھے' دولت کی ہوس نہیں تھی' میں تو بس ایک پر سکون زندگی کا خواہاں تھا۔ میں نے اپنے آپ کو ٹٹولا۔ آج بھی اگر امی اور فریدہ' مجھے مل جاتیں تو میں' ان کے ساتھ کسی پر سکون گوشے میں رہنا زیادہ پسند کرتا لیکن اب یہ ساری سوچیں' حماقت کے سوا کچھ نہ تھیں۔

پھر میری ذہنی رو عدنان کی طرف مڑ گئی۔ شکل و صورت سے یہ شخص خاصا خطرناک نظر آتا تھا لیکن کتنی شاندار کارکردگی کا مالک تھا۔ تمام معاملات اس نے ایسے طے کر لیے تھے جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ وہ تمام مسائل حل ہو گئے تھے جو کسی عام آدمی کے لئے ناممکن تصور کئے جا سکتے ہیں۔

رات کے نہ جانے کون سے پہر میری آنکھ لگ گئی اور پھر صبح کو میں کافی دیر سے جاگا تھا۔ فینی نے بتایا کہ مسٹر فورے کا فون آیا تھا---- وہ رقم کی ادائیگی کے سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے فینی سے کہا کہ مسٹر فورے کو فون کر کے یہیں بلا لے---- پھر تقریباً" ساڑھے گیارہ بجے مسٹر فورے اپنی سیکریٹری کے ساتھ پہنچ گئے۔

مسٹر فورے نے رقم کیش کی شکل میں ادا کی تھی۔ نوٹوں کا انبار' میز پر لگا ہوا تھا۔ اتنے نوٹوں کا میں نے زندگی میں کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میں نے نوٹوں کو گنے بغیر' مسٹر فورے کو ادائیگی کی رسید دے دی۔ اس کے بعد میں نے ان سے دو دن کا وقت لیا اور تیسرے دن انہیں مال چیک کرانے کی ذمے داری قبول کر لی۔

شام کو پانچ بجے' عدنان میرے پاس پہنچ گیا۔

"ہم ساڑھے سات بجے یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں' جناب! چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ آپ خود اس آپریشن کی نگرانی کریں گے' اسی سلسلے میں' میں آپ کے پاس حاضر ہوا تھا۔"

"یقیناً میں ساتھ چلوں گا۔" میں نے کہا۔

ساڑھے چھ بجے' ہم بندرگاہ کی جانب چل پڑے جہاں ایک لانچ' ہماری منتظر تھی۔ یہ وہی ویران بندرگاہ تھی جہاں میں مشرق وسطیٰ سے واپسی کے بعد اس فیکٹری تک پہنچا تھا۔ اسی فیکٹری میں ہمارے آپریشن کا سارا بندوبست کیا گیا تھا کیونکہ یہ فیکٹری بھی پرنس دلاور کی ملکیت تھی۔

وہاں سے ایک اسٹیمر' ہمیں لے کر چل پڑا۔ ہمارے پیچھے جو دو لانچیں آ رہی تھیں' کافی بڑی تھیں اور ان پر ہمارے لڑاکے اور اسلحہ موجود تھا۔

رات کی سیاہی پھیل چکی تھی' جب اسٹیمر' بلوروک کے مغربی حصے میں ان بھیانک اور سیاہ چٹانوں کے قریب پہنچا جو نہ جانے کب سے سینہ تانے زمانے کی کہن سالی کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ سیاہ چٹانوں سے کافی دور' اسٹیمر اور لانچوں کے انجن بند کر دیئے گئے اور انہیں' چپوؤں کی مدد سے ساحل تک لایا گیا۔ بلوروک بہت چھوٹا جزیرہ تھا' چاروں طرف سے بدشکل' سیاہ چٹانوں میں گھرا ہوا۔ انہی چٹانوں کے رخنوں میں اسٹیمر کھڑے کرنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ عدنان نے شاید پہلے ہی جزیرے کا جائزہ لے کر اپنے لئے جگہ منتخب کر لی تھی۔ اس نے نہایت اطمینان سے اپنا اسٹیمر ایک جگہ روک لیا اور پھر محدود روشنی والی ٹارچ کے اشاروں کی مدد سے لانچوں کو رکنے کے لئے جگہ بتانے لگا۔

ذرا سی دیر میں چالیس افراد' لانچوں سے اتر کر ساحل پر پہنچ گئے۔ ان میں سے آٹھ افراد کو لانچوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ باقی چار' چار کی ٹولیوں میں بٹ کر پھیل گئے۔ سب ریوالوروں---- اور اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ ہر فرد کے پاس ایک ایک دستی بم بھی تھا---- دور جزیرے کے درمیان ملگجی روشنیاں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ وہ مکانات تھے جہاں جزیرے کے محافظ رہتے تھے۔ ہم سب احتیاط سے ان مکانات کے قریب پہنچ گئے۔ مکانات کیا قیدیوں کی سی بیرکیں بنی ہوئی تھیں جن پر کھپریل کی چھتیں پڑی ہوئی تھیں۔ دیواروں میں روشن دان بنے ہوئے تھے جن سے روشنی باہر آ رہی تھی۔

ٹولیاں اپنا دائرہ تنگ کرتے ہوئے بڑے منظم انداز میں بیرکوں کے چاروں طرف پھیل گئیں۔ میں اور عدنان ایک بیرک کے سامنے پہنچ گئے۔ دروازے بند تھے اور اندر خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ لوگ جلدی سو جانے کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ ہم نے اطراف کا پوری طرح جائزہ لیا اور پھر میرے اشارے پر عدنان نے بڑھ کر بیرک کے دروازے پر دستک دی۔ ایک بار' دوسری بار' تیسری بار' چوتھی بار دستک دینے سے قبل ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ارے' کیوں مرے جا رہے ہو؟ کیا طوفان آیا ہے؟" پھر کسی نے دروازہ کھول دیا۔

"کیا مصیبت پڑی ہے' تم پر؟" اس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"بڑے اطمینان سے سو رہے ہو' باہر آؤ۔ شہباز' تمہارا انتظار کر رہا ہے۔" عدنان بولا۔

"شش---- شہباز----" اس کی آواز میں بوکھلاہٹ پیدا ہو گئی۔

"انچارج کہاں ہے؟" عدنان نے تحکم آمیز لہجے میں پوچھا۔

"نمبر دو میں----- مگر-----"

"جلدی سے اسے بلاؤ ورنہ تم سب کی شامت آ جائے گی----- دوسرے لوگ رہے ہیں کیا؟"

"سب سو رہے ہیں۔ ایک مجھے ہی نیند نہیں آئی۔" اس شخص نے کہا۔ ابھی تک اس نے ہم دونوں پر غور نہیں کیا تھا----- بیرک نمبر دو' برابر والی تھی۔ اس شخص نے اس کا دروازہ پیٹنا شروع کر دیا اور وہ دروازہ بھی کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا انچارج ہی تھا۔

"شہباز آیا ہے' صاحب! انتظار کر رہا ہے۔"

"ارے' اچانک----- ہمیں تو کوئی اطلاع بھی نہیں تھی۔"

"ہو گا' کوئی کام۔"

"کہاں ہے؟"

"ساحل پر ہو گا۔ یہ لوگ بلانے آئے ہیں----- مگر یہ ہیں کون لوگ؟" وہ اب جا تھا۔ "اے' تم کون ہو؟"

"میرا نام جابر ہے۔ تم چلتے ہو یا ہم واپس جائیں۔" عدنان نے کرخت لہجے میں کہا۔

"ارے' تو بگڑ کیوں رہے ہو' یار! قمیص پہن لوں۔ ساحل پر نگرانی کرنے والے کہاں مر گئے؟ سو رہے ہوں گے-----" انچارج نے ایک موٹی سی گالی دی اور پھر قمیص پہنے چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ باہر آ گیا۔ دوسرا آدمی بھی اس کے ساتھ تھا۔

"سارے نکمے لوگ' میرے حوالے کر دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی کام کا نہیں۔ میں کہتا کچھ ہوں' کرتے کچھ ہیں۔ میں' ان لوگوں کے ساتھ کام نہیں کر سکتا۔" انچارج بڑبڑاتا ہوا' ہمارے آگے آگے چل رہا تھا۔ اس طرح ہم بیرکوں سے تھوڑے فاصلے پر گئے----- پھر ایسی مناسب جگہ پہنچ کر جہاں ہمارا کام آسانی سے ہو سکتا تھا' میں اور عدنان رک گئے۔ پھر ایک لمحے میں ہمارے پستولوں کی نالیں' ان دونوں کی کنپٹیوں سے چپک گئیں۔ وہ دونوں بوکھلا کر رک گئے۔

"کیا مطلب؟" انچارج نے غراتے ہوئے پوچھا۔

عدنان نے جواب دینے کی بجائے' الٹا ہاتھ' اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ اور انچارج گرتے گرتے بچا۔ "اب نیند سے جاگ جاؤ----- ورنہ ہمیشہ کے لئے سو جاؤ گے۔" عدنان کی آواز ابھری۔

"مگر کیوں-----؟"

"ہاں' یہ کام کی بات کی ہے' تم نے۔ کپاس کی کتنی گانٹھیں یہاں موجود ہیں؟"

"کیا بکواس ہے؟ تم کون ہوتے ہو' پوچھنے والے؟ میں یہاں کا انچارج ہوں۔" انچارج نے کہا اور پھر عدنان کا دوسرا ہاتھ کھا کر چیخ پڑا۔

"میں' تمہیں گورنر بنا دوں گا لیکن جو سوال کیا جا رہا ہے' اس کا جواب دو۔"

"مگر تم کون ہو؟"

"سیسرو----- سیٹھ جبار کا خاص آدمی۔ اس کے خفیہ گروہ کا سربراہ ہوں' میں۔"

"تو پھر میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟"

"اس لئے کہ ہماری اطلاع کے مطابق تم یہاں زبردست گھپلے کر رہے ہو۔ یہاں تفریحی لانچیں آتی ہیں اور جب واپس جاتی ہیں تو ان میں مال ہوتا ہے اور تم اس کی رقم بناتے ہو----- بولو' کیا ہمارے پاس پہنچنے والی یہ اطلاع غلط ہے؟"

"ہاں' بالکل غلط ہے۔ جس نے بھی یہ بکواس کی ہے' اسے میرے سامنے لاؤ۔ کوئی ثابت کر کے دکھا دے۔" انچارج دہائی دینے والے انداز میں بولا۔

"دیکھو۔ اگر تمہارے دعوے میں وزن ہوتا تو سیٹھ جبار' یہ خفیہ کاروائی ہرگز نہ کرتا۔ ہمارے پاس ٹھوس ثبوت ہیں۔"

"دکھاؤ مجھے ثبوت۔ میرے پاس مال کی فہرست ہے۔ اگر اس کے مطابق مال میں ذرا سی بھی کمی ہو تو مجھے گولی مار دینا۔ سیٹھ صاحب نے بڑی زیادتی کی ہے' میرے ساتھ۔ میں نے ہمیشہ ایمان داری سے کام کیا ہے۔"

"کپاس کی کتنی گانٹھیں ہیں؟ کیا ان میں سے پچاس گانٹھیں کم نہیں ہوئیں؟"

"ایک بھی نہیں ہوئی۔ سب مال فہرست کے مطابق ہے۔"

"کیا خیال ہے' جناب! اس کی فہرست بھی دیکھ لی جائے۔ اگر واقعی یہ غلط فہمی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ اس کی ایمانداری کی رپورٹ دے کر' اس شے کو دور کر دیا جائے۔" عدنان نے کہا۔

غضب کا آدمی تھا۔ یہ بات ہمارے پروگرام میں شامل نہیں تھی۔ اس نے بروقت یہ ترکیب سوچی تھی اور مجھے اس کی افادیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس طرح کسی قسم کی جھڑپ کے بغیر سارا کام بخیر و خوبی انجام پا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا۔

"میری ڈیوٹی مال کی چیکنگ ہے۔ جو فہرست سیٹھ صاحب نے ہمیں دی ہے۔ اس کے مطابق مال چیک کر لیا جائے۔"

"یہ کوئی گھپلا بھی کر سکتا ہے۔" عدنان بولا۔

"کیسا گھپلا-----؟"

"یہاں موجود سب لوگ' اس کے ساتھی ہیں۔ وہ تو اسی کے کہنے پر عمل کریں گے۔" عدنان نے کہا۔

"ہاں' پھر-----؟"

"پہلے آپ دوسروں کو بلا لیں۔ اس کے بعد' اسے صفائی کا موقع دیں۔"

"مرنا ہے' مجھے----- موت آئی ہے میری جو سیٹھ جبار سے غداری کروں گا۔ جو تمہارا دل چاہے' کرو۔ ہم تو غلام ہیں۔ کتوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں۔" انچارج کے لہجے میں مظلومیت پیدا ہو گئی۔

"اچھا' یوں کرو' اپنے تمام ساتھیوں کو باہر بلا لو اور سنو' اس میں کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو سیٹھ صاحب کا حکم ہے کہ تم لوگوں کو بھون کر رکھ دیا جائے۔ سیٹھ صاحب کی عادت تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔"

"کہہ تو دیا صاحب! ہم لوگ کیا کر سکتے ہیں۔ معمولی سے غلام ہیں۔" انچارج نے جواب دیا۔ عدنان نے چار دفعہ مخصوص انداز میں سیٹی بجائی تو چاروں طرف بکھری ہوئی ٹولیاں' بیرکوں کے اطراف سے نکل کر سامنے آ جمع ہوئیں۔

انچارج خوف زدہ نگاہوں سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک اس کے ذہن میں کوئی شبہ سر نہیں ابھار سکا تھا۔ غالباً" اس کی وجہ یہ ہو گی کہ آج تک اس جزیرے پر کوئی اجنبی نہیں پہنچا ہو گا۔ سیٹھ جبار کو بے شمار حمائتیں حاصل تھیں۔ سرکاری پیمانے پر بھی اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوتی تھی۔ وہ دہشت بھری نگاہوں سے ان سب کو دیکھتا رہا۔ دوسرے آدمی کا تو برا حال ہو گیا تھا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا تھا۔

بہرطور' انچارج سے مطمئن ہونے کے بعد' بیرکوں کے دروازوں پر مسلح آدمی تعینات کر دیئے گئے اور پھر انچارج ہر بیرک کے دروازے کو پیٹ پیٹ کر' لوگوں کو باہر آنے کی تلقین کرنے لگا۔

سوئے ہوئے سب لوگ باہر آ گئے۔ باہر ان کے استقبال کا خاطر خواہ انتظام تھا۔ عدنان کے حکم پر سب کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے۔ لوگوں نے احتجاج کرنا چاہا تو انچارج نے چیخ چیخ کر سب سے کہا کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے' کرنے دیا جائے اور اس میں کوئی مداخلت نہ کی جائے۔ سیٹھ صاحب ہماری ایمان داری کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ جب ان تمام لوگوں کو باندھ دیا گیا تو عدنان' انچارج کے پاس پہنچ گیا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم وہ فہرست نکالو اور ہمیں گوداموں میں لے چلو۔" میں' عدنان اور

تین مسلح افراد' انچارج کے ساتھ چلتے ہوئے بیرک نمبر دو میں آ گئے۔ اسی بیرک میں زیر زمین گوداموں کا راستہ تھا۔

نیچے عظیم الشان گودام پھیلے ہوئے تھے۔ سب سے پہلا گودام کپاس ہی کا تھا۔ میرا جی چاہا کہ ان سب گوداموں کو دستی بم مار کر تباہ کر دوں اور اس جزیرے کو اس قابل ہی نہ چھوڑوں کہ یہاں سے اسمگلنگ کی جا سکے لیکن یہ خلاف اصول بات تھی۔ ابھی تو نہ جانے کتنے مرحلوں پر سیٹھ جبار سے نمٹنا تھا۔ جب سیٹھ جبار کو علم ہو گا کہ یہ جزیرہ اس قدر غیر محفوظ ہو گیا ہے تو وہ خود ہی یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرے گا یا پھر جو بھی اس کا رد عمل ہو۔ اسے پریشان تو ہونے دیا جائے----- پھر میں نے روئی کے ذخیرے پر نگاہ کی لاتعداد گانٹھیں نیچے سے اوپر تک چنی ہوئی تھیں۔

"ان کی گنتی کیسے ہو گی؟" عدنان نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"یہ تو آپ لوگ ہی جانیں صاحب! میں کیا بتاؤں؟"

"ہوں----- تب پھر تم یوں کرو کہ اپنے آدمیوں کو بلوا لو اور ان تمام گانٹھوں کو باہر نکلواؤ۔"

"صاحب! یہ کام اتنا آسان تو نہیں ہو گا۔"

"جتنا بھی مشکل ہو۔ چاہے' دو دن لگ جائیں' اس میں۔ کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تم پوری تیز رفتاری سے یہ کام سرانجام دو۔"

"جیسی آپ کی مرضی' صاحب! لیکن آپ نے تو ہمارے تمام آدمیوں کو باندھ دیا ہے۔"

"انہیں کھولا جا سکتا ہے۔ انہیں صرف اس لئے باندھا گیا ہے کہ ان میں سے کوئی چالاکی نہ دکھا سکے۔" عدنان نے کہا۔

"جناب! ہم بھی نمک خوار ہیں۔ کسی نے شکایت کر دی۔ ہم ذلیل ہو گئے۔ اس وقت تک ہم پر بھروسہ کیا جائے جب تک آپ کو ہماری بے ایمانی کا یقین نہ ہو جائے۔" انچارج گڑگڑایا۔

"ٹھیک ہے' اتنی رعایت کر دی جائے۔" میں نے کہا۔ پھر ہم انچارج کے ساتھ گوداموں سے نکل آئے۔ دوسرے لوگوں کے ہاتھ کھول دیئے گئے اور انچارج نے ان لوگوں کو گوداموں سے روئی کی گانٹھیں نکالنے کا حکم دیا۔

کچھ لوگوں نے منہ بنائے' کچھ نے احتجاج کیا۔ بہرحال وہ متحرک ہو گئے۔ روشنیاں کر دی گئیں اور زبردست پیمانے پر کام شروع ہو گیا۔ لوہے کی ٹرالیاں گردش میں آ گئیں۔ ہم

نے دس آدمیوں کو کام کی نگرانی پر مامور کر کے باقی لوگوں کو ان کے ساتھ لگا دیا۔ اس طرح پچاس کے قریب افراد سخت محنت کرنے لگے اور روئی کی گانٹھیں گوداموں سے باہر آنے لگیں۔ کام کی رفتار اتنی تیز تھی کہ حیرت ہوتی تھی۔

اس کام میں کئی گھنٹے صرف ہو گئے۔ لوگ پسینہ پسینہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ تمام گانٹھیں باہر آ گئیں۔ انچارج نے فہرست ہمارے سامنے پیش کر دی۔ روئی کی گانٹھیں ساتھ ساتھ گنی بھی جا رہی تھیں۔ میں نے فہرست دیکھی پھر عدنان سے بولا۔ "تعداد تو درست ہے۔"

"انچارج بے قصور ہے۔ اس پر الزام لگایا گیا ہے۔" عدنان نے ہمدردی سے کہا۔

"مال بڑے گودام میں منتقل کر دیا جائے اور رپورٹ کے ساتھ انچارج کو بھی سیٹھ جبار کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ اس پر جو الزام لگا ہے' اس کا ازالہ ہونا چاہئے۔" میں نے کہا اور پھر انچارج سے مخاطب ہوا۔ "تمہارے ساتھ واقعی زیادتی ہوئی ہے' دوست! اس لئے تمہیں' سیٹھ صاحب کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ تم' انہیں اچھی طرح جانتے ہو کہ اگر اس کا دل صاف ہو جائے تو وہ اپنی عنایتوں کے خزانے کھول دیتا ہے۔"

"ہاں' صاحب! مگر ہمارا دل تو ٹوٹ گیا۔"

"اوہ' ڈیئر! مالک سے ہر قسم کی توقع رکھا کرو۔ میرے خیال میں تمہارے کسی مخالف نے یہ حرکت کی ہے لیکن تم فکر مت کرو۔ میں بذات خود تمہیں سیٹھ صاحب کے سامنے پیش کروں گا اور اس شخص کی درگت تم اپنی آنکھوں سے دیکھنا جس نے تمہاری شکایت کی ہے۔ اب تم جلدی سے اس مال کو ساحل پر پہنچا دو۔ تھوڑی سی محنت اور کرنی پڑے گی' تمہارے آدمیوں کو۔"

"مال بڑے گودام میں جائے گا' صاحب؟"

"ہاں' سیٹھ صاحب کا حکم ہے لیکن صرف روئی کی گانٹھیں------ کیونکہ رپورٹ انہی کے بارے میں تھی۔ لانچیں ساحل سے لگ رہی ہیں۔ ٹرالیاں روانہ کر دو۔ تم لوگ جلدی کرو۔ مفت میں ساری خراب ہو گئی۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر سب لوگ تیزی سے حرکت میں آ گئے۔ کسی تصادم کے بغیر کام ہو گیا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ سیٹھ جبار نے ایسی معمولی ذہنیت کے لوگوں کو اتنی اہم جگہ پر مقرر کر رکھا ہے۔ شاید وہ اس بات سے مطمئن تھا کہ اس جزیرے پر کوئی غیر متعلق آدمی قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔

انتہائی محنت طلب اور وقت طلب کام تھا۔ اگر جزیرے کے آدمیوں کی مدد نہ ملتی تو

شاید سورج چڑھنے تک یہ کام مکمل نہ ہو پاتا------ ایک لانچ لد گئی تو اسے روانہ کر دیا گیا پھر جب دوسری لانچ روانہ ہوئی تو پہلی لانچ واپس آ رہی تھی۔ یہاں کی بہ نسبت جہاز پر تیز رفتاری سے کام ہو رہا تھا کیونکہ وہاں مال اتارنے کے لئے کرینیں کام کر رہی تھیں۔

اس وقت' سورج طلوع ہو رہا تھا۔ جب یہ ساٹھ افراد' آخری' لانچ سے مال روانہ کر کے فارغ ہوئے۔ میں نے انچارج کی طرف دیکھا۔ وہ نیند اور تھکن سے نڈھال تھا۔ عدنان اس آخری لانچ کے ساتھ ہی جہاز پر چلا گیا تھا۔

"تو تم ہمارے ساتھ چل رہے ہو؟"

"جو حکم' جناب! لیکن میرے پیچھے' یہاں کا کام کون سنبھالے گا؟ میری جگہ کسے چھوڑیں گے' آپ؟"

"اوہ' ہاں۔ یہ مشکل تو ہے۔ تو پھر یوں کریں کہ پہلے کسی کو تمہاری جگہ بھیج دیا جائے۔ اس کے بعد تم شہر آ جاؤ۔"

"یہ ضروری ہے' صاحب! آپ ان نکمے لوگوں کو دیکھ رہے ہیں۔ کوئی بھی ذمے دار نہیں۔ میری ایک مشکل اور حل کرا دیں' صاحب! یہاں کے عملے میں کچھ ذمے دار لوگوں کا اضافہ کرا دیں۔ میں اکیلا یہ سب کچھ سنبھالتے سنبھالتے تھک گیا ہوں۔"

"یہ بات بھی تمہارے سامنے ہی ہو جائے گی۔" میں نے اسے دلاسا دیا اور پھر بڑے خلوص سے اس سے مصافحہ کر کے' میں اسٹیمر کی جانب چل پڑا---- پھر میرے سوار ہوتے ہی اسٹیمر اسٹارٹ ہو گیا۔

ساری رات کی شدید محنت سے میرا انگ انگ ٹوٹ رہا تھا اور اس وقت کچھ سوچنے کو بھی جی نہیں چاہ رہا تھا۔ سوائے اس کے کہ گھر پہنچوں اور بستر سنبھال لوں۔ اسٹیمر کی رفتار سست معلوم ہو رہی تھی۔ یوں یہ سمندری سفر خاصا دن چڑھے طے ہوا۔ اسٹیمر' فیکٹری میں موجود عملے کے حوالے کر کے' ہم ایک وین میں سوار ہو گئے جس نے مجھے میری رہائش گاہ میں واپس پہنچا دیا۔ رہائش گاہ پر سب لوگ اپنی اپنی مصروفیت میں لگے ہوئے تھے۔ بہروز بھی واپس آ گیا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا میری جانب بڑھا تو میں نے کہا۔

"بہروز! اس وقت مجھے بہت ہی ہلکے پھلکے ناشتے کی ضرورت ہے۔ یوں سمجھ لو کہ رات کا ایک ایک لمحہ شدید محنت کرتے ہوئے گزرا ہے۔ ناشتہ کرا دو' مجھے۔ اس کے بعد میں سو جاؤں گا۔ جب جاگوں گا' تب تم سے گفتگو ہو گی۔"

بہروز نے گردن ہلا دی اور میں اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ جوتے اتارے اور انہی کپڑوں سمیت بستر پر گر گیا------ پھر بہروز ہی نے مجھے جگا کر ناشتہ کرایا تھا۔ میں نے الٹا

سیدھا ناشتہ کیا اور پھر نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ شام کو تقریباً" سوا چار بجے میری آنکھ کھلی۔ خوب نیند بھر کر سویا تھا۔ چنانچہ جب جاگا تو طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ غسل نے بالکل تازہ دم کر دیا۔ لباس تبدیل کر کے ملازم کو بلانے کے لئے کال بیل بجائی تو اس کے جواب میں مس نادرہ خود ہی پہنچ گئیں۔

"ہیلو' مس نادرہ! چوہے سمجھتی ہیں' آپ!" میں نے کہا اور مس نادرہ مسکرانے لگیں۔

"جی ہاں' جناب! چوہے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو بلوں میں رہتے ہیں اور دوسرے وہ جو پیٹ میں رہتے ہیں۔"

"بالکل' بالکل------ تو براہ کرم پیٹ کے چوہوں کا انتظام کر دیں فوراً"۔ ورنہ خواہ مخواہ میں توڑ پھوڑ مچا دیں گے۔" میں نے کہا اور نادرہ مسکراتی ہوئی------ چلی گئی۔

اس وقت بھی ناشتہ ہی میرے سامنے آیا تھا۔ عمدہ قسم کی کافی' ڈرائی فروٹ اور ایسی ہی چند چیزیں جو اس وقت کے لحاظ سے بہتر تھیں' میرے سامنے رکھ دی گئیں۔ میں نے خوب ٹھونس کر ناشتہ کیا اور جب میں خوب سیر ہو گیا تو میں نے بہروز کی جانب دیکھا جو جانے کب آ کر' کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔

"ارے------ تم کب آئے؟"

"آپ ایک ایسے کام میں مصروف تھے جس میں کسی اور کی طرف توجہ دینا ممکن نہیں ہوتا۔" بہروز نے ہنس کر کہا۔

"سوری' بہروز! حقیقت میں' میں تمہیں نہیں دیکھ سکا تھا۔ آؤ' کافی پیو۔" میں نے کہا۔ "کب واپس آئے؟"

"رات ہی کو واپس آ گیا تھا۔ یہاں آ کر تمہاری مصروفیات معلوم ہوئیں۔ کام بخیر و خوبی ہو گیا؟"

"ہاں' خدا کا احسان ہے۔" میں نے بیل بجا کر' ایک ملازم کو طلب کیا اور اسے' فینی کو بلانے کے لئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد فینی آ گئی تو میں نے کہا۔ "فینی! رپورٹ------"

"دو بجے دوپہر' مسٹر عدنان نے فون کر کے سب ٹھیک ہے' کی رپورٹ دی تھی------ پھر چار بجے' میں نے ان کا دوسرا فون وصول کیا------ انہوں نے کہا ہے سارے کام بخیر و خوبی ہو گئے ہیں اور دوسرے مراحل بھی طے پا چکے ہیں اور ممکن ہے کل دن میں کسی وقت جہاز کو روانہ کر دیا جائے۔"

"گڈ' اس کا مطلب ہے کہ عدنان بے چارہ' سارا دن مصروف رہا ہے۔ بہرحال' طاہر کو بلاؤ۔" میں نے کہا تو فینی سر جھکا کر چلی گئی۔ طاہر آیا تو میں نے اسے' میتھیو فورے کے بارے میں ہدایات دیں۔ میں' اس کی سخت نگرانی چاہتا تھا۔

"میں ابھی روانہ ہو جاتا ہوں' جناب! لیکن اس نگرانی کی نوعیت کیا ہو گی؟"

"بس احتیاط------ اگر جزیرے سے روئی کی گم شدگی کی اطلاع شہباز کو موصول ہو تو کہیں وہ لوگ' فورے سے رجوع نہ کریں۔ یہ صرف ایک خیال ہے ورنہ اس کے امکانات کم ہیں۔ ہم' فورے کو خیریت کے ساتھ یہاں سے روانہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں' جناب اگر فورے کو کوئی مشکل پیش آئی تو ہم ہر طرح سے اس کی مدد کریں گے۔"

"ہاں' ایسے حالات میں' تم ان دونوں کو یہاں لا سکتے ہو------" میں نے کہا اور طاہر گردن جھکا کر چلا گیا۔

رات خیریت سے گزر گئی۔ دوسری صبح عدنان خود پہنچ گیا۔ اس نے مجھے مبارک باد دیتے ہوئے کہا۔ "ابھی تک تو سب ٹھیک ٹھاک ہے' پرنس! کیا آپ جہاز کا جائزہ لینا پسند کریں گے؟"

"کوئی قباحت تو نہیں ہو گی' عدنان؟"

"آپ کا یہ خادم ہزار آنکھیں رکھتا ہے' پرنس! ذرا وقت آنے دیں اگر سیٹھ جبار کے بدن کا لباس نہ اتار لاؤں تو عدنان نام نہیں۔"

"مجھے تمہاری اعلیٰ کارکردگی کا اعتراف ہے۔"

"تو تشریف لے چلئے۔"

پرنس ولاور' جیٹی سے بہت دور' اس جگہ کھڑا تھا جہاں روانگی کے لئے تیار جہاز کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک تیز رفتار لانچ نے ہمیں جہاز پر پہنچا دیا۔ جہاز لدا کھڑا تھا۔ روئی کی گانٹھوں کی نئی پیکنگ کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی گانٹھیں ہیں۔ ٹاٹ کے نئے کپڑے پر پرنس ولاور کا مونوگرام تھا اور اس پر کسٹم کلیرنس کے نشان لگے ہوئے تھے۔

شام پانچ بجے' جہاز نے جگہ چھوڑ دی جس کی اطلاع مجھے فون پر مل گئی تھی۔ میرے بدترین دشمن کو میرے ہاتھوں پہلی چوٹ ہوئی تھی اور اب مجھے اس کے رد عمل کا انتظار تھا۔ اسی رات تقریباً" گیارہ بجے' میں نے تمام کاغذات------ میتھیو فورے کو بھجوا دیئے اور فورے نے فون پر مجھ سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو' پرنس!"

"ہیلو' مسٹر فورے!"

"اس بہترین کاروباری تعاون پر میں' آپ کا شکر گزار ہوں' پرنس! مال کی وصولیابی کی اطلاع دوں گا اور اس کے ساتھ ہی نیا آرڈر بھی۔ میں کل علی الصباح یہ شہر چھوڑ رہا ہوں ایک اور سودے کی بات چھڑ گئی ہے جس کے سلسلے میں کہیں جانا ہے۔"

"واپسی یہیں ہو گی' مسٹر فورے؟"

"ممکن ہے' نہ ہو سکے' پرنس! لیکن اگر واپسی یہاں نہ ہوئی اور ہماری الوداعی ملاقات نہ ہو سکی تو کوئی حرج نہیں ہے----- میں ہانگ کانگ پہنچ کر فوراً" آپ سے رابطہ قائم کروں گا اور اس کے بعد جیسا کہ میں' آپ سے عرض کر چکا ہوں' میرے اور آپ کے درمیان کاروبار شروع ہو جائے گا۔"

"او۔ کے' مسٹر فورے! اگر آپ کو میری طرف سے کاروباری طور پر کوئی فائدہ پہنچے تو مجھے یقین ہے کہ ہمارے آیندہ تعلقات بھی بہتر ہوں گے۔"

"صرف کاروباری ہی نہیں' پرنس! میں' آپ کے اخلاق اور دوستی کا دل سے قائل ہوں اور بڑے اچھے جذبات لے کر' آپ کے وطن سے واپس جاؤں گا۔" مزید رسمی گفتگو کے بعد فورے سے گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ویسے یہ آدمی بھی مجھے بہت گہرا نظر آیا تھا۔ اگر میں یہ سوچتا کہ وہ صرف سیٹھ جبار کے پاس آیا تھا اور اس کے شانوں پر بندوق رکھ کر چلاتا ہے تو یہ ایک احمقانہ سوچ ہوتی۔ فورے کے پنجے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے اور وہ اتنا سادہ لوح نہیں تھا جتنا نظر آتا تھا۔

بہرطور میرا کام بخیر و خوبی ہو گیا تھا اور میں اب اس کے نتائج جاننے کے لئے بے چین تھا۔ ویسے کچھ اور باتیں بھی ہوئی تھیں' اس سلسلے میں۔ مثلاً" یہ کہ پرنس دلاور کا نام منظر عام پر آنے کے بعد سیٹھ جبار کی یہی کوشش ہو گی کہ پرنس دلاور کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ ممکن ہے' وہ انتقامی کاروائیوں پر اتر آئے۔ اس لئے خود کو تیار رکھنا ضروری تھا۔ عدنان' طاہر' اعظم یا دوسرے ساتھیوں پر مکمل بھروسہ کرنا مناسب نہیں تھا۔ اپنے طور پر بھی انسان کو محتاط اور متحرک رہنا چاہئے اور اس کے لئے میرے ذہن میں شروع ہی سے کچھ پروگرام تھے۔ ان میں کچھ ایسے مکانات کی فراہمی بھی شامل تھی جو کسی کے بھی علم میں نہ ہوں اور اس کے لئے میں کسی بالکل غیر متعلق آدمی سے کام لینا چاہتا تھا۔ غیر متعلق آدمیوں میں بس ایک ہی نام ایسا تھا جو اس وقت میرے لئے کار آمد تھا اور جس سے میں بہت سے کام لے سکتا تھا اور وہ تھا' عظمت' جس کا تعلق براہ راست ان لوگوں سے نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے عظمت ہی سے رابطہ قائم کیا اور اس کے دفتر ٹیلی فون

کیا۔

"ہیلو' منصور بھیا! کیسے مزاج ہیں؟ آپ نے یقیناً ایاز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے فون کیا ہو گا؟"

"نہیں' عظمت! میں جانتا ہوں کہ اگر ایاز کے بارے میں تمہیں معلومات حاصل ہو گئیں تو تم' میرے فون کا انتظار نہیں کرو گے۔ بہرطور' ایاز ہمارے لئے قصہ پارینہ بن چکا ہے اور اگر وہ مل جائے تو ہم اسے اپنے لئے ایک بہترین منافع تصور کریں گے۔ مجھے' تم سے کچھ اور کام تھے' عظمت!"

"جی' فرمایئے۔" عظمت نے مستعدی سے کہا۔

"کسی اسٹیٹ ایجنٹ سے تمہارا رابطہ ہے؟"

"ہے تو نہیں لیکن کیا جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ دراصل میں کسی پر سکون سے علاقے میں ایک مکان خریدنا چاہتا ہوں۔ اگر دو مختلف علاقوں میں دو مکان مل جائیں' تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ان مکانوں کا کوئی خاص ----- معیار بھی نہ ہو۔ بس' اس قابل ہوں کہ ان میں رہا جا سکے اور قیمتوں کا مسئلہ تو تم جانتے ہی ہو کہ کچھ نہیں ہے۔"

"جی ہاں-----"

"تو یوں کرو' عظمت! ایسے کسی علاقے میں ایک یا دو مکان دیکھ لو۔ بس' درمیانے قسم کے ہونے چاہئیں۔ میں خاموشی سے اپنی ایک سکون گاہ بنانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میرے پاؤں' اب بہت سی زنجیروں میں جکڑ چکے ہیں۔ کبھی کبھی سکون بھی درکار ہوتا ہے----- اور اس کے لئے مجھے تمام لوگوں سے ہٹ کر کسی جگہ کی ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں انتظام کر لوں گا۔ کچھ وقت لگ جائے گا۔ اس میں لیکن سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہو جائے گا۔"

چند لمحے خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔ "عظمت! یہ مت سوچنا کہ تمہارے سلسلے میں گفتگو کرنے کے بعد' میں نے خاموشی اختیار کر لی ہے۔"

"میرے سلسلے میں؟"

"ہاں' بھئی! تمہاری شادی کی بات ہوئی تھی نا' ایک بار۔"

"اوہ' نہیں----- بھلا میں کیوں سوچوں گا؟ آپ نے جس طرح میرے لئے مناسب سوچا ہو گا' وہی کریں گے نا۔ آپ کے ذہن میں یہ خیال آیا تھا تو بہتر تھا' اب اگر نکل گیا ہے تو مجھے کیا تعرض ہو سکتا ہے۔"

"طنز کر رہے ہو' بھئی! یہ خیال میرے ذہن سے نکلا نہیں ہے بلکہ میں اپنی مصروفیات میں کچھ اس قدر الجھ گیا تھا کہ وقت نہ مل سکا لیکن اب تیار ہو جاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری گرفتاری کا معقول بندوبست کر دوں۔"

"میں تو اسی دن سے تیار ہوں جس دن آپ نے یہ بات کہی تھی۔" عظمت نے جواب دیا۔

"گویا راتوں کو سونا چھوڑ دیا ہے' تم نے؟"

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جب سے یہ تصور ذہن میں ابھرا ہے' بڑے اہتمام سے سونے لگا ہوں۔ نجانے اس کے بعد سونا نصیب ہو یا نہیں۔" عظمت نے ہنس کر کہا۔ میں نے بھی ہنستے ہوئے' اسے خدا حافظ کہہ کر ٹیلی فون رکھ دیا۔

میں' عظمت سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ بہروز' میرے پاس پہنچ گیا۔

"اب تو آپ کو فرصت ہو گئی ہے' محترم منصور صاحب!"

"ہاں' بھائی----- خدا کا شکر ہے کہ میں سیٹھ جبار کے سینے میں خنجر گھونپنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ویسے تمہارے سلسلے میں بعض اوقات میری ذہنی کیفیت عجیب سی ہو جاتی ہے۔"

"کیوں-----؟"

"میں تمہیں دوست یا بھائی کہہ کر مخاطب کرتا ہوں لیکن جب تمہاری اصلیت یاد آتی ہے تو خود ہی جھینپ جاتا ہوں۔"

"میں خود بھی اس سلسلے میں بے حد پریشان ہوں' منصور----- اب تو مجھے خود بھی یہ یقین کرنے میں دشواری پیش آتی ہے----- کہ میں لڑکی ہوں۔"

"سرخاب' وغیرہ کیسی ہیں؟"

"بالکل ٹھیک ہیں۔ ویسے' منصور! تم نے جو دو تماشے وہاں پہنچائے ہیں' ان سے طبیعت بڑی خوش ہو گئی ہے۔ یقین کرو' بعض اوقات وہاں سے ہٹنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"حسینہ اور اس کے شوہر بھوندو کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں' منصور! ناک میں دم کر رکھا ہے' دونوں نے ہنساتے ہنساتے' بھوندو واقعی بھوندو ہے۔ ویسے ایک بات ہے کہ حسینہ جیسی شوخ اور چنچل لڑکی کو اگر بھوندو جیسا شوہر نہ ملتا تو وہ نہ جانے' اس کا کیا حشر کرتی۔"

"کیا مطلب؟"

"حسینہ خوش قسمت ہے کہ بھوندو' اس کی بات سے ایک قدم آگے نہیں بڑھاتا۔ حسینہ دن کو رات کہے تو وہ اجالے ہی میں----- آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگتا ہے اور اگر وہ رات کو دن کہے تو تاریکی میں دوڑ لگا دیتا ہے۔ پروفیسر شیرازی تو اب ان دونوں ہی میں مصروف رہنے لگے ہیں۔"

"چلو' اچھا ہے۔ میری وجہ سے انہیں کچھ قہقہے تو نصیب ہوئے۔" میں نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ویسے تمہارے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں دوست! لیکن ابھی ذہنی سکون میسر نہیں ہے۔ سیٹھ جبار سے چھیڑ چھاڑ کا آغاز ہو چکا ہے۔ دیکھنا ہے کہ بات کب تک آگے بڑھتی ہے لیکن اب پروفیسر شیرازی کو محتاط رہنا پڑے گا۔ میری طرف سے انہیں یہ پیغام دے دینا کہ اب وہ فون استعمال نہ کریں اور مجھ سے رابطہ بھی نہ رکھیں۔ کیونکہ پرنس دلاور اب سیٹھ جبار کی توجہ کا مرکز بن جائے گا اور اس کوٹھی کی کڑی نگرانی کی جائے گی۔"

"یقیناً----- اس سلسلے میں تو مجھے بھی محتاط رہنا ہو گا۔ ویسے' منصور! اگر اجازت دو تو میں اپنی مستقل رہائش گاہ وہیں بنا لوں۔ یہاں تو بہت سے افراد ہیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ تم' پروفیسر وغیرہ سے ملاقات ہی ترک کر دو۔"

"صرف ابتدائی طور پر کچھ احتیاط کرنی پڑے گی اور اس کے بعد تو ظاہر ہے کہ سیٹھ جبار سے چھپتا نہیں پھروں گا۔ بہرحال' ایک دن مجھے اس کا سامنا کرنا ہی ہے۔"

"بلا شبہ-----"

"تم اب وہاں کب جاؤ گے' بہروز؟"

"پروفیسر کے ہاں؟----- کوئی خاص وقت تو طے نہیں کیا۔ میرے خیال میں آج نہیں----- کیوں' کوئی خاص بات ہے؟"

"نہیں' بس یوں ہی۔ کچھ وقت گزارنے کو جی چاہ رہا ہے۔ کل کا دن' میں وہاں گزاروں گا۔"

"تب تو مجھے ابھی چلے جانا چاہئے۔ پرنس دلاور کے لئے اہتمام بھی تو کرنا ہو گا۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

دوسرا دن بہت دلچسپ تھا۔ پروفیسر شیرازی کی کوٹھی میں----- داخل ہوا تو ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ سب ہنستے مسکراتے ملے تھے----- پروفیسر نے بڑی شفقت سے میرے کندھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "بھئی' ہم بھی تمہاری کاوشوں کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں۔ ہماری طرف سے سیٹھ جبار کے سر پر پہلا جوتا لگانے کی مبارک باد قبول کرو۔ کیوں'

گل بیٹے! میں نے کہا تھا نا کہ منصور بہرحال' سیٹھ جبار سے زیادہ ذہین اور اعلیٰ دماغ کا مالک ہے۔"

"منصور ہمارا تاج محل ہے' پروفیسر! یہ ہمارا سرمایہ ہے۔ ہماری ہر سانس اس کے وقف ہے۔" گل جذباتی لہجے میں بولی۔ بڑی تبدیلیاں ہو گئی تھیں' اس میں۔ اس کے انداز میں بزرگی سی آ گئی تھی۔ کیسے آسمانی لوگ تھے' یہ۔ اس دنیا سے ان کا کیا تعلق کہیں زمین کے لوگ بھی اس قدر بلند ہوتے ہیں۔

اس سنجیدہ ماحول میں اچانک حسینہ کی آمد نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ وہ بری طرح ہنستی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ پروفیسر گہری سانس لے کر اسے دیکھنے لگے۔

"کیا ہوا' بھئی؟"

"ابھی کہاں ہوا' اب ہو گا۔ لو غضب ہو گیا۔ با ادب با ملاحظہ ہوشیار۔" حسینہ مچاتی ہوئی بولی۔

"افوہ! اتنا شور کیوں مچا رہی ہو' حسینہ؟" میں نے کہا۔ اسی وقت سرخاب بھی کمرے میں داخل ہوئی اور اس کے پیچھے-----

لیکن اس کے پیچھے جو کوئی بھی تھا' اسے دیکھ کر میں دنگ رہ گیا----- یہ تھا----- تھا نہیں تھی----- ایک حسین ساڑھی میں ملبوس۔ زنانہ اشائل میں بنائے ہوئے۔ سادہ سا چہرہ اور کھلتا ہوا بدن' جس میں نسوانیت کے تمام نقوش اس ابھر آئے تھے جیسے انہیں کسی قید سے نجات مل گئی ہو۔ اس کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔

"حسینہ کی بچی! تجھے تو میں ٹھیک کروں گی۔" سرخاب نے حسینہ کو گھورتے ہوئے کہا

"لو' میں نے کچھ بتایا ہے' جی----- میں نے تو ایک لفظ بھی نہیں کہا۔" حسینہ کہا اور پھر ہنس پڑی۔ تب بہروز نے آگے بڑھ کر کہا۔

"میرا بالکل قصور نہیں ہے۔ سرخاب نے اس قدر اصرار کیا تھا' اس بات پر کہ انکار نہیں کر-----"

"آخر----- اس میں حرج ہی کیا ہے' کبھی کبھی یوں بھی سہی----- میں بہروز کو اس انداز میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جبکہ یہ میری آرزو تھی۔" سرخاب بولی۔

حسینہ مسلسل ہنسے جا رہی تھی۔ گل اور پروفیسر شیرازی بھی اس مصری نژاد حسینہ زدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر پروفیسر نے آگے بڑھ کر بہروز کے سر پر ہاتھ پھ ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم! بڑی مسرت ہوئی' تمہیں دیکھ کر۔ ہمارے دل میں تمہاری عظمت اور بڑھ گئی ہے۔ کیوں گل؟"

"یہ لڑکی اس قدر پیاری ہو گی' میں نے تو سوچا بھی نہ تھا۔ کیوں' منصور! تم نے پہلے بھی اسے اس رنگ میں دیکھا تھا؟"

"نہیں-----" میں نے جواب دیا۔

"آپ کو کوئی اعتراض ہے' اس پر؟" سرخاب نے مجھے سنجیدہ دیکھ کر مجھ سے پوچھا۔

"نہیں' سرخاب! یہ ایک حقیقت ہے۔ حقیقتوں پر اعتراف کی کیا گنجائش ہے۔" میں نے خود کو سنبھال لیا۔

"تو کھی کھی کرنے سے باز نہیں آئے گی' حسینہ! چل بھاگ یہاں سے۔" سرخاب نے کہا تو حسینہ ہنستی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ "جانتے ہیں' یہ کیوں ہنس رہی ہے؟" سرخاب نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے منفی انداز میں گردن ہلا دی۔

"یہ سمجھ رہی ہے کہ بہروز نے لڑکی کا روپ دھارا ہے۔"

میں ہنس پڑا اور پروفیسر شیرازی کا بھی فلک شگاف قہقہہ گونج اٹھا۔

○

پروفیسر شیرازی کی اس چھوٹی سی جنت میں آ کر غم دور چلے جاتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ میرا اپنا خاندان ہو----- اس وقت بھی یہی کیفیت تھی۔ چاروں طرف سے قہقہے ابل رہے تھے۔ بہروز اس طرح شرمایا ہوا بیٹھا تھا جیسے کوئی نئی نویلی دلہن ہو۔ اس پر' حسینہ کی احمقانہ باتیں محفل کو زعفران زار بنائے ہوئے تھیں۔

"دل چاہتا ہے' اس گھر میں یونہی قہقہے ابلتے رہیں۔ کتنا سکون ہے' ان قہقہوں میں۔" پروفیسر نے کہا۔

"منصور بار بار اس بات اظہار کرتے ہیں کہ ہم نے ان پر کوئی احسان کیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے ہم سب پر احسان کیا ہے۔ آپ یقین کریں' پروفیسر! میری ساری زندگی الجھی ہوئی تھی۔ تھوڑا بہت تو میں' آپ لوگوں کو اپنے بارے میں بتا چکی ہوں۔ مرحوم جہانگیر بہت اچھے انسان تھے لیکن طبعاً خشک واقع ہوئے تھے۔ خالص کاروباری ذہن رکھتے تھے' ان کی ساری دلچسپی کا محور صرف کاروبار تھا۔ کبھی کوئی تقریب بھی ہوتی تو اس میں ان کے کاروباری دوست ضرور مدعو ہوتے۔ میں نے ساری زندگی یونہی گزاری۔ بس اس ماحول کو ترستی رہی پھر ان کے انتقال کے بعد میں خود صرف کاروبار ہی کی ہو کر رہ گئی لیکن میں مجبور تھی' اس کے لیے۔ حالانکہ تنہائی میں سوچتی تھی کہ میں یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہوں؟ لیکن اور کوئی مشغلہ بھی تو نہ تھا۔ عام انسانوں سے اس قدر کٹی ہوئی تھی کہ آہستہ آہستہ انھیں بھولتی جا رہی تھی۔ منصور نے پھر سے مجھے' انسان آشنا کر دیا اور آج میں اتنی خوش ہوں' ان سب لوگوں کے درمیان کہ بیان نہیں کر سکتی۔ میری نیندیں پرسکون ہوتی ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ سب کچھ منصور کی وجہ سے ہوا۔" گل نے کہا۔

"واللہ؟ گل بیٹی! میں تم سے متفق ہوں۔ منصور ہمارے لیے مسرتوں کی نوید لائے ہیں۔ میرے نظریات' میرے لیے سکون بخش تھے۔ زندگی میں صرف سرخاب تھی جو میری محبتوں اور مستقبل کے تمام منصوبوں کا مرکز تھی----- اور مجھے کوئی تردد نہیں تھا لیکن نظریات کی اس ساکن جھیل میں اس نوجوان نے کنکری پھینکی۔ میں نے منصور سے جنگ کی

اور اس کی سوچ میں تبدیلی لانے کی کوشش کی لیکن حالات نے میری اصلاح کی اور مجھے بتایا کہ میرے تعمیر کردہ قلعے میں بہت سقم ہیں اور جب میں نے ان میں تبدیلی کی تو نئے جہان دیکھے۔ آج یہ چھوٹا سا گھر کتنا پر رونق ہے۔ صبح کو جاگتا ہوں تو ایک بھرا پرا خاندان دیکھتا ہوں۔ میں اپنی مسرت الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔" پروفیسر شیرازی بولے۔

"منصور نے بہت سے لوگوں کو سہارا دیا ہے۔" بہروز نے کہا۔

"مجھے بھائی کی آرزو تھی۔ منصور جیسا آئیڈیل بھائی مجھے مل گیا۔" سرخاب بھی بولی۔

"تم کچھ نہیں کہو گی حسینہ؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ارے' ہم کیا کہیں۔ انھیں دیکھو' کیسے بیٹھے شرما رہے ہیں----- خدا قسم! ہم نے تو کوئی لڑکی بھی ایسی نہیں دیکھی۔" حسینہ نے بہروز کی طرف اشارہ کر کے کہا اور ہنستی ہوئی باہر بھاگ گئی۔

----- اور سب کے فلک شگاف قہقہے گونج اٹھے۔

"میں اس سلسلے میں صرف ایک بات کہوں گا۔" میں نے گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے بچپن میں جو کورس کی کتابیں پڑھی تھیں' میرا ایمان بن گئی تھیں۔ مجھے یہ کتابیں حفظ تھیں اور میری سوچ ان کے کسی بھی لفظ سے الگ نہیں تھی۔ میں اپنی گلیوں میں اور ان راستوں پر جو مجھے اسکول اور پھر کالج لے جاتے تھے' اگر کوئی ایسی بات ہوتے دیکھتا جو ان کتابوں سے مختلف ہوتی تو میرا دل یہ چاہتا کہ میں ان برائیوں کو اپنے وطن کی سرزمین سے نوچ کر پھینک دوں۔ میں اپنے وطن کے ایک ایک فرد کو ان افکار کا پیروکار دیکھنا چاہتا تھا۔ جو میری رگ وپے میں بسے ہوئے تھے۔

پھر تقدیر نے مجھے ان راستوں سے ہٹانا شروع کر دیا جو میرے لیے سچائی کے راستے تھے----- میں نے بہت کوشش کی کہ ان راستوں سے میرے قدم ایک انچ بھی نہ ہٹنے پائیں لیکن آپ سب لوگوں کو علم ہے کہ مجھے غلاظتوں کی طرف دھکیلا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے جیل کاٹنی پڑی۔ جیل کے پانچ سالوں نے مجھے ایک نئی دنیا دکھائی جو میرے لیے روح کا عذاب تھی----- لیکن آہستہ آہستہ مجھے احساس ہوا کہ سچائی' نیکی اور ایمان داری کے الفاظ صرف کتابوں میں پائے جاتے ہیں' عمل کی دنیا کچھ اور ہی ہے۔ اس بھٹکے ہوئے ذہن کو یکسو کرنا میرے لیے کتنا مشکل تھا' آپ لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے۔ مجھے کتابوں سے نفرت سی ہو گئی کیونکہ میں جھوٹ کو اپنانا نہیں چاہتا تھا----- پھر پروفیسر شیرازی نے مجھے سچائی کی تلقین کی۔ ان کی محبت اور نرم رویے نے مجھے سمجھایا کہ یہ سب بہروپئے ہیں----- کتابوں کو تحریر کرنے والے اور ان کی تحریروں کو سچ ثابت کرنے والے' میرے

ساتھ مذاق کر رہے ہیں----- پھر مجھے گل ملیں' سرخاب' عظمت' ایاز اور بہروز ملے' بہت سے لوگ ملے----- اور ایک بار پھر میری سوچ کی دیوار میں شگاف پیدا ہو گیا۔ میں نے سوچا' کتابیں جھوٹ نہیں بولتیں۔ دنیا والوں نے ممکن ہے' پرفیسر شیرازی کو نہ دیکھا ہو----- گل' سرخاب' عظمت اور ایاز سے نہ ملے ہوں اور ان کی باتیں کتابوں میں لکھ ڈالی ہوں' سو یہ لوگ بھی جھوٹے نہیں ہیں----- لیکن یہ میری بدقسمتی تھی کہ مجھے ان فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ اس وقت نہ ملا جب مجھے ان کی ضرورت تھی۔ اگر یہ لوگ مجھے مل جاتے' اگر مجھے سیٹھ جبار کی نوکری نہ کرنی پڑتی' اگر میری ماں اور بہن اس چھوٹے سے گھر میں محفوظ رہتیں تو خدا کی قسم' میں محنت مزدوری سے پیٹ بھر کر' اپنے وطن کی عظمت کے گن گاتا----- لیکن بدقسمتی کی بات تو یہی ہے کہ یہ لوگ' مجھے دیر سے ملے۔ میں کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا-----' گل کے یا پرفیسر شیرازی کے کہے پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا۔ انھوں نے مجھے اپنی عظمت سے مسحور کر دیا ہے۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں' میں اسے سچائی سمجھتا ہوں۔"

پروفیسر شیرازی ہنس پڑے۔ "چلو بھئی! حساب چکتا ہو گیا۔ بڑے مہاجن قسم کے آدمی ہو۔ چھوڑو' ان گھمبیر باتوں کو۔ ایسی باتیں کرنے سے کیا فائدہ؟ تمھارے سارے معاملات ٹھیک چل رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ جو قلعہ آپ نے تعمیر کیا ہے' اب اس کی فصیل میں کوئی شگاف نہیں پڑ سکتا۔ ہم برائی کے خلاف نبرد آزما ہیں---------- اور برائی کو برائی سے ختم کر رہے ہیں۔ بہرحال' آپ کے کہنے پر یہ موضوع ختم----- لیکن کچھ اور باتیں' میرے ذہن میں چکراتی رہتی ہیں۔"

"ہاں' ہاں بھئی! کوئی الجھن ہو تو ضرور کہو۔ تم اپنے معاملات میں مصروف رہتے ہو اور ماشاء اللہ اچھے جا رہے ہو۔ رپورٹیں تو مل ہی جاتی ہیں ہمیں' تمھارے بارے میں۔ مثلاً" جیسے ابھی تمھارا تازہ کارنامہ' سیٹھ جبار پر اچھی خاصی ضرب پڑی ہے اور مزہ مجھے آ رہا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب وہ شیطان کون سے راستے سے آگے بڑھتا ہے۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں' پروفیسر! ہم اس کے سارے راستے بند کر دیں گے۔" میں نے کہا۔"

"ہاں' تو وہ' تمھارے ذہن میں کیا بات تھی؟"

"پروفیسر! ابھی آپ نے کہا ہے کہ صرف سرخاب' آپ کی----- آرزوؤں کا مرکز تھیں۔ میں نے بڑی حق تلفی کی ہے' سرخاب کی----- کہ آپ کے ذہن میں گھس بیٹھا

لیکن میری بہن بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ میں' اس کے مستقبل کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں----- پروفیسر' جو کچھ ہم نے شروع کیا ہے' اس پر خرچ بھی کیا ہے۔ ہم جس انداز میں اپنے اقدامات کر رہے ہیں' ان میں ہمیں منافع بھی نظر آیا ہے۔ ہرچند کہ یہ منافع' ان ذرائع سے آ رہا ہے جو ہمارے نزدیک جائز نہیں لیکن ہمارا اصل بھی تو خرچ ہوا ہے' اس میں۔ منافع کو ہم اس کاروبار میں لگا دیں اور اصل میں سے تھوڑا تھوڑا نکالتے رہیں تو کیا حرج ہے؟"

"حرج تو کوئی نہیں لیکن نکالنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟" پروفیسر نے کہا۔

"سرخاب کا مستقبل----- میں نے کروڑوں روپیہ کمایا ہے' اس فراڈ میں۔ روئی کی فروخت سے خاصی بڑی رقم ملی ہے مجھے۔ میرا خیال ہے' ہم اس رقم کو اپنے ناجائز کاروبار میں لگا دیں اور اتنی ہی اصل رقم نکال کر دوسرے راستوں پر چل پڑیں۔"

"مگر وہ دوسرے راستے کیا ہیں' محترم؟" پروفیسر شیرازی نے پوچھا۔

اپنی بہن کے لیے کسی مناسب رشتے کا انتظام اور پھر اس کی شادی۔" میں نے جواب دیا اور سرخاب ایک دم سنجیدہ----- ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہو گئی لیکن اس نے وہاں سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی۔ پرفیسر نے مسکراتے ہوئے پہلے مجھے پھر گل اور سرخاب کی طرف دیکھا پھر بولے۔

"بھئی' میں نے جو تمھارے ساتھ اتنا کیا ہے' سب کچھ لگا دیا ہے' تم پر تو کوئی بلاوجہ تھوڑا ہی لگا دیا ہے۔ میری سوچ میں اب وہ سب کچھ نہیں ہے' منصور! جو پہلے تھا۔ پہلے میں اندھی انسانیت کا قائل تھا لیکن اب میں ایک کاروباری آدمی ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ لگاؤ اور منافع حاصل کرو۔ تو مجھے منافع میں ایک بیٹا ملا ہے جس کا نام منصور ہے اور جو سرخاب کا بھائی ہے تو پھر میں اس سلسلے میں تردد کیوں کروں' جو کچھ میں نے کمایا ہے' وہی میرے کام بھی آئے گا۔ تم سوچو' تم جانو۔ سرخاب' تمھارے سامنے ہے----- بہن سے گفتگو کرو اور اس سلسلے میں جو بھی مناسب فیصلہ کرو گے' مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔" اور میں مسکرانے لگا۔

○

خاصی رات گئے پروفیسر شیرازی کے پاس سے واپسی ہوئی تھی۔ ذہن میں خوشگوار تاثرات تھے۔ یوں بھی حالات پرسکون تھے چنانچہ سکون کی نیند آ گئی اور دوسری صبح سو کر اٹھا تو طبیعت بے حد ہشاش بشاش تھی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر' میں اپنے مخصوص کمرے میں جا بیٹھا----- سیٹھ جبار کے

ردعمل کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ میرے دل میں بارہا یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کسی طرح تغلق خان سے رابطہ قائم کر کے وہاں کے حالات معلوم کروں لیکن تغلق خان سے رابطہ آسان کام نہیں تھا----- اور پھر یوں بھی محتاط رہنا بے حد ضروری تھا----- میں اس وقت تک کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا جب تک کہ مجھے یقین نہ ہو جائے کہ تغلق خان وہاں اپنے قدم جما چکا ہے۔ اگر کوئی----- خاص بات ہو گی تو وہ خود ہی مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ یہ خیال ہی میں نے ذہن سے نکال دیا کہ تغلق خان سے گفتگو کی جائے۔ امجد بھائی بھی وہاں موجود تھے اور میں' ان سے ملاقات کر سکتا تھا لیکن اس غریب خاندان کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی اور اب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ انتظار کیا جائے لیکن میں سیٹھ جبار کو سکون سے بیٹھنے نہیں دینا چاہتا تھا' اس پر پے درپے----- ضربیں لگاتے رہنا ضروری تھا۔

دن کو دس بجے مجھے' عظمت کا فون ملا۔ میرا فون نمبر' عظمت کے پاس تھا۔ "بھیا! جو ذمے داری آپ نے میرے سپرد کی تھی' وہ پوری ہو گئی ہے۔ دو مختلف علاقوں میں دو خوبصورت مکانات ہیں۔ تقریباً" گیارہ لاکھ روپے خرچ ہو جائیں گے کچھ رقم کی ضرورت' آپ سے بھی پڑے گی۔ کیونکہ ہمارے اکاؤنٹ میں اتنی رقم نہیں ہے۔"

"اس کی فکر نہ کرو' تم۔ ایک کی پے منٹ کر دو' دوسرے کا چیک میں دے دوں گا۔ باقی تھوڑے بہت پیسے بینک میں پڑے رہنے دو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ہمارا ذاتی اکاؤنٹ ہے۔"

"ٹھیک ہے' آپ مجھے چار لاکھ کا چیک دے دیں۔ ان میں سے ایک مکان واسن ایونیو کے علاقے میں ہے۔ خاصا کشادہ اور خوبصورت مکان ہے اور پھر ایسی جگہ واقع ہے جہاں آس پاس زیادہ ہنگامہ نہیں ہے۔ دوسرا مکان' ایگل روڈ پر واقع ہے۔ یہ بھی خاصا اچھا رہائشی علاقہ ہے۔ نمبر نوٹ کر لیجئے۔ اگر آپ چاہیں تو کسی وقت ان دونوں مکانوں کو دیکھ لیجئے ورنہ جیسا مجھے حکم دیں' کہیں تو میں شام کو حاضر ہو جاؤں۔"

"ایسا کرو' عظمت! شام کو پانچ بجے مجھے' ایگل روڈ پر مل لو----- ایگل روڈ پر پوپ سائن نامی ایک چھوٹا سا ریستوان ہے۔ میں وہاں تمہارا انتظار کروں گا۔ تھوڑی سی بدلی ہوئی شکل میں آؤں گا لیکن ایک سرخ رومال ہلا کر تمہیں اپنی جانب متوجہ کر لوں گا۔" میں نے کہا۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں نے فینی کو طلب کر لیا اور فینی' میرے پاس پہنچ گئی۔ تھوڑی سی تبدیلی ہوئی تھی' اس لڑکی میں' بہرطور مجھے پسند تھی۔ کیونکہ میں خود بھی سڑے

ہوئے چہرے دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ مسکراتی ہوئی میرے پاس پہنچ گئی۔ میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تم یوں کرو' عدنان سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو کہ میں' دوپہر کے کھانے پر اس ملنا چاہتا ہوں۔"

"یہیں بلا لوں' جناب؟" فینی نے پوچھا۔

"ہاں' یہیں بلالو۔" میں نے کہا اور فینی گردن خم کر کے اٹھ گئی۔

دوپہر کے کھانے پر عدنان پہنچ گیا۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی میرے ساتھ نہ تھا۔ عدنان خوشگوار انداز میں مسکراتا ہوا' میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"بھئی' مجھے یہ خاموشی پسند نہیں۔ میں مصروف رہنا چاہتا ہوں۔ ہمیں ہل اسٹیشن سے آئے ہوئے کئی روز گزر چکے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آرام کا وقت ختم ہو گیا۔ اب ہمیں کام کی باتیں کرنی چاہئیں۔"

"خود میری بھی یہی خواہش ہے' جناب! یہ وقفے تو ہمارے لیے مناسب نہیں ہوں گے۔"

"تو پھر کوئی مناسب پروگرام بناؤ۔ مجھے' تمہاری ذہانت پر مکمل اعتماد ہے۔"

"میری ہمیشہ یہی کوشش ہو گی کہ آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچاؤں۔ اگر سیٹھ جبار سے چھیڑ چھاڑ کا معاملہ ہے تو اس کے لیے پروگرام ترتیب دیا جا سکتا ہے۔"

"گڈ----- میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا

"مشرق وسطیٰ سے پرنسو نامی ایک لانچ آ رہی ہے جس میں سترفی صد مال' سیٹھ جبار کا ہے۔ اس میں زیادہ تر فریج' ائرکنڈیشنرز اور ایسے ہی الیکٹرک گڈز ہیں۔ سیٹھ جبار کے مال پر ایک مخصوص نشان ہوتا ہے اور یہ ایک مخصوص ساحل پر اتارا جائے گا میں' اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر چکا ہوں۔"

"گولڈن گریک پر تو نہیں؟" میں نے پوچھا تو عدنان نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"جی ہاں۔ آپ کا خیال درست ہے۔ وہ مال' گولڈن گریک ہی پر اترے گا۔ سیٹھ جبار کا مال عموماً" وہیں اترتا ہے اور اس کے راستے کھلے ہوتے ہیں۔"

"مجھے علم ہے----- تو پھر کیا پروگرام ہو گا؟"

"پروگرام بہت آسان سا بنائیں گے' باس! جس سے کم از کم سیٹھ جبار کو ہمارے کام کرنے کے انداز سے الجھن ضرور ہو۔"

"مثلاً"-----؟" میں نے پوچھا۔

"مثلاً" یہ کہ مال ساحل پر اترے گا' اسے اس کے آدمی ٹرکوں پر بار کریں گے اور پھر ایک مخصوص جگہ پر مال پکڑ لیا جائے گا۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ جب سیٹھ جبار کا مال آتا ہے تو راستے صاف ہوتے ہیں اور تمام رکاوٹیں کچھ دیر کے لیے ہٹ جاتی ہیں۔۔۔۔۔ لیکن جناب! اگر یہ رکاوٹیں نہ ہٹیں' ٹرک پکڑ لیے جائیں اور سیٹھ جبار کے آدمیوں کو گرفتار کر لیا جائے تو کیا خیال ہے کام عمدہ نہ ہو گا؟ یہ ٹرک ہمارے گوداموں میں خالی ہو جائیں گے اور پھر بعد میں کسی جگہ کھڑے ہوئے مل جائیں گے۔ سیٹھ جبار کے آدمیوں کو کہیں بھی پہنچا دیا جائے گا کسی ایسی جگہ' جہاں سے وہ بہ آسانی نکل سکیں۔ کیا خیال ہے' یہ طریقہ کار عمدہ نہیں رہے گا؟"

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے عدنان کو دیکھا اور پھر اس کی پشت پر تھپکی دے کر بولا۔ "عدنان! میں اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہوں گا کہ تم ایک ذہین آدمی ہو اور گزرنے والا ہر لمحہ میرے دل میں تمہاری عزت بڑھاتا جا رہا ہے۔"

"باس! عدنان قسم کھانے کا عادی نہیں ہے لیکن وہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ آپ جیسے باس کے لیے جان بھی دی جا سکتی ہے۔ کام تو سبھی کرتے ہیں' انھیں داد بھی ملتی ہے' انعامات بھی ملتے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن آپ کے یہ الفاظ' میرا دل بہت بڑھا دیتے ہیں اور میری خواہش ہوتی ہے کہ ایسے ایسے کارنامے سرانجام دوں' آپ کے لیے کہ آپ کی نگاہوں میں بہت بڑا مقام حاصل کر جاؤں۔ باس! آپ مطمئن رہیں۔ عدنان' آپ کا غلام ہے۔ آپ کی عظمت اور برتری کے لیے وہ ایسے ایسے کام کرے گا کہ لوگ مدتوں یاد رکھیں گے لیکن۔۔۔۔۔ ان حالات میں باس میں ایک اجازت اور چاہتا ہوں۔"

"ہاں' ہاں۔۔۔۔۔ کہو؟"

"وہ یہ باس! کہ میں بددیانتی کبھی نہیں کروں گا۔ میں جو کچھ بھی کروں گا' اس کے بارے میں آپ کو مکمل طور پر باخبر رکھوں گا۔ ہر آمدنی کا باقاعدہ اندراج کیا جائے گا اور یہ اندراجات آپ کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے لیکن مجھے ایسے کاموں کی اجازت دیجئے جن کے تحت میں کسی موقعے پر بھی سیٹھ جبار کو پریشان کر سکوں۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے' باس! کہ حالات کے تحت فوری عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔۔۔ لیکن اجازت لینے کے چکر میں وقت نکل جاتا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا اٹھنے والا ہر قدم سیٹھ جبار کے خلاف ہی ہو گا اور ہر ممکن طریقے سے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

"بھئی تم اس ڈیپارٹمنٹ کے انچارج ہو اور انچارج بھی ایسے جس پر مجھے مکمل اعتماد

ہے۔ باقی رہی' رقومات اور اندراجات کی بات تو میرے دوست! آئندہ اس انداز میں کبھی مت سوچنا۔ پرنس دلاور اپنے ساتھیوں کو اپنا دست راست سمجھتا ہے اور ان سے جو بھی کام لیتا ہے مکمل بھروسے اور اعتماد سے لیتا ہے اور میری طرف سے تمہیں' اس بات کی کھلی اجازت ہے کہ سیٹھ جبار کے خلاف جو جی چاہے کرو بس' مجھے ان کی اطلاعات ملتی رہیں تاکہ میں اپنا حساب کتاب درست رکھوں۔"

"آپ مطمئن رہیں' باس!" عدنان مسکرایا۔ "سیٹھ جبار کو ناکوں چنے نہ چبوا دئے تو عدنان نام نہیں۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ سیٹھ جبار واپس آ چکا ہے اور شہباز آج کال زیر عتاب ہے۔ میرا خیال ہے کہ بہت جلد ہمارا ساتھی تغلق خان' شہباز نورترے کی جگہ لے لے گا۔"

"اور کوئی خاص بات معلوم ہوئی تمہیں؟"

"جی ہاں۔ تغلق خان کو ایک اہم مہم پر شاید بنکاک بھیجا جا رہا ہے۔ تین روزہ دورہ ہے اس کا' لیکن ابھی اس مہم کے مقاصد پس پردہ ہیں۔ اس بارے میں صحیح معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔" عدنان نے بتایا۔

"بہت خوب! تمہیں یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟"

"میں نے اپنا ایک آدمی' سیٹھ جبار کے ہاں پہنچوا دیا ہے۔"

"ویری گڈ' عدنان! بلاشبہ تم اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ کس حیثیت سے پہنچا ہے' تمہارا یہ آدمی؟"

"کوٹھی میں فراش کی حیثیت سے۔ بڑا عمدہ آدمی ہے۔۔۔۔۔ میں نے اسے بہترین ساز و سامان سے آراستہ کر کے بھیجا ہے اور ممکن ہے کہ کچھ عرصے بعد ہمیں' سیٹھ جبار کی خواب گاہ کے پیغامات' اپنی رہائش گاہ پر ملنے لگیں۔"

میں حیرت آمیز نگاہوں سے عدنان کو دیکھنے لگا پھر میں نے سوچا کہ وہ جرائم کی دنیا میں ایک اہم مقام کا حامل ہے اور اس کا انتخاب بلاوجہ ہی نہیں کیا گیا ہو گا۔۔۔۔۔ پھر میں نے عدنان سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جس آدمی کو سیٹھ جبار کی کوٹھی پر بھیجا گیا تھا' اس کا نام یوسف تھا اور پھر میں نے عدنان سے کہا کہ سیٹھ جبار کی کوٹھی کے پیغامات جس ریسیور پر وصول کیے جائیں' اس کا ایک سیٹ میرے پاس بھی ہونا چاہئے۔ مجھے اس سے لائحہ عمل تیار کرنے میں مدد ملے گی۔

عدنان نے وعدہ کر لیا کہ کام مکمل ہوتے ہی وہ ایک ریسیور سیٹ میرے پاس بھجوا دے گا۔ ان تمام باتوں سے مجھے بڑی تقویت ملی تھی۔ خاص طور پر سیٹھ جبار کی خوابگاہ کا

مسئلہ تو ایسا تھا جو میری زندگی سے گہرا تعلق رکھتا تھا۔ ممکن ہے کبھی اس ریسیور کے ذریعے مجھے کوئی ایسا اشارہ مل جائے جو میری منزل کی نشان دہی کر دے۔

شام ساڑھے پانچ بجے میں' عظمت سے ملا۔ وہ میرا منتظر تھا۔ میں خود ہی چند منٹ لیٹ پہنچا تھا۔ وہ ریستوران میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ اس نے اجنبی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ میں خود ہی اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو' عظمت!" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ چائے کی پیالی رکھ کر سنبھل گیا۔

"کمال ہے' میں آپ کو پہچان ہی نہیں سکا۔ ویسے میں ذرا سا الجھ بھی گیا تھا۔ آپ کو کچھ دیر ہو گئی۔"

"ہاں' عظمت!" میں نے کہا۔

چائے پینے کے دوران' ہم دونوں' ان مکانوں کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ عظمت نے کہا۔

"دونوں مکانوں میں ٹیلی فون موجود ہے اور بہترین لوکیشن ہے۔ میں نے مختلف ناموں سے ان کا سودا کیا ہے۔"

"یہ بہت اچھا کیا------ کوئی اور الجھن تو نہیں؟"

"نہیں۔ باقی سب ٹھیک ہے۔ بس ایاز ذہن میں سلگتا رہتا ہے۔ میں نے اسے تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی لیکن اس کا کہیں پتہ نہ چل سکا۔ آپ چمن سے رابطہ کیوں نہیں قائم کرتے؟ اسے یقیناً ایاز کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہو گا۔"

"چمن------" میں نے غراتے ہوئے کہا۔ "اس سے میں' ایک ہی دفعہ رابطہ قائم کروں گا۔ ابھی وہ' ہمارے لیے ایک کار آمد مہرہ ہے۔ پھر جب میں اس پر ہاتھ ڈالوں گا تو وہ گرفت ایسی ہو گی کہ چمن کو اپنے اگلے' پچھلے تمام گناہ یاد آ جائیں گے۔ باقی رہی' ایاز کی بات------ تو اس کے لیے اب میں صرف اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح امی اور فریدہ کو صبر کیے بیٹھا ہوں' اسی طرح ایاز کے لیے بھی صبر کر لوں گا۔ میری زندگی تو صبر ہی میں کٹ جائے گی۔ میں نہیں جانتا کہ کبھی مجھے میرا مقصود ملے گا یا نہیں۔ یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں' یقین کرو' عظمت! اس کا میری ذہنی دلچسپیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ میرے دل میں تو بس یہ خواہش ہے کہ کسی طرح میری ماں اور بہن مل جائے اور جب تک میں زندہ ہوں یہ آس زندہ رہے گی------ پھر اگر کہیں سے مجھے' ان کی موت کی اطلاع مل گئی تو میں سوچوں گا کہ اب مجھے اپنی زندگی کو کن راستوں پر لے جانا چاہیے۔" میں نے درد انگیز لہجے میں کہا۔

"خدا نہ کرے' بھیا! کبھی ایسی بات ہو۔ خدا کرے' وہ جہاں بھی ہوں' زندہ سلامت ہوں اور خیریت سے ہوں۔ بہر طور' میں ایاز کے لیے کوشش جاری رکھوں گا۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں مایوس ہو کر اپنی کوشش ترک کر دوں گا۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ عظمت اپنی کار ساتھ لایا تھا۔ ہم اسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میں نے اپنی کار اسی ریستوران کے سامنے کھڑی رہنے دی تھی۔

عظمت نے ایک ایک کر کے دونوں مکان مجھے دکھائے------ دونوں مکان------ بے حد پسند آئے۔ میں نے عظمت کو کچھ اور ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ "ان دونوں مکانوں میں دو دو ملازموں کا بندوبست کیا جائے۔ ایک وہ جو مکان کے اندرونی انتظامات کر سکے اور دوسرا چوکیدار کی حیثیت سے ہو۔ مجھے جب بھی ضرورت ہو گی' ان مکانوں کو استعمال کروں گا۔ تم جو آدمی رکھو' وہ سیدھے سادے ہونے چاہئیں۔ تنخواہ جو مناسب سمجھو طے کر لینا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہ انتظام بھی کر لوں گا اور کوئی خاص بات تو نہیں۔" عظمت نے کہا۔

"نہیں------ آؤ واپس چلیں۔" میں نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ہم واپس جا رہے تھے۔ راستے میں مجھے کچھ خیال آیا تو میں نے عظمت سے کہا۔

"عظمت! میرا خیال ہے کہ امی اور ابو کو تیار کر لو۔ پرسوں مناسب دن رہے گا چھٹی بھی ہے------ تو پرسوں تم لوگ' راشدہ کے گھر چلے جاؤ۔"

"ہم لوگ------؟"

"بھئی میری مراد ہے' تمہارے امی' ابو' پروفیسر شیرازی' گل اور سرخاب وغیرہ۔"

"وہ لوگ راشدہ کے گھر جانے پر تیار ہو جائیں گے؟"

"کیوں نہیں ہو جائیں گے۔ اس کا کیا سوال ہے؟" میں نے بھویں اچکائیں۔

"ٹھیک ہے بھیا! تو اس سلسلے میں آپ ہی تھوڑی سی تکلیف کریں۔ آپ خود ابو سے مل لیں۔ ویسے بھی آپ کئی دنوں سے ان سے نہیں ملے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم چلو۔ میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ کار تو لے لوں اپنی ریستوران کے سامنے سے۔" میں نے کہا تو عظمت نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر بعد ہم ریستوران کے سامنے پہنچ گئے۔ وہاں سے میں نے اپنی کار لی اور عظمت کے پیچھے چل پڑا------ پھر تھوڑی دیر بعد ہم' فرحت اللہ صاحب کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے انھیں اعتماد میں لے کر' ساری رام کہانی کہہ سنائی اور انھیں' پروفیسر'

گل اور سرخاب کے ہمراہ' راشدہ کے گھر جانے پر رضا مند کر لیا۔ انھوں نے بغیر کسی حیل و حجت کے میری بات مان لی۔ ان کے ہر انداز سے میرے لیے محبت اور اعتماد جھلکتا تھا۔ میرا سر فخر سے تن گیا کہ میرے اتنے چاہنے والے میرے ارد گرد موجود ہیں۔ گویا میں کہکشاں کا کوئی روشن ستارہ تھا اور یہ سب لوگ میرے ذیلی ستارے تھے جو میرے گرد گھوم رہے تھے۔ ابھی میں فخر و انبساط کی اس کیفیت سے دو چار ہی تھا کہ عظمت کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"تو کیا' بھیا! آپ نہیں جائیں گے' ان لوگوں کے ساتھ؟"

"نہیں' بھئی! میرا جانا مناسب نہیں ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں-----؟"

"بس' اپنی شادی کے بارے میں اتنی ساری باتیں نہیں کیا کرتے' سمجھے؟" میں نے کہا تو عظمت مسکرانے لگا۔ فرحت اللہ صاحب کے لبوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

ان لوگوں نے مجھے رات کے کھانے کے لیے زبردستی روک لیا۔ اس وقت مجھے بھی کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔ چنانچہ میں کھانے کے بعد واپس آ گیا۔ اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو فینی میری منتظر تھی۔

"باس! کچھ اطلاعات ہیں' آپ کے لیے۔" فینی نے کہا۔

"کون سی اطلاعات ہیں؟"

"تغلق خان کا پیغام میں نے ریکارڈ کیا ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو میں سناؤں؟"

"ہاں' ہاں----- ضرور۔ کوئی خاص بات ہے کیا؟"

"جی ہاں' کسی حد تک۔" فینی نے کہا اور ایک ٹیپ ریکارڈر اٹھا لائی۔ بٹن دباتے ہی تغلق خان کی آواز گونجنے لگی۔

"باس کو تغلق خان کا سلام۔ اپنا چارج' سنبھالنے کے بعد میں نے کام شروع کر دیا ہے' چیف----- چمن نے جس انداز میں سیٹھ جبار سے میرا تعارف کرایا تھا' اس کی وجہ سے سیٹھ جبار' مجھ پر کافی اعتماد کرنے لگا ہے۔ میں نے اپنے دوسرے کام کا بھی آغاز کر دیا ہے۔ سیٹھ جبار کی گفتگو سننے کے لیے میں نے ایک چھوٹا سا بندوبست کیا ہے اور اس کی میں نے جو کچھ سنا ہے' اس کا لب لباب یہ ہے۔

"شہباز فور ترے' سیٹھ جبار کے عتاب کا شکار ہے۔ وہ اس پر بہت برسا تھا۔ اس نے شہباز فور ترے کو حکم دیا ہے کہ ان عوامل کا پتہ لگایا جائے جس کے تحت بلوروک سے روئی غائب ہوئی ہے----- سیٹھ جبار' اس بات پر زیادہ پریشان ہے کہ لوٹنا ہی تھا تو

سارے گودام لوٹے جا سکتے تھے صرف روئی اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ ویسے اسے اطلاع مل چکی ہے کہ اس کا گاہک پرنس دلاور سے مال خرید کر لے گیا ہے۔ اس بات پر وہ بہت تلملا رہا ہے----- اور ہر ممکن طریقے سے پرنس دلاور کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا ہے۔

کل رات ایک لانچ سے اس کا مال گولڈن گریک پر اتر رہا ہے۔ اس لانچ میں کچھ دوسرے لوگوں کا مال بھی ہے جو گولڈن گریک پر نہیں اترے گا بلکہ لانچ' سیٹھ جبار کا مال اتار کر آگے بڑھ جائے گی----- اس کے علاوہ میں آپ کو ایک اور اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ جو یقیناً آپ کے لیے باعث دلچسپی ہو گی۔ اس کے سلسلے میں میری درخواست ہے کہ آپ اس بات کو منظور کر لیں۔ یہ ہمارے فائدے کی ہے۔

آپ میرے بھائی غوزی خان سے مل چکے ہیں۔ اس کے گروہ میں پھوٹ پڑ گئی تھی؟ جس کی وجہ سے کافی خون ریزی ہوئی۔ بہرحال اس پھوٹ پر غوزی خان نے قابو پا لیا۔ تقریباً" چالیس افراد اب بھی اس کے ساتھ ہیں----- لیکن اس بغاوت کے نتیجے میں کئی بری باتیں ہوئی ہیں۔ مثلاً" یہ کہ کئی ملکوں کی پولیس جو غوزی خان کے پیچھے تھی' اب اس کی راہ پر لگ گئی ہے اور اس جزیرے پر قبضہ کر لیا گیا جو غوزی خان کا خاص اسٹیشن تھا۔ اسے وہاں سے کہیں اور منتقل ہونا پڑا لیکن پولیس اس کے پیچھے لگی رہی اور وہ یہاں پہنچ گیا ظاہر ہے' میرا بھائی ہے' میرے پاس ہی پناہ لے سکتا تھا۔

باس! وہ آتش مزاج آدمی ہے۔ نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔ اس نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ میں اس کے لیے کوئی بہتر کام تلاش کروں اور میں نے اس سے بہتر کوئی کام نہیں سمجھا کہ اسے پرنس دلاور کی نوکری میں دے دوں۔ سمندر کا ماہر ہے اپنا ثانی نہیں رکھتا' باس! وہ سمندروں میں ہمارے مفادات کی نگرانی کرے گا۔ اس کے تحت ایک باقاعدہ لانچوں کا بیڑہ دے دیا جائے۔ مال لانے اور لے جانے میں اس سے بہتر آدمی کوئی نہیں ہو گا----- یا پھر سمندروں میں ہمیں کوئی کارروائی کرنی پڑی تو غوزی خان اسے بغیر کسی امداد کے کر لے گا۔ کیونکہ اس کا پورا گروہ' اس کے ساتھ ہے۔ باس! اس پر اخراجات تو زیادہ ہو جائیں گے۔ باقاعدہ چالیس افراد کو تنخواہیں دینی پڑیں گی----- یہ تنخواہیں بھی دس' دس پندرہ پندرہ ہزار روپے سے کم نہیں ہوں گی۔ خود غوزی خان کے ماہانہ اخراجات تیس' چالیس ہزار سے کم نہیں ہیں۔ اگر وہ کام کا آدمی ثابت ہو تو اسے اس کے عہدے پر فائز رہنے دیں' ورنہ آپ جو حکم دیں وہی ہو گا----- یہ ایک اہم درخواست تھی باس! جس کے لیے میں آپ کے احکامات کا منتظر رہوں گا۔ اگر اجازت ہو تو کل شام پانچ بجے میں

آپ سے فون پر رابطہ قائم کروں----- ویسے یہاں میں ابھی تک کسی شک کا شکار نہیں ہو سکا ہوں۔ سیٹھ جبار کی کوٹھی ہی میں مجھے ایک رہائش گاہ مل گئی ہے۔ وہیں قیام پزیر ہوں آپ کا تغلق خان۔"

ٹیپ ختم ہو گیا تو میں پر سکون انداز میں مسکرایا۔ فینی میری صورت دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے' فینی! کل شام پانچ بجے' میں تغلق خان سے گفتگو کروں گا۔ مجھے کل دن میں بھی یاد کرا دینا۔ کیونکہ کل کا دن میرے لیے بہت مصروف ہے۔"

فینی نے گردن ہلا دی اور ٹیپ ریکارڈر اٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔

میں غوزی خان کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں سمندر میں اس کا کروفر دیکھ چکا تھا۔ یہ بھی میری خوش بختی ہی تھی کہ ایک اتنا اہم آدمی مجھے مل رہا تھا۔ رہا پیسے کا سوال----- تو اگر ہمارا کاروبار باقاعدگی سے جاری رہا اور اس قسم کے معاملات ہوتے رہے جیسے کہ روئی کے سلسلے میں ہوئے تھے تو پھر مالی طور پر ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ کام یقیناً" آگے بڑھے گا۔ اس سلسلے میں پلاننگ ڈیپارٹمنٹ بڑے اچھے طریقے سے اپنا کام انجام دے رہا تھا۔ میں اپنے اطراف سے مطمئن تھا۔

دوسرے دن عدنان سے بات ہوئی اور رات کا پروگرام طے ہو گیا۔ کیونکہ تغلق خان نے بھی یہی اطلاع دی تھی کہ آج رات' گولڈن گریک پر مال اترے گا۔ پروگرام طے ہونے کے بعد' پانچ بجے میں نے تغلق خان کا فون ریسیو کیا اور اسے بتا دیا کہ میں غوزی خان کی اپنی گروہ میں شمولیت پر بہت خوش ہوں۔ تم جس طرح مناسب سمجھو' غوزی خان کو تفصیلات سے آگاہ کر دو۔ ویسے اگر چاہو تو عدنان سے رابطہ قائم کر لینا۔ میں اسے ہدایات دے دوں گا۔"

"یہ بہتر رہے گا' باس! آپ' عدنان صاحب کو اس سلسلے میں مکمل طور پر ہدایت کر دیں۔ ویسے باس! سیٹھ جبار خاصی پریشانیوں کا شکار ہے۔ وہ صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ وہ کون ہے جس نے اس کا راستہ کاٹنے کی کوشش کی ہے۔ شہباز فورترے بھی آج کل خاصا پریشان ہے۔ ویسے وہ بہت ذہین آدمی ہے' باس خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ میرا' اس سے مقابلہ ہے اور میں اس پر پوری طرح نظر رکھے ہوئے ہوں۔ ویسے وہ میرا دوست بن چکا ہے اور مجھ سے بہت متاثر ہے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں' باس! آپ کا تغلق خان' یہاں آپ کے مفادات کا بہترین نگران ثابت ہو گا۔"

"مجھے یقین ہے تغلق خان! اس سلسلے میں کسی یاد دہانی کی ضرورت نہیں ہے----- اور کچھ کہنا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

بارے میں تفصیل بتاتا رہا اور عدنان خوش ہوتا رہا۔

"چالیس افراد کافی ہوتے ہیں' باس! ہمارا بہت بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا لیکن ان کے اخراجات بہت زیادہ ہو جائیں گے۔ وہ قزاق جو لاکھوں کروڑوں کا مال لوٹ کر عیش کرتے رہے ہوں گے' ان کے اخراجات معمولی نہیں ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے ایسی بات نہیں ہو گی عدنان کیونکہ وہ----- ایک ہی جزیرے تک محدود تھے۔ بلاشبہ ان کی زندگی بہت پر سکون ہو گی لیکن وہ بہت زیادہ تعیشات کے عادی بھی نہیں ہوئے ہوں گے اور ان کی گزر بسر بہر صورت میانہ روی سے ہو جائے گی اور باقی رہی اخراجات کی بات تو اب اس سلسلے میں جو کچھ ہو سکے' کرنا ہی ہے۔"

"باس! ویسے آپ کا نام اس سلسلے میں بڑی تیزی سے پاپولر ہوتا جا رہا ہے۔ آپ نے کئی رفاہی ادارے بھی قائم کیے ہیں۔ میرا خیال ہے' یہ ایک بہترین بات ہے۔ میں نے اپنے طور پر کچھ اور کوششیں بھی کی ہیں' باس! مثلاً" اپنے کام کے لوگوں پر جال ڈالے ہیں۔ میرا خیال ہے ہم بہت جلد اپنے لیے بہترین تعلقات بنانے میں----- کامیاب ہو جائیں گے۔ ان سارے کاموں کے لیے ہماری پہنچ ایسے حکام تک ہونی چاہیے جو اس سلسلے میں ہمارے معاون ثابت ہوں۔"

"ہاں۔ یقیناً سیٹھ جبار کی جیت تو اسی میں ہے' وہ جہاں چاہتا ہے ہاتھ مار لیتا ہے اور کہیں بھی اس سے اختلاف نہیں کیا جاتا۔"

"باس! میں کوئی بڑی بات نہیں کہنا چاہتا----- بس اس سلسلے میں مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دیجئے۔ سیٹھ جبار کو بھنگی نہ بنا دوں تو میرا نام بھی عدنان نہیں۔"

"ہاں' عدنان! میری بھی یہی خواہش ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ہمیں رات کو تقریباً" ایک بجے تک انتظار کرنا پڑا۔ تقریباً" پونے گیارہ بجے ہم نے کچھ ٹرک' اس سڑک سے گزرتے دیکھے جن کی تعداد غالباً" تین تھی ان کے ساتھ دو جیپیں بھی تھیں۔ گویا تین ٹرک اور دو جیپیں گولڈن گریک پہنچی تھیں۔ ویسے ہم نے اندازہ لگا لیا تھا کہ آدمی زیادہ نہیں تھے۔ یقینی طور پر لانچ کے کارکن مال کو ٹرک پر لوڈ کرانے میں مدد کریں گے----- اس لیے زیادہ آدمیوں کی ضرورت پیش نہیں آئی ہو گی----- یہ ہمارے حق میں بہتر تھا۔ ایک بجنے میں ابھی دس منٹ باقی تھے جب ہم نے ٹرکوں کی روشنیاں دیکھیں۔ وہ آ رہے تھے۔ ہم منظم ہو کر بنگلہ سے باہر نکل آئے۔ کئی آدمیوں کو سڑک کے دونوں طرف چھپا دیا گیا۔ یہ سب مسلح تھے اور کسی بات پر گولیاں چلانے کے لیے تیار۔

اس کے بعد میں' عدنان اور تقریباً" دس آدمی سڑک پر آ کھڑے ہوئے۔ ہمارے پاس

"نہیں باس---- تو پھر میں غوزی خان کو عدنان سے ملا دوں؟"

"ہاں یقیناً ---- اس سلسلے میں تمہیں غور و خوض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"او۔ کے، چیف!" تغلق خان نے کہا اور فون بند کر دیا۔

مجھے اب دوسرے معاملات کے لیے خود کو تیار کرنا تھا۔ اس لیے میں دوسرے کمرے میں آیا اور اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگا---- وقت مقررہ پر میں اس ویران علاقے کی جانب روانہ ہو گیا جو سمندری راستے پر تھا---- اور جہاں مجھے اس وقت لے جایا گیا تھا جب میں سیٹھ جبار کی ملازمت میں آیا تھا۔ یہیں سے میری بدبختی کا آغاز ہوا تھا۔ بہرطور وہ بنگلہ مجھے مل گئی جسے ایک بار پہلے بھی میں نے دیکھا تھا۔ بے کار سی بے مصرف عمارت تھی۔

جب میں بنگلہ میں داخل ہوا تو ایک جانب سے عدنان نکل کر میرے سامنے آ گیا۔ وہ یہاں مورچہ جما چکا تھا۔ سب لوگ مخصوص قسم کی وردیوں میں ملبوس تھے اور مسلح تھے۔ عدنان نے مجھے باقی لوگوں سے ملایا جو اس سلسلے میں اپنا کام انجام دینے والے تھے پھر مجھے بھی ایک وردی مہیا کر دی گئی جسے میں نے پہن لیا اور انہی لوگوں میں شامل ہو گیا۔ اس کے بعد ہمیں ایک طویل انتظار کرنا تھا۔ ہم لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

عدنان کو میں نے غوزی خان کے بارے میں بتایا جسے سن کر وہ بے حد خوش ہوا۔

"یہ تو بہت عمدہ بات ہوئی، باس! یقین کریں کہ میرے ذہن میں بھی یہ بات تھی کہ کسی ایسے آدمی کا انتخاب کروں جو سمندر میں ہمارے لیے کام کرے۔ اس کے علاوہ ہمیں ایک بڑی لانچ کی ضرورت بھی پڑے گی، جو سمندر میں قزاقی کا کام دے سکے۔ یعنی سمندر کے ذریعے سیٹھ جبار کا جو بھی مال آئے اسے سمندر ہی میں روکیں گے اور اسے حاصل کر کے پرنس ولاور پر پہنچا دیں گے جہاں سے وہ مال گوداموں میں منتقل ہو جائے گا۔ اس کے لیے میں کچھ گوداموں کا بندوبست بھی کر رہا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں، باس! میں یہ کام خود ہی سنبھال لوں گا۔"

"ٹھیک ہے، تم مصروف رہو۔ لانچ کا جہاں تک مسئلہ ہے تم جو کچھ اس سلسلے میں کر سکتے ہو کرو۔ اخراجات کی پرواہ نہ کرنا۔"

"اوکے، باس!" عدنان نے جواب دیا---- پھر ہم کافی دیر تک غوزی خان کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ یہ بحری قزاق، سمندر میں بے حد خطرناک نظر آیا تھا۔ تغلق خان بھی کم نہیں تھا لیکن غوزی خان، اس سے کچھ آگے تھا۔ میں، عدنان کو اس کے

بی ٹارچیں تھیں جو ٹرکوں کو روکنے کا اشارہ کر سکتی تھیں اور جب ٹرک قریب آئے تو ہم نے ٹارچیں روشن کر کے، ٹرکوں کو رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ لوگ بہت مطمئن تھے۔ پتہ نہیں ان کا سربراہ کون تھا؟ مطمئن ہے، شہباز فورترے ہو---- یا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ تغلق خان کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہو---- بہر طور خطرہ تو مول لینا ہی تھا۔ ممکن تھا کہ وہ لوگ دھواں دھند فائرنگ شروع کر دیتے۔ لیکن سیٹھ جبار کے آدمی بہت پر سکون رہتے تھے اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ یہ میں خود بھی دیکھ چکا تھا۔

ٹرک ایک ایک کر کے رک گئے---- پھر ایک جیپ پیچھے سے نکل کر آگے آ گئی جس میں چار آدمی تھے۔ جیپ ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ "کیا بات ہے؟" جیپ میں سے کسی نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"نیچے اترو۔" عدنان نے کڑک دار لہجے میں کہا۔ ہیڈلائٹس کی تیز روشنی میں انہوں نے ہماری وردیاں تو دیکھ ہی لی ہوں گی اور یہ بھی کہ ہم سب مسلح ہیں۔ پروگرام کے مطابق کچھ لوگ پیچھے بھی چلے گئے تھے۔ تاکہ کسی کو بھاگنے کا موقع نہ ملے۔

"کیا ہو گیا ہے، تم لوگوں کو؟ جانتے نہیں ہو کہ ہم کون ہیں؟"

"نیچے اترو۔" عدنان نے پستول کا رخ اس آدمی کی پیشانی کی جانب کر دیا اور وہ بڑبڑاتا ہوا نیچے اتر آیا۔ یہ خاصا کیم شحیم آدمی تھا۔ اور چہرے سے غیر ملکی معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ مجھے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوئی کہ وہ شہباز فورترے ہے۔ کیونکہ وہ اردو بڑی صاف بول رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟ نئے آئے ہو کیا؟" اس نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"ہاں، یہی سمجھ لو نئے آئے ہیں۔ کون ہو تم؟ گورنر ہو یہاں کے؟" عدنان نے سوال کیا۔"

وہ شخص استہزائیہ انداز میں ہنس پڑا۔

"تم گورنر بھی سمجھ سکتے ہو۔ اگر تم نئے آئے ہو تو تمہیں یہ اطلاع مل گئی ہو گی کہ یہ علاقہ سیٹھ جبار کے لیے خالی کر دیا جاتا ہے، جب اسے ضرورت ہوتی ہے۔"

"ہوں---- سیٹھ جبار! یہ نام سنا ہوا تو لگتا ہے لیکن ہمیں ایسی کوئی ہدایت نہیں ملی۔"

"نہیں ملی تو اپنے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرو۔ ہمارا راستہ مت روکو۔"

"اگر تم نے زیادہ فضول باتیں کیں تو مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ اپنے تمام ساتھیوں سے کہو نیچے اتر آئیں۔"

"میں کہتا ہوں پچھتاؤ گے۔ پہلے اپنے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کر لو اس کے بعد مزید کارروائی کرنا۔ تعجب ہے کہ تمہیں کیوں بھیج دیا گیا۔ جبکہ تمام متعلقہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ آج سیٹھ جبار کی----- گاڑیاں گزریں گی۔"

"ہمارے علم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس لیے جو میں نے کہا ہے وہ کرو۔ اگر تیس سیکنڈ میں تمہارے آدمی' ٹرکوں سے نیچے نہیں اترے تو سب سے پہلے میں تمہارے ٹرکوں کے ٹائر بے کار کر دوں گا----- اور اگر تم نے مزید کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو یوں سمجھ لو کہ یہاں اطراف میں میرے بے شمار آدمی چھپے ہوئے ہیں۔"

"میرا دماغ خراب ہے جو ایسی حرکت کروں گا' جو حماقت تم کر رہے ہو اسے خود ہی بھگتو گے۔ چلو سب نیچے اتر آؤ۔" شہباز فورترے نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

ٹرکوں میں تقریباً" تین' تین' چار' چار' آدمی تھے۔ وہ سب ہاتھ بلند کیے ٹرکوں سے اتر آئے۔

عدنان نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ ان لوگوں کی تلاشی لینے لگے۔ سب مسلح تھے اور ان کے پاس فالتو میگزین بھی موجود تھا۔ جو سب کا سب اپنے قبضے میں لے لیا گیا۔ ہتھکڑیاں پہلے سے موجود تھیں۔ سب کے ہاتھ پشت کی جانب کر کے ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔

"چلو-----" عدنان نے اپنے پستول کا رخ شہباز فورترے کی جانب کر کے ایک طرف اشارہ کیا اور شہباز فورترے' عدنان کو کڑی نگاہوں سے گھورتا ہوا' ٹرک سے نیچے اتر آیا۔ اس کے سب آدمی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ اس طرح ہم انھیں بوسیدہ بنگلہ تک لے آئے۔ بنگلہ میں داخل ہونے کے بعد ہم نے انھیں ایک کھوری----- اینٹوں سے بنے ہوئے ہال میں پہنچا دیا----- اور دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ شہباز ابھی تک زور زور سے بڑبڑا رہا تھا۔

"تمہاری شامت نہ آ گئی تو میرا نام بھی شہباز فورترے نہیں۔ اپنی نوکریوں سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ حالانکہ میں کہہ چکا ہوں کہ اپنے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرلو' اس کے بعد کوئی کارروائی کرنا----- تمام مال' انھی ٹرکوں میں جوں کا توں رہنے دیا جائے۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو اس کی تمام ذمے داری تم لوگوں پر ہو گی۔"

وہ بڑبڑاتا رہا اور دروازہ بند کر کے باہر سے لاک کر دیا گیا----- ویسے یہ دروازہ اتنا مضبوط نہیں تھا۔ اگر وہ لوگ تھوڑی سی کوشش کرتے تو ٹوٹ سکتا تھا۔ بہرطور عدنان نے سب انتظامات مکمل کر رکھے تھے۔ ٹرک وہاں سے تھوڑی دور لے جا کر روک دیے گئے۔

جیپیں بھی خالی ہو گئی تھیں پھر آگے چل کر ٹرکوں کو بھی خالی کر دیا گیا۔ ہمارے تمام آدمی سمٹ آئے اور ٹرکوں سے مال اتار کر اپنے ٹرکوں پر لادنے کا کام تقریباً" تین گھنٹے تک جاری رہا۔ اس طرح تقریباً" چار بجے ہم اپنے کام سے فارغ ہو گئے پھر وہاں سے چل پڑے۔ ان ٹرکوں کو سڑک سے نیچے اتار دیا گیا تھا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد عدنان نے مجھ سے کہا۔

"باس! مبارک ہو۔ یہ کام بھی ہو گیا۔ اب آپ آرام کریں میں اس سامان کی لسٹ بنا کر' آپ کو پیش کردوں گا۔"

"او۔ کے عدنان! شکریہ----- میں تمہاری جیپ لے جاؤں گا----- کیوں کہ میں یہاں تک ٹیکسی سے آیا تھا۔"

"لے جائیں' باس! یہاں کافی سواریاں ہیں۔ ہمیں کوئی----- دقت نہیں ہو گی میں صبح کوٹھی سے جیپ منگوالوں گا۔" عدنان نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

تقریباً" پانچ بجے میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچا۔ رات کو جاگنے والے جاگ رہے تھے۔ رہائش گاہ میں داخل ہونے سے پہلے میں نے اپنا میک اپ اتار دیا تاکہ کوئی دقت نہ ہو۔ سخت نیند آ رہی تھی۔ لباس تبدیل کر کے میں بستر پر گر گیا۔ اس آپریشن میں' میں نے حصہ لیا تھا۔ بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ اسی ساحل پر میری تقدیر کا فیصلہ ہوا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے نوکری دینے والا فرشتہ صفت----- سیٹھ جبار دراصل ملک و قوم کا غدار ہے جو اسمگلنگ کے ذریعے ملک کی جڑیں کھوکھلی کر رہا ہے۔ میں پولیس کے پاس دوڑا گیا تھا اور بڑے پر جوش لہجے میں بتایا تھا۔

"وہ اسمگلر ہے' جناب! اس مجرم کو گرفتار کر لیجیے۔" میری اس بات پر انچارج صرف مسکرا کر رہ گیا تھا----- پھر اس کے بعد مجھے اس نیک کام کی سزا دی گئی تھی' پانچ سال----- پورے پانچ سال چھین لیے گئے تھے مجھ سے۔ سیٹھ جبار' مجھے مجرم بنانا چاہتا تھا۔ اپنا ساتھی اسمگلر----- اس سے یہ کام تو نہ ہو سکا لیکن پولیس نے کر دکھایا۔ جیل سے میں معصوم محب وطن نہیں بلکہ ایک پختہ کار مجرم بن کر نکلا تھا۔

----- اور آج----- آج میں نے سیٹھ جبار کی ناک اسی ساحل پر کاٹ دی تھی۔ کتنا خوش تھا میں آج رات----- بڑی پر سکون نیند آئی تھی۔

دوسرے دن سب سے پہلی ملاقات صائمہ روشن علی سے ہوئی تھی جو میرے اے یکشن کی انچارج تھی صائمہ روشن علی نے بتایا کہ سرحدی بستیاں سیلاب کی لپیٹ میں آ گئی ہیں اور وہاں امدادی کارروئیاں جاری ہیں۔ حکومت نے مخیر حضرات سے امداد کی اپیل کی

ہے----- اس سلسلے میں ہمیں بھی وزارت داخلہ سے ایک خاص خط موصول ہوا ہے جس میں وزارت داخلہ کے فرسٹ سیکریٹری نے پرنس دلاور سے درخواست کی ہے کہ ان آفت زدہ علاقوں کی امداد کے لیے کارروائی کریں میں اس سلسلے میں ہدایت حاصل کرنا چاہتی ہوں۔

"ہوں----- میں نے پر خیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔ پھر میں نے صائمہ روشن علی کو کچھ دیر انتظار کرنے کے لیے کہہ کر فینی کو طلب کیا۔ میں نے فینی کو حکم دیا کہ وزارت داخلہ کے فرسٹ سیکریٹری سے فون پر رابطہ قائم کرے اور ان سے کہے کہ پرنس دلاور ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔

فینی نے تقریباً" پندرہ منٹ کے بعد کا وقت لے لیا۔ میں تیار تھا۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد پروگرام کے مطابق میں نے وازرت داخلہ کے فرسٹ سیکریٹری سے رابطہ قائم کیا اور ان سے رابطہ فوراً" ہی قائم ہو گیا۔

"پرنس دلاور حاضر خدمت ہے' جناب!"

"اوہ' پرنس! حیرت کی بات ہے کہ اتنی اہم شخصیت اس طرح مصروف رہتی ہے کہ کہیں کسی تقریب میں بھی اس ملاقات نہیں ہو سکی حالانکہ ہر سرکاری تقریب کا دعوت نامہ ارسال کیا جاتا ہے لیکن افسوس کہ آپ کے نیاز حاصل نہ ہو سکے۔"

"بس جناب! مصروفیت ہی تصور فرمائیے۔ میرے ذہن میں اپنے ملک و وطن کے لیے کچھ منصوبے ہیں جن کی تکمیل کے لیے کوشاں رہتا ہوں میری خواہش ہے کہ حکومت کے شانہ بہ شانہ میں بھی اپنے فرائض سر انجام دوں اور کسی بھی وقت اگر پرنس دلاور کی ضرورت پیش آئے تو اسے مکمل اعتماد کے ساتھ یاد کیا جائے' مجھے آپ کے دفتر کی معرفت ایک حکم نامہ موصول ہوا ہے۔ اسی سلسلے میں زحمت دی تھی۔"

"اسے حکم نامہ نہ کہیں' پرنس دلاور! ملک و ملت ہر فرد کے لیے اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے جتنی ہمارے لیے۔ آپ کا نام مخیر حضرات میں سرفہرست آ چکا ہے۔ لہٰذا ان حالات میں بھی ہماری نگاہ آپ کی طرف اٹھی۔ اب آپ فرمائیے اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔؟" فرسٹ سیکریٹری نے پوچھا۔

"کتنی بستیاں تباہ ہوئی ہیں؟"

"تقریباً" آٹھ دیہات تباہ ہوئے ہیں۔ ان کے باشندوں کی تعداد تقریباً" تین لاکھ تک جا پہنچی ہے۔ ان کے مکانات اور دیگر----- املاک تباہ ہو چکی ہیں اور وہ اپنے سازو سامان سے محروم ہو چکے ہیں۔ گو کہ وہاں کے حالات اب پر سکون ہیں۔ سیلابی پانی اتر چکا

ہے----- لیکن ہمارے تین لاکھ عوام کھلے آسمان کے نیچے پڑے ہیں۔ حکومت نے ابتدائی امداد روانہ کر دی ہے لیکن ابھی انھیں بہت کچھ درکار ہے۔"

"میری خواہش ہے کہ ان کے اخراجات میں برداشت کروں۔ اس کے علاوہ انھیں نقد رقومات بھی دی جائیں تاکہ وہ اپنے گھر دوبارہ آباد کر سکیں۔" میں نے کہا۔

"یہ بہت زیادہ ہو جائے گا' پرنس! ہم آپ پر اتنا بوجھ ڈالنا پسند نہیں کریں گے۔ آپ اس سلسلے میں جو بھی مناسب کارروائی کریں ہمیں اس کی اطلاع دے دیں۔"

"تین لاکھ رضائیاں بستر دوائیں اور اجناس کے پچاس ٹرک فوراً" روانہ کر دیئے جائیں گے۔ اس کے لیے مجھے کچھ مہلت درکار ہو گی----- ممکن ہے اس سلسلے کی پہلی کھیپ کل دوپہر تک روانہ کردوں۔ آج دوپہر کے بعد ان تمام چیزوں کی خریداری شروع کر دی جائے گی اور رات کو بیس ٹرکوں کا بندوبست کر لیا جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ٹرک فوری طور پر متاثرہ علاقوں میں پہنچ جائیں۔"

"پرنس ہم آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ آپ نے اتنا بڑا کام اپنے ذمے لے کر حکومت کی تقریباً" آدھی پریشانیاں دور کر دی ہیں۔ خدا آپ کو اس کا صلہ دے گا۔ میں ذاتی طور پر آپ کے ہر کام کے لیے حاضر ہوں اور کسی مناسب وقت پر ملاقات کا خواہش مند بھی ہوں۔" فرسٹ سیکریٹری نے کہا۔

"میرے جذبات آپ تک پہنچ چکے ہیں۔ ملاقات بھی انشاء اللہ جلد ہو جائے گی۔ براہ کرم مال کی خریداری کے سلسلے میں مجھے کچھ ایسے افراد مہیا کر دیئے جائیں جن کے تعاون سے میں جلد از جلد اپنا یہ فرض ادا کر سکوں۔

"بالکل درست۔ آپ کس وقت چاہتے ہیں؟"

"بہتر ہو گا کہ شام کو چار بجے اس پتے پر صائمہ روشن علی سے مل لیا جائے۔" میں نے پتہ بتایا جسے فرسٹ سیکریٹری نے نوٹ کر لیا اور پھر رسمی گفتگو کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

میں نے صائمہ روشن علی کو ہدایات دے کر' اس سلسلے میں مزید کچھ کارروائیاں کیں اور مطمئن ہو گیا۔

دن کو تقریباً" بارہ بجے' عدنان کا فون ملا۔ اس نے پر مسرت لہجے میں بتایا کہ مال فوری طور پر اس مارکیٹ میں پھیلا دیا گیا ہے جہاں اس کی سب سے بڑی سپلائی ہوتی ہے۔ اس نے بتایا۔ تقریباً بارہ کروڑ روپے کی مالیت کا مال ہے اور اسے ایک خاص انداز میں----- گاہکوں تک پہنچایا گیا ہے۔ اس کے لیے مجھے ایک ایسے آدمی کا سہارا لینا پڑا جو اس کاروبار

میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس شخص نے دکانداروں سے اس مال کی نقد قیمت نہیں وصول کی لیکن ضمانت کے طور پر اس نے پانچ کروڑ روپے ہمارے حوالے کر دیے ہیں اور باقی کے لیے اس نے ایک مہینے کی مہلت مانگی ہے۔ ہم نے اس شخص کو تھوڑا سا کمیشن بھی دینا ہے۔ باقی تمام رسک اس کا ہے۔ میرے خیال میں اس سے عمدہ اور کوئی تجویز نہیں ہو سکتی تھی۔ مال گوداموں میں پہنچانے کی بجائے ہم نے بڑے اعتماد سے تقریباً" دو سو دکانوں پر سپلائی کر دیا ہے۔ میری اس کارروائی پر آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں سر؟"

"ونڈرفل عدنان!" میں نے پر مسرت انداز میں کہا۔ "بہترین جا رہے ہو۔ اعتراض کیا سوال ہے۔"

"یہ پانچ کروڑ روپے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیے جائیں گے۔ اس سلسلے میں ابھی مزید کچھ کارروائیاں باقی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ تمہارا مسئلہ ہے جس طرح مناسب سمجھو کرو۔" میں نے کہا۔

عدنان درحقیقت ایک طوفانی شخصیت کا مالک تھا۔ یہ تجویز پہلے سے ذہن میں نہیں تھی لیکن اس نے چند گھنٹوں کے اندر اندر وہ سب کچھ کر دکھایا جو بظاہر ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ اس نے جس شخص کو اس کام کے لیے مامور کیا ہو گا وہ بھی معمولی حیثیت کا آدمی نہیں ہو گا۔ ورنہ اتنے اعتماد اور تیز رفتاری کے ساتھ مال دکانوں پر پھیلا دینا آسان بات نہیں ہوتی۔

میں عدنان کی شخصیت پر غور کرتا رہا۔ سیٹھ جبار سے مقابلے کے لیے یہ شخص انتہائی موزوں ثابت ہوا تھا اور اس وقت وہ میرے کارکنوں میں سر فہرست تھا اس کی طوفانی کارکردگی بے مثال تھی----- اور میں اس سے بے حد خوش تھا میں چاہتا تھا کہ ان تمام کارروائیوں کی اطلاع پروفیسر شیرازی' گل اور سرخاب کو بھی دوں لیکن میں نے خود پر قابو پالیا۔ یہ جذباتی باتیں تھیں۔ وہ لوگ تو خود ہی کنارہ کش ہو گئے تھے----- پھر انھیں پریشان کرنے سے کیا فائدہ؟ وہ اپنی ذمے داریوں سے فارغ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر چکے تھے اور اب انھیں اس سلسلے میں مصروف رکھنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔

حالات پر سکون تھے۔ دو دن خاموشی سے گزر گئے۔ تیسرے دن عدنان نے مجھے ایک اور اطلاع دی۔ اس نے بتایا۔

"الیکٹرک گڈز کی مارکیٹ پر چھاپے پڑے تھے۔ تمام مال قبضے میں لے لیا گیا ہے۔ چھاپے پولیس پارٹی نے مارے تھے۔ دکانداروں کو گرفتار کر لیا گیا لیکن صرف چار گھنٹے

اندر ان دکانداروں کو چھڑا لیا گیا اور مال بھی واپس ہو گیا۔ اس سلسلے میں تقریباً" پچاس لاکھ روپے کے اخراجات ہوئے ہیں۔ دکانداروں کو گارنٹی دی گئی ہے کہ جو مال انھیں سپلائی کیا جائے گا اس کے تحفظ کا بندوبست بھی ہو گا----- اور اب وہ مطمئن ہیں۔"

"اوہ----- لیکن عدنان! تم نے یہ دوسرا کام کس طرح کیا؟"

"جناب! جس طرح سیٹھ جبار نے دکانوں پر چھاپے ڈلوائے اس سے انداز ہوتا ہے کہ اسے مارکیٹ میں اپنے مال کے سستے داموں فروخت کا علم ہو گیا تھا----- اس کے ایما پر جس پولیس پارٹی نے چھاپے مارے تھے ہم نے بھی اسی پارٹی کو ٹریس کیا----- اور پھر یہ مال قانونی قرار دے کر واپس کر دیا گیا۔ جناب! یہ چکر تو چلتے ہی رہتے ہیں۔ یہ کوئی خاص بات نہیں۔ اصل بات کی اطلاع تو اب میں آپ کو دینا چاہتا ہوں۔"

"اوہو! کوئی خاص بات ہے؟"

"جی بس آپ کو پریشان کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی شوشہ نکال ہی لیتا ہوں۔" عدنان نے کہا۔

"نہیں عدنان! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم جو کچھ کر رہے ہو' وہ میرے لیے بڑی اہمیت رکھتا۔"

"شکریہ سر! اب صورت حال یہ ہے کہ سیٹھ جبار شکر کی خریداری کر رہا ہے وہ دور دور سے بازار سے شکر اٹھوا لینا چاہتا ہے لیکن ابھی خریداری صرف قرب و جوار کے بازاروں میں ہوئی ہے۔ میں نے بھی فوری کارروائی شروع کر دی ہے۔ جہاں سیٹھ جبار کے آدمی پہنچے ہیں اس سے آگے میں نے اپنے آدمیوں کو بھیج دیا ہے ہم اس سے زیادہ مہنگے داموں پر شکر خرید رہے ہیں اور اب تک تقریباً" پچاس ہزار ٹن شکر ہمارے پاس جمع ہو گئی ہے یا اس کے سودے ہو گئے ہیں۔ یہ شکر ایک ماہ کے اندر اندر ہمارے گوداموں میں پہنچ جائے گی----- اور چند روز کے اندر اندر شکر کا بحران پیدا ہو جائے گا۔"

"گڈ! تو پھر کیا خیال ہے تمہارے ذہن میں؟"

"میرا خیال یہ ہے جناب! کہ سیٹھ جبار پیداوار پر نگاہ رکھتا ہے اس سال گنے کی فصل پچھلے سال ہونے کے برابر ہوئی ہے۔ حکومت نے جتنی شکر خریدی تھی وہ گوداموں سے نکلتی جا رہی ہے اور اب بہت تھوڑی مقدار گوداموں میں رہ گئی ہے حکومت کا ارادہ ہے کہ اس سال شکر امپورٹ کی جائے لیکن اس کے لیے ممکن ہے کہ سات یا آٹھ ماہ لگ جائیں۔ اس دوران میں بازار میں موجود شکر سیٹھ جبار نے خریدنی شروع کر دی ہے۔ اس کے بعد اس کے لوگ یہاں سے آگے بڑھیں گے لیکن آگے انھیں میدان صاف ملے گا۔ ہم نے زیادہ

بڑے علاقوں کو کور کیا ہے اور میں نے فوری طور پر اپنے بے شمار کارکن شکر کی خریداری کے لیے بھیج دئے ہیں۔ یہ شکر میں نے گرین اسکوائر کی بلڈنگ کے فلیٹوں میں بھروانا شروع کر دی ہے۔ میں اسے روایتی قسم کے گوداموں میں نہیں پہنچانا چاہتا۔ کیونکہ میرے ذہن میں ایک خاص منصوبہ ہے۔" عدنان نے کہا۔

"وہ کیا عدنان؟"

"اس سلسلے میں آپ سے بالشافہ گفتگو کروں گا۔"

"تو پھر کب آ رہے ہو؟ مجھے تمہارے اس منصوبے میں بڑی دلچسپی محسوس ہو رہی ہے۔" میں نے کہا۔

"حکم دیں تو آج رات ہی کو۔"

"میں انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

رات کو عدنان سے گفتگو ہوئی۔ اس نے مجھے اپنا منصوبہ بتاتے ہوئے کہا۔

میں نے سیٹھ جبار کے پیچھے اپنے آدمی لگا رکھے ہیں۔ یوسف بھی اپنی کارروائیاں کر رہا ہے لیکن اسے ابھی وقت لگے گا۔ اس نے ضرورت کا تھوڑا سا سامان اپنے پاس جمع کر لیا ہے۔ وہیں کوٹھی ہی میں اس کے پاس ایک کوارٹر بھی ہے جس میں وہ رہ رہا ہے۔ سامان بھی وہیں وموجود ہے۔۔۔۔۔ چونکہ ایک عام آدمی سیٹھ جبار کی خواب گاہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے یوسف وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ بہر طور میں نے معلومات حاصل کر لی ہیں کہ سیٹھ جبار یہ شکر نہر کے کنارے والے گوداموں میں جمع کر رہا ہے۔۔۔۔۔ کالی نہر کے کنارے کنارے گوداموں کا ایک طویل سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور یہ۔۔۔۔۔ اتفاق کی بات ہے کہ سیٹھ جبار کے گودام نہر کے کنارے سے تقریباً" پچیس گز کے فاصلے پر ہیں جن میں شکر جمع کی جا رہی ہے۔ سینکڑوں بوری شکر وہاں پہنچ چکی ہے اور اس کے اثرات بھی ظاہر ہونے لگے ہیں۔ بازار میں چینی نہیں مل رہی۔"

"تمہارا منصوبہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"منصوبہ یہ ہے کہ سیٹھ جبار کے شکر کے گوداموں کو تباہ کر دیا جائے۔ وہاں اس نے زبردست پہرہ لگا رکھا ہے۔ اسے خدشہ ہے کہ اس کے ان گوداموں کو بھی لوٹنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس لیے اس نے نہایت سخت اقدامات کیے ہیں۔ اگر ہم نے ایسی کوئی کوشش کی تو زبردست تصادم ہو جانے کا خطرہ ہے جس کے باعث پولیس ہماری طرف متوجہ ہو جائے گی۔ اس لیے میں نے ایک اور ترکیب سوچی ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔۔۔؟"

"جس جگہ یہ گودام واقع ہیں وہاں نہر کا ایک چھوٹا سا پشتہ ہے۔ اس پشتے کو اگر بم سے اڑا دیا جائے۔ اس سے قرب و جوار کے علاقے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا البتہ نہر کا پانی' سیٹھ جبار کے گوداموں میں بھر جائے گا اور شکر بھیگ کر خراب ہو جائے گی اور سیٹھ جبار کا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ اس کے بعد ہم اپنی جمع شدہ شکر حکومت کے حوالے کر کے سیٹھ جبار کے گوداموں کی نشان دہی کر دیں گے تاکہ حکومت اسے عوام میں پھیلا دے۔ اس طرح ہمارا جرم' جرم نہیں رہے گا۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ تم نے اس منصوبے کے ہر پہلو پر غور کر لیا ہے۔۔۔۔۔ عدنان؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں' جناب! مجھے تو اس میں کوئی خامی نظر نہیں آتی۔ ویسے جو بھی آپ کا حکم ہو۔"

"نہیں۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔ تم اپنی کارروائی جاری رکھو۔"

"بہت بہتر۔۔۔۔۔" عدنان نے جواب دیا۔۔۔۔۔ اور پھر وہ اٹھ گیا۔

عدنان نے جو کچھ کہا تھا' وہ سامنے آنے لگا تھا۔ اخبارات' ملک میں شکر کی قلت کی خبروں سے بھرے پڑے تھے۔

وقت آ گیا تھا کہ اب عدنان اپنی کارروائی شروع کرے۔۔۔۔۔ سیٹھ جبار ابھی تک خاموش تھا۔۔۔۔۔ ممکن تھا کہ شکر کی کچھ بوریاں فروخت کے لیے نکل چکی ہوں لیکن بہر طور' ان کی فروخت بھی خاصی مشکل تھی۔ ہر چند کہ سیٹھ جبار کے ہاتھ بہت لمبے تھے لیکن جب معاملہ عوام کا ہو تو ہاتھوں کی لمبائی کسی کام نہیں آتی۔ اس دن عدنان نے مجھ سے کارروائی کی آخری ہدایت لی اور اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دیا۔۔۔۔۔ دوسرے دن کے اخبارات سنسنی خیز سرخیوں سے آراستہ تھے۔

"نہر کا پشتہ اڑا دیا گیا۔۔۔۔۔ پانی نے کئی گوداموں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔"

اس کے ساتھ ہی گوداموں کے بارے میں تفصیل بھی تھی۔۔۔۔۔ یہ تمام گودام شکر کی بوریوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ہزاروں ٹن شکر پانی میں بھیگ کر تباہ ہو گئی تھی اور اگلے دن کے اخبارات کے اداریے تو بہت ہی سخت تھے۔ اخبارات نے حکومت پر نکتہ چینی کی تھی اور حکومت سے سوال کیا گیا تھا کہ یہ گودام کس کے ہیں۔ تین دن کے اندر اندر تحقیقات کر کے' اس شخص کو منظر عام پر لایا جائے۔

میں بڑی سنسنی محسوس کر رہا تھا۔ بہر حال' اس دوران اتنی مصروفیت رہی تھی کہ میں' پروفیسر شیرازی سے بھی رابطہ قائم نہیں کر سکا تھا۔۔۔۔۔ پھر فراغت پاتے ہی میں' ان

لوگوں سے ملاقات کرنے چل پڑا۔

پروفیسر شیرازی کے ہاں کے حالات بدستور تھے۔ میں---- جب بھی وہاں پہنچتا تو صورت حال مختلف ہو جاتی تھی۔ بہروز بھی اس دوران میں کوٹھی میں واپس نہیں آیا تھا اور وہیں موجود تھا---- حسینہ اور اس کا شوہر بدستور' ان لوگوں کے لیے دلچسپی کا باعث بنے ہوئے تھے۔ میرا بہترین استقبال کیا گیا اور سب لوگ میرے گرد جمع ہو گئے۔

میں نے سب سے پہلے پروفیسر شیرازی اور گل کو اپنی ان کارروائیوں کے بارے میں اطلاع دی اور پروفیسر شیرازی حیران رہ گئے۔ ان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"اوہ---- تو یہ سب کچھا تمہارا پیدا کردہ ہے---- میرا مطلب ہے---- کہ سیٹھ جبار کے لیے اس وقت کسی قدر مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ ویری گڈ! بھئی عجیب کیفیت ہو گئی ہے میری' یقین نہیں آ رہا ہے' منصور! کہ تم لوگ اتنی کامیابی سے یہ اقدامات کر رہے ہو۔"

"یہی نہیں' پروفیسر! اس سے پہلے بھی سیٹھ جبار پر ایک اور ضرب لگائی جا چکی ہے۔"

"وہ کیا----؟" گل نے دلچسپی سے پوچھا۔

میں نے الیکٹرک گڈز کے ٹرک لوٹنے کے بارے میں تفصیلات بتائیں' وہ سب بڑی دلچسپی سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پروفیسر کے چہرے پر بھی سنسنی پھیلی ہوئی تھی پھر انھوں نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"منصور! خدا کی قسم---- مجھے یقین نہیں تھا کہ تم اتنی کامیابی سے اس طرح حالات کو ہینڈل کرو گے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک سادہ اور معصوم سا نوجوان اس قدر خطرناک ثابت ہو گا۔ بہرحال' سیٹھ جبار کی کیفیت اس وقت دیکھنے کے قابل ہو گی' کاش' ہم اس کا جائزہ لے سکتے۔"

"میں بھی خاصی سنسنی محسوس کر رہا ہوں' پروفیسر! دیکھنا یہ ہے کہ گوداموں کے سلسلے میں کیا ہوتا ہے؟ معاملہ عوام کا ہے۔ اگر سیٹھ جبار کا نام منظرعام پر آ گیا تو شاید اعلیٰ حکام بھی اس کی پشت پناہی نہ کر سکیں۔"

"میرے خیال میں اس کے اس اقدام کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جائے گا۔"

"ہاں---- اور اس کے بعد میں اپنے گودام کھول دوں گا۔"

"تمہارے گودام----؟" پروفیسر شیرازی نے حیرت سے کہا۔

میں نے اس سلسلے میں انھیں تمام تفصیلات بتا دیں۔ میں نے بتایا کہ "اب تو لاکھوں ٹن شکر' میرے گوداموں میں پڑی ہوئی ہے۔ جسے میں بہت جلد حکومت کے حوالے کر دوں

گا اور اس کی وصولیابی کے سلسلے میں کوئی گفت و شنید نہیں کروں گا۔ جب بھی اور جتنی رقم عبوری حکومت کرے گی' اسے قبول کر لوں گا۔"

"میرے خیال میں اس کے بعد تمہارے قدم اتنے مضبوط ہو جائیں گے کہ سیٹھ جبار جیسے دس آدمی بھی انہیں نہیں اکھاڑ سکیں گے۔"

"سرحدی بستیوں میں پرنس ولاور نے جو کچھ کیا ہے' اس کے بارے میں تو آپ کو اخبارات سے پتہ چل ہی گیا ہو گا۔؟"

"ہاں' اس سلسلے میں پرنس ولاور کو یہی سب کچھ کرنا چاہیے تھا۔ میں' آج کل اخبارات صرف اس وجہ سے پڑھتا ہوں کہ ان میں تمہارے بارے میں کیا خبریں چھپی ہیں۔" پروفیسر شیرازی نے کہا۔

"آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ سرحدی علاقے میں سیٹھ جبار کے آدمی بھی امدادی سامان لے کر پہنچے تھے اور وہاں ہمارے آدمیوں سے ان کی جھڑپ ہو گئی تھی؟"

"ہاں' یہ خبر بھی اخبار میں موجود تھی لیکن وہ جھڑپ کوئی اہمیت اختیار نہیں کر سکی۔"

"خود میں نے بھی اسے کوئی اہمیت نہیں دی۔ کیونکہ پرنس ولاور ایک پرامن انسان کی حیثیت سے منظرعام پر آیا ہے۔ میری دوسری شخصیت تو مشکل ہی سے کسی کے سامنے آئے گی اور سیٹھ جبار' میرے بارے میں صرف سوچتا ہی رہے گا۔"

"یقیناً ایسا ہی ہو گا۔ تمہاری نیک نامی کے بڑے چرچے ہو چکے ہیں۔ بہرحال' منصور! میں تمہیں دلی مبارکباد دیتا ہوں کہ تم اتنی کامیابی سے اپنے دشمن کے خلاف صف آراء ہو اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔" پروفیسر خلوص سے بولے۔

"خیر' سب اطلاعات تو آپ تک پہنچ چکیں لیکن آپ نے ایک اطلاع سے مجھے لاعلم رکھا ہے۔"

"وہ کون سی اطلاع ہے بھئی؟" پروفیسر نے حیرت سے پوچھا۔

"عظمت اور راشدہ کے سلسلے کی۔"

"اوہ---- بھئی' صرف اس لیے بتانا مناسب نہیں سمجھا کہ تم بہت مصروف ہو---- اور پھر وہ معاملہ اتنا اہم بھی نہیں تھا۔"

"چلیے' ٹھیک ہے۔ اب میں اسی لیے حاضر ہوا ہوں کہ ذرا رزم سے ہٹ کر بزم کی باتیں بھی کی جائیں۔"

پروفیسر شیرازی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بزم کی باتیں بلاشبہ' سکون بخش ہوتی ہیں لیکن تم نے جو---- ذمے داری ہمارے

سپرد کی تھی' ہم نے اسے بخوبی نبھالیا ہے۔ راشدہ بے چاری کا خاندان ہی کیا ہے---- صرف ایک بھائی کا ساتھ ہے' وہ ایک تنہا بچی ہے۔ یہ کام گل اور نرخاب نے انجام دیا ہے۔ راشدہ کے کانوں میں' یہ بات شاید تم پہلے ہی ڈال چکے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ وہ تنہا ضرور ہے مگر بے یار و مددگار نہیں ہے۔ اس کی زندگی میں منصور جیسے نیک سیرت انسان کا سہارا موجود ہے۔ جب اسے یہ بتایا گیا کہ منصور' ہی نے ان لوگوں کو اس سلسلے میں بھیجا ہے تو اس نے خاموشی سے گردن جھکا کر---- اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا---- منصور میاں! اس بچی کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ تم نے نہ جانے کیوں اسے الگ رکھ چھوڑا ہے۔ حالانکہ اسے بھی اسی دارلامان' میں لانا چاہیے تھا۔ یہیں سے ہم اس کے رشتے کے لیے بات کرتے۔ بہر طور بیگم فرحت اللہ' اسے انگوٹھی پہنا آئی ہیں۔ ہر چند کہ اس کی طرف سے گفتگو کرنے والا کوئی نہیں تھا لیکن گل نے اس طرف کی کمان سنبھال لی ہے اور یہی مناسب بھی تھا۔ چنانچہ ہمارا خیال ہے کہ عظمت کی برات ہمارے گھر آئے۔"

"ٹھیک ہے' پروفیسر! آپ جس طرح مناسب خیال فرمائیں' کریں۔ میں آپ کے اس فیصلے سے خوش ہوں کہ عظمت کی برات اس گھر میں آئے اور راشدہ یہاں سے رخصت ہو۔ اس سلسلے میں میرے جو بھی فرائض ہوں' مجھے ان سے آگاہ فرمایئے۔"

"بس' میاں! بس---- تم بڑے آدمی ہو۔ ہم غریبوں کے معاملات میں زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے کام میں مصروف رہو۔ ہم اپنے معاملات نمٹاتے رہیں گے۔" پروفیسر نے خوش مزاجی سے کہا---- اور میں ہنسنے لگا۔

کافی دیر تک سب سے گفتگو رہی۔ واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو فینی نے ایک بار پھر تغلق خان کے فون کی اطلاع دی۔

ہم نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ اگر میرے لیے کوئی خاص پیغام ہو اور میں فون پر موجود نہ ہوں تو اسے ریکارڈ کر لیا جائے---- چنانچہ فینی ٹیپ ریکارڈر اٹھا لائی اور اس کا سوئچ آن کر دیا۔ حسب معمول تغلق خان کی آواز ابھری۔

"باس کو میرا سلام---- آپ کی دعاؤں سے کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہا ہوں۔ آپ جو کچھ کر رہے ہیں' وہ اتنا عمدہ ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے سیٹھ جبار کے انداز میں بدحواسی محسوس کی ہے۔ وہ بہت زیادہ الجھا ہوا ہے۔ اسے انتہائی ضروری کام سے کہیں باہر جانا تھا لیکن اس نے اپنی جگہ کسی اور شخص کو بھیج دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہاں اس کی موجودگی نہایت ضروری ہے اور اب وہ---- اپنے تمام زرائع اس کام کے لیے استعمال کر رہا ہے---- کہ پرنس دلاور کو تلاش کر کے' اس کے بارے

میں معلومات فراہم کی جائیں۔ آج کل وہ اپنی کوٹھی ہی میں مقیم ہے اور دونوں باپ بیٹی سر جوڑے بیٹھے گفتگو کرتے رہتے ہیں جو یقیناً پرنس دلاور ہی کے متعلق ہوتی ہے۔ شکر کے جن گوداموں میں پانی بھرا ہے اور وہاں سے جو ناکارہ شکر برآمد ہوئی ہے' اس نے سیٹھ جبار کو بے حد پریشان کر دیا ہے۔ شاید اعلیٰ حکام کو یہ معلوم کرنے میں دقت نہ ہو کہ یہ گودام سیٹھ جبار کے تھے۔ بہر طور وہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو تیار کر رہا ہے۔

میں بہت مصروف ہوں باس! جب بھی موقع ملا' آپ سے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا---- آپ کا خادم۔"

"ٹھیک ہے فینی! اب اس کیسٹ کو صاف کر دو۔ بلکہ---- تغلق خان کا ہر پیغام ضائع کر دیا کرو۔ مبادا کسی کے ہاتھ نہ لگ جائے تغلق خان کی وہاں موجودگی' ہمارے لیے بے حد قیمتی ہے۔"

فینی کے جانے کے بعد میں آئندہ اقدامات کے بارے میں غور کرنے لگا پھر کافی غور و خوض کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اب مجھے اپنی شکر کا ذخیرہ' حکومت کے حوالے کر دینا چاہیے۔

دوسرے دن' گیارہ بجے' میں نے فینی کو ہدایت کی---- کہ وہ وزارت داخلہ سے رابطہ قائم کر کے' فرسٹ سیکریٹری سے بات کرنے کا وقت لے---- چند لمحوں بعد فینی نے بتایا کہ پچیس منٹ کے بعد فرسٹ سیکریٹری سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔

پچیس منٹ بعد فینی نے اطلاع دی کہ فرسٹ سیکریٹری---- پرنس دلاور سے گفتگو کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس دوران میں' میں آج کے اخبارات دیکھتا رہا تھا۔

ان اخبارات میں خاصی ہنگامہ خیز خبریں تھیں۔ گوداموں کے مالک کا ابھی تک کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا اور اس کے بارے میں تحقیقات جاری تھیں۔ شکر کا عظیم الشان ذخیرہ مکمل تباہ ہو چکا تھا۔ بہت سے عوامی نوٹس تھے---- رہنماؤں کے بیانات بھی تھے' اس سلسلے میں خاصی لے دے ہو رہی تھی۔ یقینی طور پر سیٹھ جبار' بہت بڑے چکر میں پھنس گیا تھا۔ اگر یہ قومی مسئلہ نہ ہوتا تو اس کے حلیف یقینی طور پر اس بات کو دبا دیتے اور یہ بھی بڑی بات تھی کہ اب تک سیٹھ جبار کا نام منظر عام پر نہیں آیا تھا۔ فون پر فرسٹ سیکریٹری کی آواز سن کر میں بولا۔

"پرنس دلاور حاضر ہے' جناب!"

"فرمایئے' پرنس! کیسے زحمت کی؟ ویسے آپ کی پر اسرار---- شخصیت ہم سب کے درمیان میں ایک عجیب سی حیثیت رکھتی ہے۔ نہ جانے آپ' عوامی حلقوں سے کیوں گھبراتے

ہیں؟"

"نہیں' جناب! گھبراتا نہیں ہوں۔ بس میری مصروفیات اس کی اجازت نہیں دیتیں۔"

"آپ کی مصروفیات' ہمارے علم میں مکمل طور پر نہیں آ سکیں' پرنس!"

"جی ہاں' بس کاروباری مصروفیات ہی خیال فرمائیے۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنی صنعتوں اور کاروبار کو ترقی دے کر ملک و قوم کے لیے کچھ کروں۔"

"بڑے اچھے خیالات ہیں' آپ کے----- بلکہ ہم انھیں صرف خیالات نہیں کہہ سکتے۔ اب تک آپ کی جو خدمات منظرعام پر آ چکی ہیں' وہ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں' وہ بالکل درست ہے۔ آپ نے سرحدی بستیوں کے تباہ حال لوگوں کے لیے جو کچھ کیا ہے' اس نے حکومت کی نگاہ میں آپ کی وقعت بہت بڑھا دی ہے۔"

"جی ہاں----- اور شاید یہ بات بھی آپ کے علم میں آ چکی ہو گی کہ وہاں' ہمارے آدمیوں کو زد و کوب کیا گیا تھا اور ایک ایسے گروہ کی طرف سے ہمارے کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی جو خود بھی امدادی کاموں کے لیے وہاں پہنچا تھا لیکن اسے ہماری یہ کوششیں پسند نہیں آئی تھیں۔"

"جی ہاں----- میں نے بھی کچھ اڑتی اڑتی سی خبریں سنی تھیں۔ مگر وہ واقعہ کوئی اہمیت اختیار نہیں کر سکا تھا۔"

"جی ہاں' اہمیت اس لیے نہیں اختیار کر سکا کہ ہم وہاں نیک مقاصد کے تحت گئے تھے' کسی سے جنگ کرنے نہیں----- لیکن' محترم! میں یہ گزارش ضرور کروں گا کہ اس قسم کے عناصر کی سرکوبی کی جائے اور کم از کم ان کی نیت کو پرکھ لیا جائے۔"

"اگر یہ آپ کی خواہش ہے تو میں اس سلسلے میں باقاعدہ تحقیقات کا حکم دوں گا----- اور ان سے باقاعدہ جواب طلبی کی جائے گی کہ انہوں نے یہ گندگی کیوں کی؟"

"میں شکر گزار ہوں گا' آپ کا۔ اس وقت میں نے آپ کو ایک خاص سلسلے میں زحمت دی تھی۔"

"جی فرمائیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کے لیے تیار ہیں۔"

"جناب! اخبارات میری نظر سے گزرتے رہتے ہیں اور ملکی معاملات میرے لیے ایک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی الجھن پیش آتی ہے تو ہم اس کا ذمے دار صرف حکومت قرار نہیں دے سکتے۔ عوامی سطح پر بھی ہر شخص کا فرض ہے کہ ملک کے تحفظ میں کوئی کوئی کردار ادا کرے۔"

"خدا آپ کو استقامت عطا کرے' بڑی خوبصورت باتیں کر رہے ہیں۔ آپ جیسا بڑا آدمی اگر اس انداز میں سوچے تو یہ ہمارے ملک کے لیے خوش بختی کی علامت ہے۔"

"شکریہ! میں ایسا نہیں سمجھتا' جناب! میں ان تمام چیزوں کو اپنا فرض سمجھتا ہوں----- بہر طور' میں مقصد کی طرف آنا چاہتا ہوں----- ابھی حال ہی میں کچھ گوداموں میں پانی بھر جانے سے شکر کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ضائع ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی منظرعام پر ہے کہ شکر کا شدید بحران ہے' ہمارے ملک میں یقیناً" آپ بھی اس بات سے لاعلم نہیں ہوں گے کہ کچھ چیزوں کی مصنوعی قلت پیدا کی جاتی ہے۔ صرف اس لیے کہ ان کی قیمتیں بڑھا کر انھیں فروخت کیا جا سکے۔ سرمایہ دار اپنی دولت کو بڑھانے کے لیے اس قسم کے اقدام کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ غریب عوام کے ہاتھ سے نوالا چھیننا' میرے خیال میں بہت بڑی درندگی ہے۔ میں خود بھی یہی مطالبہ کرتا ہوں کہ ان گوداموں کے مالکان کا پتہ لگایا جائے اور انھیں بدترین سزا دی جائے کیونکہ ملک عوام سے ہوتا ہے اور اگر کسی ملک کے عوام ہی عدم تحفظ کا شکار ہو جائیں تو پھر آپ غور فرمائیے کہ حکومت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے----- میں ذاتی طور پر حکومت کے خلاف نہیں ہوں بلکہ ان برے لوگوں کے خلاف ہوں جو حکومت کی رہ میں مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ میں خصوصی طور پر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی سماجی حیثیت کا تعین کیے بغیر' ان کے خلاف صاف ستھری کاروائی کر کے' انھیں قرار واقعی سزا دی جائے۔"

"ایسا ہی ہو گا' پرنس! کیا آپ اس سلسلے میں کوئی نشان دہی کریں گے؟"

"بخدا نہیں----- میں کسی سے ذاتی عناد نہیں رکھتا----- میرا یہ مطالبہ صرف خلوص پر مبنی ہے۔"

"مجھے اعتماد ہے' پرنس!"

"اس کے علاوہ میری ایک مخلصانہ پیش کش ہے۔ براہ کرم' اس سلسلے میں متعلقہ محکموں کو احکامات جاری کر دیجیے۔"

"جی فرمائیے۔"

"چینی امپورٹ کی جا رہی ہے۔ اس کے پہنچنے میں یقیناً دیر لگے گی۔ میں صرف ایک سرمایہ دار ہی نہیں بلکہ ایک محب وطن شہری بھی ہوں اور جس حیثیت میں ہوں' اس کے تحت اپنے فرائض پر بھی نگاہ رکھتا ہوں۔ چونکہ کاروباری مارکیٹ' میری نگاہ میں رہتی ہے اس لیے میں نے محسوس کیا کہ چینی کی خصوصی خریداری ہو رہی ہے اور یقینی طور پر منافع خوری کا پروگرام بنایا جا رہا ہے۔ چنانچہ میں نے ان علاقوں سے ذرا ہٹ کر' اپنے آدمیوں

کے ذریعے شکر کی خریداری شروع کر دی۔ اور جس حد تک ہو سکتا تھا' شکر خرید کر اپنے گوداموں میں بھروا دی۔ میرا مطلب' اس سے منافع خوری نہیں تھا بلکہ ذخیرہ اندوزوں کے اس جنون سے نبرد آزمائی تھا اور میں اس حربے کو انہی کے خلاف استعمال کرنے کا خواہش مند تھا۔ خدا کا احسان ہے کہ میں اپنی اس کوشش میں کسی حد تک کامیاب رہا ہوں۔ میرے پاس اس وقت لاکھوں ٹن چینی موجود ہے اور یہ ذخیرہ حکومت کے حوالے کرنا چاہتا ہوں اور ان داموں پر' جن داموں پر حکومت گنا خریدتی ہے۔ میرا اس پر جو زیادہ خرچ ہوا ہے وہ' میں حکومت اور عوام کی نذر کرتا ہوں۔ چینی عوام میں انہی داموں فروخت کی جائے جن پر وہ پہلے فروخت ہوتی رہی ہے۔ میرے گوداموں کے دروازے متعلقہ حکام کے لیے کھلے ہوئے ہیں----- میرے آدمیوں سے رابطہ قائم کر کے حکومت' ان ذخائر کو اپنی تحویل میں لے لے۔"

میں خاموش ہو گیا لیکن چند لمحوں تک فرسٹ سیکریٹری کی آواز نہیں سنائی دی پھر انھوں نے کھنکار کر کہا۔

"پرنس! اس کے بعد' آپ کی نیت اور آپ کی ذات پر شک کرنا کفر ہے۔ میرے خیال میں وطن کی اس سے زیادہ عمدہ خدمت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ میں ذاتی طور پر فوری کارروائی کر کے منسٹری آف فوڈ کو اس سلسلے میں ہدایت کرتا ہوں۔ براہ کرم آپ بھی اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دیجئے۔ ہم آپ کی اس مخلصانہ کوشش کو اپنے دلوں پر نقش کر لیں گے۔"

"یہ میرا فرض تھا جو میں نے پورا کیا ہے۔ انشاء اللہ! آئندہ بھی آپ' پرنس ولاور کو مستعد پائیں گے۔ میں اپنے آدمیوں کو ہدایات جاری کر رہا ہوں۔ خدا حافظ!" میں نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر میرے شکر کے گودام خالی ہونے لگے۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ یہ کام کر کے مجھے کس قدر سچی خوشی ملی تھی۔ یہ وہ تمام باتیں تھیں جو بچپن سے میرے ذہن میں موجود تھیں۔ ہر چند کہ ان کا انداز یہ نہیں تھا۔ اتنی گہری سوچ نہیں تھی میری' لیکن میرے دل میں خواہش تھی کہ میں ایسے کام کرتا رہوں' جو میرے وطن کے مفاد میں ہوں۔

ایک ہفتے بعد مجھے شدید ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑا۔ پولیس' گوداموں کے مالکان کے خلاف تحریک چلا رہی تھی۔ اس سلسلے میں چار افراد گرفتار ہوئے تھے جو ان گوداموں کے مالکان کی حیثیت سے سامنے آئے تھے۔ یہ بہت ہی معمولی سے کاروباری لوگ تھے۔ انہوں نے اقرار کیا تھا کہ وہی گوداموں کے مالک ہیں اور انہوں نے ہی شکر خرید کر ذخیرہ اندوزی کی تھی۔ یہ بالکل اجنبی لوگ تھے اور ان کا پس منظر کچھ بھی نہ تھا۔ ان پر مقدمہ قائم کر دیا گیا تھا۔ اصلیت یہ نہ تھی۔ اصلیت سے تو میں واقف تھا کہ وہ گودام' سیٹھ جبار کے تھے۔ اس جیسے شاطر کے لیے یہ کام ذرا بھی مشکل نہ تھا کہ وہ' ان کے مالکان کو سامنے لے آئے----- سیٹھ جبار نے انھیں تحفظ کی ضمانت دی ہو گی۔ اب ان پر ایک طویل عرصے تک مقدمہ چلتا رہے گا اور سیٹھ جبار کی سازشیں جاری رہیں گی اور پھر وہ' انھیں کسی مناسب موقعے پر بری کرا لے گا۔

بات دراصل حکومت کی کوتاہیوں کی نہیں تھی۔ انتظامیہ میں سب ہی مخلص نہیں ہوتے اور جو مخلص کارروائیاں کرتے ہیں' ان کے نتیجے میں انھیں گوناگوں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حکومت بہ ذات خود کہیں بھی غیر مخلص نہیں ہوتی لیکن ہر فرد اپنے مسائل کا شکار ہوتا ہے----- سچی کارکردگی کس قدر مشکل ہے' اس کا اندازہ اب مجھے ہو رہا تھا۔ سب کے سب الزامات' انتظامیہ کے سر ڈال دینا بھی سراسر ناانصافی کی بات ہے۔ مجرمانہ ذہنوں کے مالک اپنے گرد ایک ایسا حصار قائم کر لیتے ہیں جس میں شگاف ڈالنا آسان نہیں ہوتا۔

سیٹھ جبار بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھا۔ اس تک پہنچنا آسان کام نہیں تھا۔ میرے ذہن میں بھی ایسی کوئی تجویز نہیں تھی جس کے تحت میں سیٹھ جبار کو ان گوداموں کا مالک قرار دیتا۔

بہر حال' گوداموں کے مالکان گرفتار ہو گئے تھے۔ انھوں نے ذخیرہ اندوزی کا اعتراف کر لیا تھا اور سزا بھگتنے کے لیے تیار تھے----- لیکن سیٹھ جبار اپنی جگہ آزاد تھا۔ اس پر کوئی حرف نہیں آیا تھا۔ اب اس سلسلے میں بے چاری انتظامیہ کیا کرتی۔

بہر حال' میں اسے ذہنی اور مالی نقصان پہنچانے میں تو----- کامیاب ہو گیا تھا اور آنے والا وقت یقیناً" مجھے اس کی تباہی کی خوشخبری سنانے والا تھا۔ برائی ایک نہ ایک دن ضرور ختم ہو جاتی ہے' اس کی جڑیں خواہ کتنی ہی گہرائی میں کیوں نہ ہوں۔

اب مجھے صبر سے کام لینا تھا۔ جلد بازی کے اقدامات بعض اوقات بہت نقصان دہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ میں اس چھوٹی سی ناکامی کو صبر سے پی گیا۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حکام سے رابطہ مناسب نہیں تھا۔ لیکن ہماری کارروائیاں جاری رہیں۔

پھر ایک شام' پروفیسر شیرازی کا فون ملا۔ "عظمت کی شادی کی تاریخ طے کر لی گئی ہے' منصور! آئندہ جمعہ----- انتیس تاریخ ہو گی۔"

"خوب----- راشدہ کہاں ہے؟"

"یہیں ہے۔ گل' اسے لے آئی ہے۔ تم بہت مصروف ہو' آج کل؟"

"ہاں' مصروف تو ہوں' پروفیسر! لیکن شادی میں ضرور شرکت کروں گا۔"

"اگر کسی وقت فرصت ہو تو آجاؤ۔ تمہیں تفصیلات بتادوں گا۔"

"بہتر ہے۔ حاضر ہو جاؤں گا۔"

"کب آ رہے ہو؟"

"ممکن ہو سکا تو آج ہی رات-----" میں نے جواب دیا اور پروفیسر نے کچھ ر
سی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا۔

اسی رات میں پروفیسر کے ہاں پہنچ گیا۔ بڑا ہنگامہ برپا تھا وہاں۔ سرخاب' گل ا
راشدہ سر جوڑے بیٹھی تھیں۔ جوڑے ٹانکے جا رہے تھے۔ خالص گھریلو ماحول پیدا ہو
تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے انتہائی ماڈرن انداز میں زندگی گزاری تھی لیکن اب بالکا
عام لوگوں کی طرح بسر کر رہے تھے۔ یہ سب ایثار پسند تھے جنھوں نے اپنا سب کچھ ا
عظیم مقصد پر قربان کر دیا تھا درحقیقت مقصد ہی عظیم ہوتا ہے۔ مجھے دیکھ کر راشدہ
گردن جھک گئی اور اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ٹھیک ہو' راشدہ؟"

"جی-----" وہ آہستہ سے بولی۔

"خوش ہو؟" میں نے پوچھا۔

وہ خاموش رہی۔ گل اور سرخاب مسکرانے لگی۔

"بھئی منصور! اب ضروری نہیں ہے کہ تم ہر معاملے میں----- طاق ہو۔ اُ
راشدہ سے اس کی خوشی یا نا خوشی کے بارے میں پوچھنا ہے تو تنہائی میں پوچھو۔ چلو بھ
سرخاب! ہم اپنا یہ سامان سمیٹ کر باہر چلتے ہیں۔"

"نہیں' نہیں بھئی! اس کی کیا ضرورت ہے' بس' میں تو مطمئن ہونا چاہتا تھا کہ راشد
میرے اس قدام سے خوش ہے یا نہیں۔" میں نے کہا۔

گل اور سرخاب شرارت بھری نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔ انھیں راشد
کی کہانی معلوم تھی۔ نہ جانے ان کے ذہن میں کیا خیال تھا۔ بہر طور' اس کے بعد باقی سا
وقت دلچسپ گفتگو میں کٹا۔ پروفیسر شیرازی نے ایک مشفق بزرگ کی مانند سارے انتظامات
کیے تھے اور اس وقت بھی وہ بہت مصروف نظر آ رہے تھے۔

"بھئی کیا کروں' اس سلسلے میں عظمت ہی کو ساتھ رکھا ہے۔ اور کوئی ہے ہی نہیں
میرے ساتھ' اس سلسلے میں میری مدد کرے۔"

"آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو' فرما دیجئے۔ میں کچھ لوگوں کو یہاں متعین کردوں گا۔"

"ارے' رہنے دو۔ ساری زندگی گوشہ نشینی میں گزاری ہے۔ اب کیا ہم اتنا کام بھی نہیں کر سکتے۔ تم بس شادی میں شریک ہو جانا اور دیکھنا کہیں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی۔"

"میں بدلی ہوئی شکل میں آؤں گا۔ کیونکہ شادی میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہوں گے۔"

"ہاں' ہاں----- اس میں کوئی حرج نہیں۔ مقصد تو تمہاری شرکت سے ہے۔ ویسے تمہارے معاملات بہت عمدہ چل رہے ہیں۔ میں اس سلسلے میں کوئی تبصرہ نہیں کروں گا' سوائے اس کے کہ میں اپنے انتخاب پر بہت خوش ہوں کہ میں نے تمہارے بارے میں صحیح فیصلہ کیا اور یہ سب کچھ تمہیں سونپ کر میں نے----- اپنے تمام فرائض کا بوجھ اپنے کندھوں سے اتار دیا ہے۔ میں مطمئن ہوں کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اتنا درست ہے کہ اس سے زیادہ درست اور کوئی قدم میں نہیں اٹھا سکتا تھا۔"

"شکریہ پروفیسر! آپ کا یہی اعتماد مجھے زندگی دئے ہوئے ہے ورنہ میں کس قابل تھا۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا۔

دوسرے دن کئی اہم واقعات ہوئے۔ فینی نے مجھے ایک دعوت نامہ دیا۔ صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کی ایک کانفرنس تھی۔ چیمبر آف کامرس کی طرف سے کچھ خاص معاملات پر غور کرنے کے لیے یہ کانفرنس منعقد کی جا رہی تھی۔ دعوت نامے کے ساتھ چیمبر آف کامرس کے ڈائریکٹر کا ایک خط بھی تھا جس میں اس نے درخواست کی تھی----- کہ پرنس دلاور بطور خاص اس کانفرنس میں ضرور شریک ہوں۔ ہم ان کے ساتھ ہر معاملے میں بھرپور تعاون کی پیشکش کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اس دعوت نامے کو پڑھ کر کچھ دیر غور کیا پھر فینی سے کہا۔

"اس سلسلے میں ایک ایسے آدمی کا انتخاب کرنا ہے' فینی! جو میرے نمائندے کی حیثیت سے اس کانفرنس میں شریک ہو سکے۔ اس سلسلے میں ہم اسے ایک خصوصی اختیار نامہ جاری کریں گے۔"

"بہتر ہے----- میں صائمہ روشن علی سے کہے دیتی ہوں اور مسٹر عدنان سے بھی۔ یقینی طور پر وہ ایک مناسب آدمی کا بندوبست کر لیں گے۔" فینی نے جواب دیا اور چلی گئی۔

اس کے بعد مجھے' عدنان کے آنے کی اطلاع موصول ہوئی----- میں نے اس سے کمرہ نشست میں ملاقات کی۔

"اتفاق سے دو متضاد خبریں لایا ہوں' جناب! ایک خوشخبری اور ایک افسوسناک خبر۔"

"اوہو' خیریت----- افسوسناک خبر کیا ہے؟"

"یوسف اپنی کوشش میں ناکام ہو گیا ہے۔ یا تو اسے قتل کر دیا گیا ہے یا پھر وہ گرفتار ہو گیا ہے۔ اس کے بارے میں مجھے صحیح طور پر اطلاع نہیں مل سکی۔ ویسے مجھے حیرت ہے کہ تغلق خان نے آپ کو اس بارے میں اطلاع کیوں نہیں دی۔"

"ہاں' مجھے تغلق خان کی اطلاع نہیں ملی۔ یوسف وہی شخص تھا نا جسے تم نے سیٹھ جبار کی کوٹھی پر مامور کیا تھا؟"

"جی ہاں' جناب! اس کے سپرد ذمے داری تھی کہ وہ ایسے چھوٹے چھوٹے ڈکٹو فون' سیٹھ جبار کے کمرے میں جگہ جگہ فٹ کر دے جن پر سیٹھ جبار کے کمرے میں ہونے والی گفتگو سنی جا سکے۔ غالباً" وہ----- یہی کوشش کرتے ہوئے پکڑا گیا ہے۔"

"اس کی اطلاع کیسے ملی؟"

"چند الفاظ یوسف ہی نے کہے تھے۔ اس کے بعد میں نے----- تغلق خان سے رابطہ قائم کیا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یوسف ہمارا آدمی ہے۔ بہر طور اس نے تصدیق کر دی ہے۔"

"یوسف نے کیا بتایا تھا؟"

"اس نے کہا تھا کہ اس نے سیٹھ جبار کے کمرے میں جہاں وہ خاص گفتگو کیا کرتا ہے چند ڈکٹو فون لگا دئے ہیں۔ ابھی ان کا کنکشن نہیں کر سکا۔ کیونکہ ابھی اسے چند ڈکٹو فون اور لگانے ہیں۔ وہ ابھی یہ اطلاع دے ہی رہا تھا کہ یکلخت خاموش ہو گیا----- پھر چند لمحوں بعد وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔"

"اوہ' چیف! شاید میرا راز کھل گیا----- مجھے گھیر لیا گیا ہے۔ چند پستول بردار' میری طرف بڑھ رہے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ-----"

اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا اور وہ چھوٹا سا ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔ جس پر یوسف مجھ سے گفتگو کر رہا تھا----- مجھے اس بات کا انتہائی صدمہ ہوا۔ ویسے میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ یوسف' ان لوگوں میں سے ہے جن کے بدن سے اگر ایک ایک بوٹی بھی کاٹ لی جائے تو وہ غداری نہیں کر سکتے---- لیکن اب میرے خیال میں اس کی زندگی ممکن بھی نہیں ہے۔"

"افسوس! بے چارہ یوسف' ہماری وجہ سے مارا گیا۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ قتل نہیں کریں گے۔"

"میں نے تغلق خان کو ہدایت کر دی ہے کہ اگر اسے سیٹھ جبار کی کوٹھی سے ہٹنا بھی پڑے تو وہ اس کی پروا نہ کرے۔ اگر یوسف کی زندگی بچائی جا سکتی ہے تو ضرور بچائی جائے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ سیٹھ جبار سے بہرحال ہم نمٹ ہی رہے ہیں۔ اگر ہمارا ایک آدمی بچ جاتا ہے تو ہم یہ نقصان برداشت کرنے کو تیار ہیں۔"

"جی ہاں جناب! ممکن ہے تغلق خان اس سلسلے میں آپ سے رابطہ قائم کرے۔ آپ بھی اسے یہی ہدایت کر دیجئے گا۔"

"بے فکر رہو۔ یقیناً اسے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کا موقعہ نہیں ملا ہو گا۔ کیونکہ یوسف کی گرفتاری کے بعد سیٹھ جبار اپنے اطراف سے اور بھی زیادہ محتاط ہو گیا ہو گا۔ ممکن ہے اب وہ کوٹھی میں موجود ہر شخص پر نگاہ رکھے ہوئے ہو اور تغلق خان اسی لیے ہم سے رابطہ قائم نہ کر سکا ہو۔" میں نے کہا۔

"جی ہاں جناب؟"

"بہرحال مجھے اس سلسلے میں بے حد افسوس ہے۔"

"خوشخبری یہ ہے جناب! کہ غوزی خان نے ایک بہت بڑی لانچ پر ہاتھ مارا ہے۔ جس میں کروڑوں روپے کی گھڑیاں اور ان کے سیل آسمگل کر کے لائے جا رہے تھے۔ لانچ ضبط کر' اس کا مال----- پرنس ولاور پر پہنچا دیا گیا ہے اور لانچ کو ڈبو کر سیٹھ جبار کے سارے آدمی ہلاک کر دئے گئے ہیں۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔"

"شاندار-----" میں نے کہا۔ "غوزی خان نے شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے۔"

"اس سلسلے میں کوئی اور ہدایت' چیف؟"

"نہیں' باقی معاملات جوں کے توں چلنے دو----- لیکن یوسف کے مسئلے پر نگاہ رکھو۔ اگر وہ بچ گیا تو مجھے مسرت ہو گی۔"

پھر عدنان مجھ سے اجازت لے کر اٹھ گیا۔

چند گھنٹوں کے بعد فینی نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور تمام تفصیلات بتا دیں۔

"جناب! صائمہ روشن علی نے اس سلسلے میں محفوظ نامی ایک شخص کا انتخاب کیا ہے۔ شخص چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہے----- اور ایم۔بی۔اے کی ڈگری رکھتا ہے۔ صائمہ روشن کا خیال ہے کہ وہ اس سلسلے میں بہترین نمائندگی کر سکے گا۔" پھر اس نے ایک کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس لیٹر پر دستخط کر دیجئے۔ یہ آپ کی طرف سے مسٹر محفوظ کے لیے نمائندگی کا اجازت نامہ ہے۔ اس کے تحت ہی وہ چیمبر آف کامرس میں آپ کی

نمائندگی کر سکیں گے۔"

"اس شخص کو ضروری امور سمجھا دئے ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں نے اسے بتا دیا ہے کہ پرنس دلاور کے نمائندے کی حیثیت سے ا
کیا گفتگو کرنی ہے۔ اس کا ایک ایجنڈا تیار کر لیا گیا ہے۔ میں دراصل انہی کاموں
مصروف تھی۔" فینی نے ایک اور کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔

میں اسے لے کر پڑھنے لگا۔ بلاشبہ اس سلسلے میں فینی کی کارکردگی نہایت تسلی بخ
تھی۔ پرنس دلاور کے مفادات کے تحفظ کے لیے اس نے جو سوال تیار کئے تھے وہ بہ
اہمیت کے حامل تھے۔ اس نے بتایا۔

"ان سوال و جواب کی تیاری میں مسٹر محفوظ نے میری بڑی مدد کی ہے۔ میں
انھیں یہاں لانا مناسب نہیں سمجھا۔ بہرطور وہ آپ کی نمائندگی کے لیے بہترین آدمی ثا
ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے فینی! تم نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے مطمئن ہوں۔" میں نے کہا۔

"شکریہ جناب! فینی اٹھتی ہوئی بولی۔

رات تک تغلق خان نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا اور میرے ذہن میں ہلکی
کرید پیدا ہو گئی۔ کہیں تغلق خان بھی کسی حادثے کا شکار تو نہیں ہو گیا----- لیکن
نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ میرے ساتھی میرے مفاد کے لیے کوشاں تھے۔
جانتے تھے کہ میرے لیے انھیں ہر وقت زندگی اور موت کے درمیان معلق رہنا پڑ
اس کے باوجود وہ کام کر رہے تھے۔ خود میری اپنی زندگی بھی محفوظ نہیں تھی تو میں دو
کی زندگی کی کیا ضمانت دے سکتا تھا۔

تیسرے روز صبح میں ناشتے سے فارغ ہو کر نشست گاہ میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ
میرے پاس پہنچ گئی۔

"جناب عالی' ایک اعلیٰ پولیس افسر آپ سے ذاتی طور پر ملاقات کے خواہشمند
میں نے انھیں ڈرائینگ روم میں بٹھا دیا ہے۔ وہ پولیس افسر شاید ڈی۔ آئی۔ جی کا
رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ چار اعلا افسران ہیں جنہیں باہر ہی ٹھہرایا گیا ہے۔ ان کا کہنا
کہ پرنس سے ملنا بہت ضروری ہے اور یہ پرنس ہی کے مفاد میں ہے اور میں فوری طو
ان کی درخواست آپ تک پہنچا دوں انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ پرنس کو ان سے ملا
کے لیے مجبور کیا جائے۔"

"ہوں ان کا لہجہ کچھ مناسب نہیں ہے فینی! لیکن----- ٹھیک ہے میں ان سے

ملتا ہوں۔" میں نے کہا اور تیاری کرنے لگا۔ ڈی۔ آئی۔ جی کے رینک کے آدمی کو اس
طرح نہیں ٹالا جا سکتا تھا اور یہ مناسب بھی نہیں تھا۔ اس لیے میک اپ کرنے کی ضرورت
بھی نہیں تھی۔

خوشبوؤں میں بسے ہوئے عمدہ سی تراش کے سوٹ میں ملبوس میں ڈرائنگ روم کی
جانب چل پڑا فینی میرے پیچھے پیچھے تھی۔ چند لمحات کے بعد میں ڈرائنگ روم میں داخل ہو
گیا۔

بھاری تن و توش کا مالک ڈی۔ آئی۔ جی کی وردی میں ملبوس ایک شخص صوفے پر
بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ ہم دونوں----- کی نگاہیں ملیں تو میرے
ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ ڈی۔ آئی۔ جی کی کیفیت مجھ سے زیادہ خراب ہو گئی تھی لیکن ہم
دونوں ہی زیرک اور تجربہ کار تھے----- چنانچہ ہم نے فوراً اپنی اپنی کیفیت پر قابو پا
لیا----- پھر ڈی۔ آئی۔ جی نے مسکرا کر گردن کو خم کرتے ہوئے کہا۔

"پرنس کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہوں۔"

"وعلیکم السلام! تشریف رکھیے۔" میں نے باوقار لہجے میں کہا۔ ڈی۔ آئی۔ جی اپنی جگہ
پر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"پرنس کے بارے میں اتنا کچھ سنا ہے کہ میری دلی آرزو تھی----- کہ پرنس کی
زیارت کروں----- اور اب پرنس سے مل کر مجھے جس قدر مسرت ہوئی ہے وہ میں بیان
نہیں کر سکتا۔ جو کچھ آپ کے بارے میں سنا تھا' وہ سب ماند پڑ گیا ہے اور آپ کو دیکھ کر
ایک نیا احساس پیدا ہوا ہے۔"

"شکریہ آفیسر! فرمائیے' میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"بس ملاقات کے لیے حاضر ہوا تھا پرنس! درمیان میں ایک چھوٹا سا مسئلہ بھی تھا
لیکن وہ سب بھول گیا ہوں----- اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی ضرور فرمائیے۔"

"بعض لوگوں سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا پھر بھی ان کے لیے دل میں ایک گداز پیدا ہو
جاتا ہے اور اگر اس گداز کو گہرائی مل جائے تو ہم اسے محبت کہتے ہیں۔ نجانے کیوں' آپ
کو دیکھ کر یہ محبت میرے دل میں امڈ آئی ہے۔ شاید آپ میرے ان الفاظ کو خوشامد پر
محمول کریں لیکن پرنس! ہر شخص کو اپنے بارے میں کچھ نہ کچھ کہنے کا حق ضرور ہوتا ہے
میں آپ سے عرض کروں کہ میں خوشامد پسند انسان نہیں ہوں----- شدید محنت کر کے
انسپکٹر کے عہدے سے ڈی۔ آئی۔ جی کے عہدے تک پہنچا ہوں----- لیکن اس بات کو

تسلیم کرتا ہوں کہ اپنے اس سفر میں بارہا مجھے ایسے راستوں سے بھی گزرنا پڑا ہے جو میرے ضمیر کے خلاف تھے۔ بارہا دل چاہا' پرنس! کہ اس ملازمت کو چھوڑ دوں----- لیکن میرے ملازمت چھوڑ دینے سے معاشرہ تو سدھر نہیں سکتا تھا پھر میں نے یہی بہتر سمجھا کہ اسی ملازمت میں رہتے ہوئے اگر میں کچھ نہ کچھ بھی انسانیت کی خدمت کرتا رہا تو یہ میرے ضمیر کے عین مطابق ہو گا----- اور آپ یقین کریں میں نے حتی الوسیع ایسا کرنے کی کوشش کی ہے۔"

ڈی۔ آئی۔ جی نے خاموش ہو کر ٹٹولنے والی نظروں سے میری طرف دیکھا لیکن میرے سپاٹ چہرے کو دیکھ کر پھر بولا۔

طویل عرصے قبل' میرے ہاتھوں ایک معصوم بچے کو دکھ پہنچا تھا۔ اس وقت تک مجھے صحیح صورت حال کا علم نہیں تھا----- پھر وہ بچہ مجھے ایک اور شکل میں ملا۔ ایک ایسے شخص کے ساتھ جو بہت بڑی حیثیت کا مالک تھا----- اس نے مجھے بتایا کہ یہ بچہ بے قصور ہے اور اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ انسانیت کے ساتھ ظلم کی بدترین مثال ہے پھر میں نے اپنے ضمیر کی تسلی کے لیے اپنی ملازمت کو داؤ پر لگا کر اس بچے کے لیے ایک چھوٹا سا کام کر دیا۔ یقین کریں پرنس! اس سے زیادہ میری استعداد نہ تھی۔

میں مطعون ہوا کچھ عرصے تک تکالیف کا شکار رہا اور پھر اس شرط پر مجھے معاف کر دیا گیا کہ میں کچھ بھی کروں لیکن چند خاص افراد کے مفادات کو ہر حالت میں مدنظر رکھوں----- اس کے بعد وہ بچہ مجھے نہیں ملا۔ نہ جانے وہ کن حالات کا شکار ہوا لیکن میں نے اپنے ضمیر کے مطابق کارروائیاں جاری رکھیں اور جس طرح بھی بن پڑا' انسانیت کی خدمت کرتا رہا۔

بہرطور' پرنس! زندگی گوناگوں نشیب و فراز سے گزرتی ہے۔ انسان جگہ جگہ مجبور ہوتا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو پرکھنے کا صرف ایک ہی طریقہ جانتے ہیں اور وہ یہ کہ اپنی مجبوریوں کو سامنے رکھ کر دوسروں کی مجبوریوں کا اندازہ لگا لیں۔ میرا خیال ہے کہ میں احمقانہ گفتگو کر رہا ہوں----- میں صرف اپنے ان احساسات کے ساتھ پرنس کو مبارک باد پیش کر سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ اپنے جذبات کے اظہار کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔"

"شکریہ آفیسر! میں آپ کی اس محبت کا ممنون ہوں----- سچ کہا آپ نے بعض اوقات ہم وہ سب کچھ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جس کی اجازت ہمارا ضمیر نہیں دیتا۔ بہرطور' میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"کچھ سوالات کرنے کی اجازت ہے پرنس؟"

"کیا ایک پولیس افسر کی حیثیت سے؟"

"جی نہیں----- یہ سوال قطعی ذاتی نوعیت کے ہیں۔"

"فرمایئے۔" میں نے کہا۔

"پرنس! میرا خیال ہے کہ میں پہلا پولیس افسر ہوں جس نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔"

"جی ہاں یہ درست ہے میں عام لوگوں سے نہیں ملتا۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"جی ہاں خاص وجہ ہے۔"

"بتانا پسند فرمائیں گے؟"

"نہیں----- "میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور ڈی۔ آئی۔ جی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"شکریہ! میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔ بس یہی میرا ذاتی نوعیت کا سوال تھا۔ اب میں آپ کو اپنی آمد کی وجہ بتانا چاہتا ہوں۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"جی ہاں فرمایئے۔"

"سیٹھ جبار کا نام شاید آپ نے سنا ہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں ایک سرمایہ دار ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"سیٹھ جبار کے ہاں سے ایک شخص کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اس کا نام یوسف ہے۔ یہ شخص چند روز پہلے سیٹھ جبار کی کوٹھی میں ملازم ہوا تھا۔ اسے سیٹھ جبار کے آدمیوں نے رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔ اس کے پاس ڈائنامائٹ برآمد ہوئے ہیں جنھیں وہ سیٹھ جبار کی خواب گاہ کے مختلف حصوں میں لگا رہا تھا۔ اس شخص کو پولیس کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اس نے اعتراف کیا ہے کہ وہ پرنس دلاور کے آدمیوں میں سے ہے اور اسے اس کام کے لیے مخصوص کیا گیا تھا کہ وہ سیٹھ جبار کی خواب گاہ کو بم سے اڑا دے۔ سیٹھ جبار نے بذات خود پولیس کو کوئی بیان نہیں دیا ہے۔ پولیس نے اپنے طور پر اس شخص سے معلوم کیا ہے کہ وہ کس کے ایما پر یہ کام کر رہا تھا تو اس نے یہ بیان دیا۔"

"بہت خوب----- ممکن ہے ایسا ہی ہوا ہو ڈی۔ آئی۔ جی صاحب! لیکن آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"تفتیش تو ضروری تھی پرنس! کیا اس آدمی کو آپ کے سامنے لایا جائے؟"

"ضرورت نہیں ہے۔ اول تو ان ہنگاموں کو میں خود ڈیل نہیں کرتا میرے آدمی موجود ہیں۔ آپ کو انہی سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔ اگر اس شخص نے پرنس دلاور کا نام لیا ہے تو ٹھیک ہے آپ پرنس دلاور پر مقدمہ قائم کر دیں۔ کیس عدالت میں جائے گا اور جو کچھ بھی صورت حال ہو گی سامنے آ جائے گی۔"

"مگر پرنس اخبارات کی زبان بھلا کون بند کر سکتا ہے؟ کیا اخبارات اس مقدمے کو نہیں اچھالیں گے؟"

"اخبارات آزاد ہیں ڈی۔ آئی ۔ جی صاحب! اور آپ یقین کریں کہ میں اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھا کر اخبارات کی زبان بند کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ البتہ میرے ایڈوو کیٹس پولیس اور سیٹھ جبار سے میری طرف سے مقدمہ لڑیں گے اور اس کے جو بھی نتائج ہوں گے سامنے آ جائیں گے۔"

"میں اس بات کا متوقع تھا پرنس کہ آپ کی طرف سے اس کی تردید ہو جاتی۔"

"نہیں' اس سلسلے میں کوئی بیان دینا پسند نہیں کروں گا۔ پولیس کو ایک شکایت موصول ہوئی ہے۔ یہ اس کا فرض ہے کہ وہ حقیقت کو تلاش کرے اور اگر نہ کر پائے تو اس شخص کے خلاف کارروائی کرے جسے اس واقعے میں ملوث کیا گیا ہے۔ باقی رہا میرا معاملہ تو میں دیکھوں گا کہ اپنے دفاع میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"مگر میں' آپ سے تعاون کرنا چاہتا ہوں پرنس؟"

"شکریہ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب میں آپ کا مشکور ہوں۔ میں قانون کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہتا اور پھر میں سیٹھ جبار جیسے معمولی آدمی کو اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ وہ میرے خلاف کوئی موثر کارروائی کر سکتا ہے۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "اس کے علاوہ میں آپ کی اور کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"شکریہ پرنس! آپ نے مجھے جو چند لمحات کی فرصت بخشی ہے یہی میری عزت افزائی ہے۔ مجھے اجازت دیں۔"

"شکریہ آپ کی تشریف آوری کا۔"

"ایک عرض اور ہے پرنس!" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"فرمایئے-----"

"وہ شخص جسے سیٹھ جبار نے پولیس کے حوالے کیا ہے ابھی تک اپنی زبان بند رکھے ہوئے ہے۔ اگر اس نے کچھ کہا تو صرف اتنا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ میں نے کوئی بم نہیں

رکھا۔ میں تو ایک غریب نوکر ہوں۔ نہ جانے کیوں صاحب لوگ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ ذاتی اطلاع ہے' سو فی صد ذاتی----- پولیس بھی انسان ہی ہوتی ہے اور بات کسی ایک انسان کی نہیں معاشرے کی ہوتی ہے جس میں نہ جانے کون کہاں کیوں مجبور ہوتا ہے۔"

"میں آپ کی گفتگو کی گہرائی کو سمجھ ہی نہیں پا رہا ہوں----- ڈی۔ آئی۔ جی صاحب! اگر اس شخص نے یہ بیان دیا ہے تو پھر آپ مجھ سے کیا معلوم کرنے آئے ہیں؟"

"اس نے تحریری بیان وہی دیا ہے جو میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں اور جس پر اس کے دستخط بھی ہیں اور جو میں نے اب عرض کیا ہے وہ میری ذاتی تفتیش کا نتیجہ ہے۔"

"کیا آپ حقیقت کو عریاں نہیں کر سکتے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں----- خدا حافظ!" ڈی۔ آئی۔ جی نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں دیر تک دروازے کو گھورتا رہا۔ میرے ذہن میں سنسنی سی ہو رہی تھی۔

یہ وہی شخص تھا جس کے پاس زمانے کی برائیوں سے نا آشنا ایک نوجوان پہنچا تھا اور یک اسمگلر کی نشان دہی کی تھی----- اور یہ طنزیہ انداز میں مسکرا دیا تھا۔ ہاں یہ وہی سپکٹر تھا جس نے مجھے پانچ سال کے لیے جیل بھجوا دیا تھا----- اور پھر یہ ایس۔ پی کے روپ میں مجھے اس وقت ملا تھا جب میں فیروز دادا کے قتل میں ملوث تھا۔ نہ جانے کتنے بے گناہوں کو جیل بھجوانے کے بعد یہ اس عہدے تک پہنچا تھا۔ ڈی۔ آئی ۔ جی نے مجھے پہچان لیا تھا لیکن وہ میری اس حیثیت سے خوش تھا۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کتنے سوالات مچل رہے تھے اور نہ جانے کیا کیا سوچ رہا تھا وہ' لیکن مجھ سے اس بارے میں سوالات نہیں کر سکتا تھا۔

ڈی۔ آئی ۔ جی کے جانے کے بعد میں کافی دیر تک اسی طرح بیٹھا سوچتا رہا----- پھر کسی خیال کے تحت نشست گاہ میں آ کر میں نے عدنان کو فون کیا۔

"عدنان حاضر ہے پرنس!"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے ڈی۔ آئی۔ جی پولیس آئے تھے----- عدنان!" پھر میں نے اسے ڈی۔ آئی۔ جی سے گفتگو کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔

عدنان خاموشی سے سنتا رہا۔ میں نے اسے ڈی۔ آئی۔ جی کی ذاتی تفتیش کے نتیجے کے

بارے میں نہیں بتایا۔

میرے خاموش ہونے پر وہ بڑے وثوق سے بولا۔

"یہ ناممکن ہے، پرنس!"

"کیوں۔۔۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"آپ یقین کریں کہ یوسف مرتے ہوئے بھی یہ بیان نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔ ویسے پرنس! یوسف کو آزاد کرا لیا گیا ہے۔"

"کیا۔۔۔۔۔؟" میں اچھل پڑا۔

"ہاں پرنس! ہم اسے پولیس کی تحویل میں تو نہیں رہنے دے سکتے تھے۔ اسے پولیس کے شکنجے سے نکال لیا گیا ہے۔۔۔۔۔ اب وہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ آپ مطمئن رہیں۔"

میں مزید کچھ نہ بول سکا۔ میری آواز بند ہو گئی تھی۔ وہ سب کچھ ہو رہا تھا جو کل تک سیٹھ جبار کیا کرتا تھا۔۔۔۔۔ لیکن اب یہ پرنس دلاور کا دور تھا۔ سیٹھ جبار کا دور ختم ہوتا جا رہا تھا۔

○

یوسف سے میں نے بذات خود ملاقات کی۔ اس کے جسم پر لاتعداد زخموں کے نشانات تھے۔ یہ زخم اس نے میرے لیے کھائے تھے۔ سیٹھ جبار کے ہاں کی تفصیل بتاتے ہوئے اس نے کہا۔ "میں نہیں جانتا صاحب! کہ اسے کس طرح مجھ پر شک ہوا۔ بس، ایک رات اس کے آدمی مجھے پکڑ کر اس کے سامنے لے گئے۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا کہ۔۔۔۔۔ تم پرنس دلاور کے آدمی ہو۔۔۔۔۔ میں نے کہا۔ کون دلاور؟ میں تو آپ کا خادم ہوں تو وہ بولا۔ دیکھو یوسف! تمھارے بارے میں تفصیل معلوم ہو چکی ہے۔ اب خود کو چھپانے کی ضرورت نہیں۔ تم ایک عام سے آدمی ہو۔ ظاہر ہے ضرورت ہی نے تمہیں اس کا غلام بنایا ہو گا۔ تمھاری ساری ضرورتیں یہاں سے بھی پوری ہو سکتی ہیں۔ اس کے بارے میں بتاؤ۔۔۔۔۔ بس اس کے بعد اس کے آدمیوں نے مجھ پر تشدد شروع کر دیا۔۔۔۔۔ پھر پولیس والوں کو بلا کر انھوں نے ایک سادہ کاغذ پر مجھ سے دستخط کرا لیے اور اس کے بعد پولیس مجھے لے گئی پھر ہمارے آدمیوں نے مجھے پولیس کی گاڑی سے نکال لیا۔"

میں نے عدنان کی طرف دیکھا۔

"اس کی خوش بختی اور زندگی تھی، جناب! کہ سیٹھ جبار، اس واقعے کو اس کے ذریعے ہوا دینا چاہتا تھا ورنہ اس بے چارے کو قتل کر دیا جاتا۔"

"تمھارے اہل خاندان ہیں؟" میں نے یوسف سے پوچھا۔

"جی صاحب۔۔۔۔۔ بیوی ہے اور دو بیٹیاں ہیں۔"

میں پھر عدنان سے مخاطب ہوا۔ "کیا خیال ہے عدنان! سیٹھ جبار کے ایما پر پولیس اسے تلاش نہیں کرے گی؟"

"کر رہی ہے جناب!"

"اسے اس شہر سے نکال کر کسی دوسرے شہر پہنچا دو اور اسے اتنی رقم دے دو کہ یہ وہاں اپنا کاروبار شروع کر سکے۔۔۔۔۔ فی الحال اس کا علاج کراؤ۔"

"تعمیل ہو گی، پرنس!" عدنان نے کہا۔۔۔۔۔ پھر وہ یوسف کو باہر چھوڑ آیا۔ میں نے

مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا خیال ہے عدنان! سیٹھ جبار اب چھوٹے چھوٹے سہارے نہیں تلاش کرنے لگا ہے؟ کیا یہ اس کے ذہنی طور پر دیوالیہ ہونے کی نشانی نہیں ہے؟"

"ابھی تو اسے اور بھی بہت کچھ کرنا پڑے گا' سر!" عدنان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں چاہتا ہوں کہ وہ اپنے سائے سے بھی خوف زدہ ہو جائے۔ میں اسے ذہنی مریض بنا دینا چاہتا ہوں۔"

"بہت جلد ایسا وقت آنے والا ہے۔ میرے آدمی نئی پلاننگ کر رہے ہیں۔ ایک اور آئیڈیا ہے سر!"

"وہ کیا-----؟"

"حکومت ایک نیم فوجی ادارہ قائم کر رہی ہے۔ سنا ہے' اس کے لیے سرمایہ داروں کو نجی طور پر سرمایہ کاری کی پیشکش کی جانے والی ہے۔ تقریباً" چھ کروڑ کا منصوبہ ہے۔ سیٹھ جبار اس میں ایک بڑا شیئر لینے کی پیش کش کر چکا ہے۔"

"چھ کروڑ-----" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"جی-----"

"کچھ اندازہ ہے کہ سیٹھ جبار اس میں کتنا سرمایہ لگا رہا ہے؟"

"تقریباً" تین کروڑ کا----- لیکن سر! اگر ہم اس میں سب سے بڑے شیئر ہولڈر بن جائیں تو ہماری بہت بڑی ساکھ بن جائے گی۔ ایک طرح سے ہمیں سرکاری حیثیت حاصل ہو جائے گی۔"

"ہوں-----" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ "لیکن سرمایہ بہت ہے عدنان!"

"وقت بھی کافی ہے جناب! سرمایہ اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں آپ اس منصوبے کو آگے بڑھائیں۔ ہم اپنے طور پر بھی یہ سرمایہ فراہم کر سکتے ہیں لیکن کوشش یہی ہو گی کہ دوسرے ذرائع استعمال کیے جائیں۔"

"تم مطمئن ہو؟"

"بالکل جناب! یہ منصوبہ ہمارے لیے بہت کار آمد ثابت ہو گا۔" عدنان نے پر اعتماد لہجے میں کہا اور میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں عدنان!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حاضر ہوں پرنس۔"

"میرے لیے تم نے بہت کچھ کیا ہے۔ اتنا کچھ کہ میرے خیال میں میرے بہت سے منصوبے صرف تمہاری وجہ سے پایہ تکمیل کو پہنچے ہیں۔ تم مجھ سے الگ رہ کر بھی یہ سب کچھ کر سکتے تھے۔"

"پرنس کا حکم ہے کہ میں اس بات کا جواب دوں؟" عدنان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں صرف ایک دوستانہ خواہش۔"

"میرے لیے یہ خواہش بھی بہت بڑا اعزاز ہے پرنس! عقیدت کی کوئی قیمت ہوتی ہے پرنس؟"

"میرے خیال میں نہیں۔"

"مجھے ایک ایسے انسان کی خاطر یہ سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے جو میری نگاہ میں انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔ سیٹھ جبار بہت بڑا سرمایہ دار ہے' اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ ہمارے حالات بہت اچھے تھے۔ میں نے کینیڈا میں تعلیم حاصل کی۔ یہاں میرے والدین رہتے تھے۔ میرے والد ایک بہت بڑے بزنس مین تھے لیکن کسی مرحلے پر سیٹھ جبار سے ان کی ٹھن گئی۔ اس نے دولت کے بل پر انھیں تباہ کر دیا اور انھیں خودکشی کرنا پڑی۔ میری والدہ اس غم میں چل بسیں' ہمارا کاروبار تباہ ہو گیا۔ جب مجھے ان حالات کا علم ہوا تو میں دیوانہ ہو گیا۔ میں نے قسم کھائی کہ اس عفریت سے انتقام ضرور لوں گا۔ یہی جذبہ لے کر میں وطن واپس آیا تو سیٹھ جبار میرے استقبال کے لیے تیار تھا میرے سامان سے ہیرے برآمد ہوئے جو اٹلی کے ایک میوزیم سے چرائے گئے تھے اور مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ انٹرپول مجھے اٹلی لے گئی۔ ہیروں کی چوری کے سلسلے میں دو قتل بھی ہوئے تھے۔ میرا دہرا جرم تھا چنانچہ مجھے موت کی سزا سنا دی تھی----- لیکن سزائے موت پر عمل درآمد سے صرف دو گھنٹے قبل مجھے بچا لیا گیا----- اور مجھے بچانے والی وہ شخصیت تھی جس نے بعد میں مجھے بے حد متاثر کیا۔ بہرحال میری زندگی اس کی رہین منت تھی اس نے کسی لالچ کے بغیر مجھے بچایا تھا اس لیے میں نے اس کی غلامی قبول کر لی----- پھر بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ شخصیت پرنس دلاور کے ایما پر کام کر رہی ہے اور پرنس سیٹھ جبار کا دشمن ہے۔ اس کے علاوہ مجھے اور کیا چاہیے تھا۔ چنانچہ میں بھی پرنس کے خادموں میں شامل ہو گیا۔ ذاتی طور پر میں مر چکا ہوں' پرنس! اور کسی مردے کو زندگی کے لوازمات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے دولت میرے لیے----- بے مقصد ہے۔ میں صرف اپنے محسن کے لیے کام کر رہا ہوں۔"

"اوہ------ تو پروفیسر شیرازی کے احسانات تم پر بھی ہیں۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"یہ نام تو انسانیت کی ضمانت ہے پرنس! اور میں' آپ کی تقدیر پر رشک کرتا ہوں کہ اس جیسا انسان آپ کا عقیدت مند ہے۔ پروفیسر آپ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے بے حد متاثر نظر آتے ہیں تو پھر مجھے آپ سے محبت کیوں نہ ہوتی۔"

"ٹھیک ہے' عدنان! ہمارا مقصد ایک ہے۔ ہم صرف سیٹھ جبار ہی نہیں بلکہ اس جیسے دوسرے شیطانوں کے بھی دشمن ہیں------ میں ایک اور کام تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں عدنان!"

"ضرور جناب! حکم کیجئے۔"

"سیٹھ جبار کا ایک اور خاص آدمی بھی تھا جس کا نام طارق تھا۔"

"میں اسے جانتا ہوں۔ میرے سامان میں ہیرے شامل کرنا اسی کا کام تھا۔"

"میں نے اسے زندگی کی دلچسپیوں سے محروم کر دیا ہے اور وہ یورپ کے کسی اسپتال میں پڑا موت کا انتظار کر رہا ہو گا۔"

"مجھے علم ہے پرنس!"

"سیٹھ جبار کے لیے وہ بلیک میلنگ کا کام بھی کرتا تھا میں نے اس کے قبضے سے بہت سا بلیک میلنگ اسٹف حاصل کیا تھا جس میں سے کچھ میں نے ضائع کر دیا تھا اور کچھ میرے پاس محفوظ ہے۔ تم اس کا جائزہ لو۔ اگر اس میں کچھ لوگ ایسے نظر آئیں جنھیں پریشان کرنا ہمارے حق میں سود مند ہو تو اسے استعمال کرو۔ اور اگر اس میں کچھ لوگ واقعی مظلوم ہوں تو ان کا مواد ضائع کر دو۔"

"بڑا بر وقت استعمال ہوگا سر! آپ وہ سب کچھ میرے حوالے کر دیں۔"

"کل تک مل جائے گا تمہیں۔"

"بہتر جناب! اب مجھے اجازت ہے؟" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ عدنان!" میں نے مصافحہ کر کے اسے رخصت کر دیا۔ تھوڑی دیر غور و خوض کے بعد میں نے فینی کے ذریعے صائمہ روشن علی کو طلب کیا------ اور پھر عظمت کو رنگ کیا۔

"تمہارا دوست بول رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ فرمائیے پرنس؟"

"عظمت! کچھ فائل اور کاغذات میں نے ایک بینک کے لاکر میں رکھوائے تھے

نہیں یاد ہیں؟"

"ضرورت مندوں کی رسی؟" عظمت نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک------ انہی کی بات کر رہا ہوں۔"

"جی ہاں یاد ہیں۔"

"مجھے ان کی ضرورت ہے۔"

"بینک کا وقت تو نکل چکا۔ کل دن میں کسی وقت۔"

"ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔"

"وہ بھیا------ امی جان کچھ بیمار ہیں۔ آپ سے ملاقات کی خواہش مند تھیں۔" عظمت نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"رات نو بجے پہنچ جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر فرصت ملے تو------ اتنی جلدی بھی نہیں ہے۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"بس اور کوئی ایسی بات نہیں ہے۔" عظمت نے جواب دیا اور میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اسی وقت فینی' صائمہ روشن علی کو لے کر آ گئی۔ میں نے دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"مس صائمہ! میں آپ کی توجہ ایک گورنمنٹ پروجیکٹ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں حکومت نے پچھلے دنوں ایک نیم فوجی ادارے کے قیام کا اعلان کیا ہے جس میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی بھی کی جا رہی ہے۔ ممکن ہے ابھی اس کی تفصیلات سامنے نہ آئی ہوں۔ بہرحال آپ اس سلسلے میں معلومات حاصل کیجئے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس ادارے میں تمام سرمایہ کاری ہماری ہو۔ آپ اس سلسلے میں مکمل معلومات حاصل کر کے مجھے رپورٹ دیں۔"

آپ مطمئن رہیں۔ ہماری پوری مشینری مصروف ہو جائے گی اور ابتدائی رپورٹ کل دوپہر تک پیش کر دوں گی۔"

"میں نے اسی لیے آپ کو زحمت دی تھی۔ فون پر یہ گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔"

"بہتر تھا جناب!"

"اب آپ جا سکتی ہیں۔" میں نے کہا اور اٹھ گیا۔

شام تک کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ رات کو میک اپ کر کے عظمت کی طرف چل پڑا طاہر اور اعظم دوسری گاڑی میں میرے پیچھے تھے۔ میں نے انھیں ہدایت کر دی تھی۔ اب یہ ضروری ہو گیا تھا۔ اپنے مقصد کے حصول کی خاطر میں محتاط رہنا چاہتا تھا۔

عظمت نے گھر میں میری آمد کے بارے میں اطلاع دے دی تھی۔ چنانچہ سب بے انتظار کر رہے تھے۔ فرحت اللہ صاحب اور دوسرے لوگوں نے اسی خلوص اور محبت سے میرا استقبال کیا جو ان کا خاصا تھا۔ چائے پینے کے بعد فرحت اللہ صاحب نے کہا۔

"منصور بیٹے! عظمت کی شادی کے سلسلے میں تمہارا----- کچھ وقت لینا چاہتا تھا۔"

"حاضر ہوں۔" میں نے خلوص سے کہا۔

"بھئی دراصل' میں عظمت کی شادی کچھ اور پہلے چاہتا ہوں۔ اب انتظار برداشت نہیں ہوتا۔ نہ جانے کیوں یہ احساس ذہن میں بیٹھ گیا ہے کہ زیادہ دیر سود مند نہ ہو گی۔"

"اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ جب ایک کام کرنا ہی ہے تو کیا پہلے کیا بعد میں----- پروفیسر شیرازی سے اس سلسلے میں بات کر لیتے ہیں۔"

"یہ تم ہی کرو گے۔"

"ہاں' ہاں----- میں ہی کر لوں گا۔ کیوں نہ ہم لوگ اسی وقت ان کے گھر چلیں۔"

"تو چلو نا' میاں! اس میں کون سی تیاری کرنی ہے۔"

"میں بھی چلوں گی۔" بیگم فرحت اللہ بولیں۔

"ہاں بھئی! تمہارے بغیر محفل مکمل کہاں ہوتی ہے۔ چلو' تیار ہو جاؤ۔" فرحت اللہ صاحب نے کہا۔

زندگی کے یہی لمحات تو میرے اپنے تھے۔ ورنہ اپنی دوسری حیثیت کو تو میں قرض کی زندگی سمجھتا تھا صرف ایک فرض تھا جو مجھے سونپا گیا تھا۔

"عظمت-----" میں نے آہستہ سے کہا۔ "تم بھی چلو۔"

"ذرا زور سے کہیے۔" عظمت مسکرا کر بولا۔ "تاکہ دوسرے لوگ بھی سن لیں کہ آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں۔"

"بڑے بے شرم ہو۔" میں ذرا اونچی آواز میں بولا۔ "ابھی سے سسرال پہنچ جاؤ گے خاموشی سے گھر میں بیٹھو۔" عظمت ہنسنے لگا۔

فرحت اللہ صاحب شیروانی وغیرہ پہننے چلے گئے تو عظمت بولا۔ "وہ فائل میں کل نکال لاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ان باتوں میں اس وقت کو ضائع نہ کرو۔ حالات نے مجھے پرنس دلاور بنا دیا ہے عظمت! ورنہ میں صرف منصور ہوں----- لوگ مجھے اچھی طرح سمجھ نہیں پائے۔"

"کیا گفتگو ہو رہی ہے بھئی! ہم تیار ہیں۔" فرحت اللہ صاحب کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولے۔ بیگم صاحبہ بھی ساتھ ہی تھیں۔ ہم باہر نکل آئے۔ فرحت اللہ صاحب نے راستے میں مٹھائی کے ڈبے خرید لیے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہم پروفیسر شیرازی کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ وہاں ہنگامے ہی ہنگامے تھے۔ عام طور سے یہ لوگ دیر تک جاگتے رہتے تھے۔ ہماری آمد کو ان لوگوں نے حیرت اور مسرت سے دیکھا۔ اور پروفیسر شیرازی کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سمجھ گیا----- لڑکے والے آئے ہیں۔ آئیے' آئیے۔" پروفیسر شیرازی نے پرتپاک انداز میں کہا۔ گل اور سرخاب' بیگم فرحت اللہ کو اندر لے گئیں اور ہم ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔

"بھئی سب کو یہیں بلا لو۔ تکلف کا دور گزر چکا ہے۔ اب تو ہر کام مشترک ہے۔" فرحت اللہ صاحب نے کہا۔

"میاں فرحت اللہ----- بلکہ میاں سمدھی! آپ تو بہت زیادہ ماڈرن ہو گئے ہیں----- بہر صورت ٹھیک ہے۔ حسینہ! سب سے کہہ دو کہ ادھر ہی آ جائیں۔ اور سنو تم لڑکے والوں کی خاطر مدارات کا انتظام کرو۔" پروفیسر شیرازی نے کہا پھر تھوڑی دیر بعد سب مسکراتے ہوئے ڈرائنگ روم میں جمع ہو گئے۔

"مٹھائی کے ڈبے اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ لڑکے والے کسی خاص سلسلے میں آئے ہیں----- مگر منصور صاحب! آپ کی کیا حیثیت ہے؟" گل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بی بی! میں اس وقت لڑکے والوں کے ساتھ آیا ہوں۔"

"بھئی' آپ کے دہرے مزے ہیں۔ ذرا سی دیر میں ادھر ذرا سی دیر میں ادھر----- کبھی آپ لڑکی والے اور کبھی لڑکے والے۔"

"ہاں میں ففٹی ففٹی ہوں۔" میں نے کہا اور سب ہنسنے لگے۔

"تو جناب ففٹی ففٹی صاحب! اس وقت لڑکے والوں کی آمد کا کیا مقصد ہے؟"

"ہم چاہتے ہیں کہ شادی کے وقت کو اور ذرا مختصر کر دیا جائے۔ یعنی درمیانی وقفہ ختم کر کے جلد از جلد تاریخ طے کر لی جائے اور ان دونوں کا جھگڑا نمٹا دیا جائے۔" میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ لڑکے اور لڑکی کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے۔" پروفیسر شیرازی نے کہا۔

"ہے پروفیسر صاحب! سب سے بڑا جھگڑا تو ابھی طے ہونا باقی رہ گیا ہے۔"

"وہ کیا-----؟"

"ایجاب و قبول کا۔ فرحت اللہ صاحب چاہتے ہیں کہ اب انتظار کی گھڑیاں ختم جائیں اور لڑکی جلد از جلد اپنے گھر پہنچ جائے۔"

"تو یہاں کس کو انکار ہے؟" پروفیسر شیرازی نے کہا۔

"کیوں گل! آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی حرج نہیں ہے اس میں منصور! ہمارے انتظامات مکمل ہیں اور فرحت ا صاحب بھی ظاہر ہے، مطمئن ہونے کے بعد ہی یہ سب کچھ کہہ رہے ہوں گے۔"

"بس تو پھر دو چار دن کے اندر اندر کی کوئی تاریخ مقرر کر لی جائے۔ میں فرحت ا صاحب سے متفق ہوں۔ اس لیے کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ کب اور کن حالات کا شکار کر میں کسی کام میں مصروف ہو جاؤں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ جتنا جلد ہو سکے اس م سے نمٹ لیا جائے۔"

"بس تو ٹھیک ہے آج پیر کا دن ہے۔ جمعے کا دن اس تقریب سعید کے لیے مناسہ ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ میرے خیال میں سادگی سے نکاح کر کے دلہن کو رخصت کر جائے۔" فرحت اللہ صاحب نے کہا۔

میں جانتا تھا کہ ان لوگوں نے اپنی خوشیوں کو میرے غم کے بوجھ تلے دبا دیا ہے، و شاید اس قدر سادگی بھی اختیار نہ کی جاتی۔ بہرطور میں انھیں مجبور نہیں کر سکتا تھا کہ اپنے طور پر خوشیاں منائیں کیونکہ یہ ان کے خلوص کے ساتھ ناانصافی ہوتی۔ چنانچہ تا طے پا جانے کے بعد پروفیسر شیرازی نے فرحت اللہ صاحب اور ان کی بیگم کو اپنی گاڑی گھر پہنچا دینے کی پیش کش کر کے تھوڑی دیر کے لیے روک لیا----- لیکن میں رہائش پر واپس آ گیا۔

دوسرے دن صائمہ روشن علی نے مجھے وہ کاغذات دکھائے جو اس نے تیار کرا تھے۔ یہ کاغذات اسی پروجیکٹ کے سلسلے میں تھے۔ اس نے تمام تر معلومات حاصل کر تھیں اور دن کو دس بجے یہ تمام کاغذات وزارت داخلہ میں داخل کرائے جانے تھے۔

شام کو تقریباً" چار بجے مجھے فینی کا فون موصول ہوا۔ اس نے بتایا۔ "سرا سیکریٹری آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے پی۔ اے نے آپ سے ملاقات کا وا مانگا ہے۔ کیا وقت دے دوں ان کو؟"

"میرے خیال میں چھ بجے کا وقت مناسب ہو گا۔"

"بہتر ہے۔" فینی نے جواب دیا۔

پھر میں خود کو اس گفتگو کے لیے تیار کرنے لگا----- پتہ نہیں ہوم سیکریٹری مجھ سے کیا گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ خیال تھا کہ وہ اسی پیش کش کے بارے میں سوالات کریں گے اور میرا یہ خیال درست ہی نکلا----- چھ بجے مجھے ہوم سیکریٹری کا فون موصول ہوا۔ بڑے خوش خلق اور نرم گفتار انسان تھے۔

"ہیلو، پرنس! آپ تو شہر والوں کے لیے ایک آئیڈیل بن گئے ہیں۔ ایک ایسی پراسرار شخصیت جس کے بارے میں کہانیاں گھڑی جا سکتی ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں، جناب! بس زندگی کی مصروفیات نے اتنا الجھا رکھا ہے کہ عام جگہوں پر نہیں پہنچ پاتا۔"

"نہیں بھئی! میں آپ کی اس بات سے متفق نہیں ہوں۔ بعض اوقات مصروفیات انسان کو سپر نیچرل بنا دیتی ہیں۔ جبکہ وہ بظاہر اپنے اندر ایسی کوئی کیفیت نہیں پاتا لیکن میں آپ سے ایک درخواست کروں گا۔"

"حکم دیجئے جناب! لفظ درخواست استعمال کر کے آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"پرنس! کل شام سات بجے میرے ہاں ایک تقریب ہے جس کا دعوت نامہ آپ کی خدمت میں ارسال کر دیا گیا ہے----- لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ نے اسے بھی ردی کی ٹوکری میں ڈلوا دیا ہو گا----- لہٰذا میری درخواست ہے کہ آپ وہ دعوت نامہ اس ٹوکری سے نکلوالیں۔" ہوم سیکریٹری نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"کیا تقریب ہے محترم؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل نجی تقریب ہے۔ میری بیٹی کی سالگرہ ہے اور ----- یہ سالگرہ ہر سال ہی منائی جاتی ہے لیکن اس بار اگر پرنس دلاور، اس تقریب میں شامل ہو جائیں تو اسے ایک نیا رنگ مل سکتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کسی تقریب میں شریک نہیں ہوتے لیکن اس طرح اگر آپ میری عزت افزائی کریں تو میں آپ کا ممنون ہوں گا۔ درخواست کا لفظ میں نے اسی لیے استعمال کیا تھا کہ اسے رد نہ کیا جائے۔" ہوم سیکریٹری نے کہا۔

میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گیا کسی پرائیوٹ تقریب میں شرکت میرے لیے سود مند ہو گی یا نہیں؟ لیکن اچانک میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔ پرنس دلاور کے اس طلسمی خول کو توڑ دینا چاہیے۔ ابھی تک یہ بند بند کیفیت کوئی خاص منافع نہیں دے سکی تھی اب ذرا باہر کی دنیا کو بھی دیکھ لیا جائے۔ ممکن ہے میرے اس طرح نگاہوں سے

ادجھل رہنے کو میری کسی کمزوری پر محمول کیا جاتا ہو اس لیے اب زندگی میں کوئی نیا رنگ شامل ہونا چاہیے۔" بہتر ہے میں کل سات بجے حاضر ہو جاؤں گا۔"

"کیا واقعی پرنس؟ عین وقت پر مجھے کوئی ایسی اطلاع تو نہیں ملے گی کہ پرنس مصروف ہو گئے ہیں؟"

"نہیں جناب! آپ کا حکم میرے لیے اس قدر بے وقعت نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ پرنس یہ تو تھی ذرا ذاتی قسم کی بات چیت ----- آپ کے ڈیپارٹمنٹ سے ایک حیرت انگیز پیش کش موصول ہوئی ہے۔ یوں سمجھیں کہ وہ محکمہ جو نیم فوجی ادارے کے لیے مخصوص کیا گیا ہے، آپ کی اس پیش کش پر متحیر رہ گیا ہے فوری طور پر مجھ سے رابطہ قائم کیا گیا اور میں نے یہ اطلاع وزیر داخلہ کو پہنچا دی۔"

"جی ----- محترم! میں پورے خلوص سے یہ بات کہتا ہوں کہ اس ادارے کی ضروریات میں مکمل طور پر پوری کرنا چاہتا ہوں اور اس سرمایہ کاری کا کوئی ناجائز منافع درکار نہیں ہے۔ سرمایہ کاری کے منافع کے طور پر جو رقم سرکاری طور مخصوص کی جا گی میں ان کی صرف چوتھائی رقم قبول کروں گا۔ باقی پچھتر فی صد رقم میں اس ادارے بہبود کے لیے وقف کرتا ہوں۔"

"پرنس! آپ نے اپنی اس پیش کش پر غور کیا ہے؟"

"جی ہاں ----- اگر خلوص کی کسوٹی' آپ کے پاس ہے تو آپ میرے ان الفاظ پرکھ لیجئے۔ میں اپنے ملک کی فلاح و بہبود کے ہر منصوبے میں دل و جان سے دلچسپی لیتا خواہش مند ہوں۔ براہ کرم میری اس پیش کش پر کسی قسم کا شبہ نہ کیا جائے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں' پرنس! آپ کا جو مقام سرکاری حلقوں میں ہے اس تحت بھلا کون آپ کے خلوص پر شک کر سکتا ہے۔ بلکہ ہم لوگ حیران ہیں کہ اس دور بھی آپ جیسے انسان موجود ہیں۔ آپ نے ایک بار پھر مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ آ یقین کیجئے کہ کل کے بارے میں' میں نے سوچا تھا کہ بہت کم وقت اپنی سرکاری مصروفیا میں گزاروں گا لیکن آپ نے جو پیش کش کی ہے وہ اتنی حیرت انگیز ہے کہ میرا کل کا گیا۔"

"نہیں محترم! یہ صرف میرے خلوص کا اظہار ہے اور میں اس بات کا خواہش ہوں کہ میری پیش کش پر غور کیا جائے۔"

"اس میں بھلا غور کرنے کی کیا بات ہے ----- میں سرکاری طور پر نہیں بلکہ ذ

پر اس بات کی ذمے داری قبول کرتا ہوں کہ اس پورے پروجیکٹ کا سرمایہ کار صرف پ ہی کو منتخب کیا جائے گا خواہ اس کے لیے ہمیں اس سے بھی بہتر شرائط موصول ہوں ی میں تھوڑی دیر بعد وزیر داخلہ سے اس موضوع پر گفتگو کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ! میں اس امید کے ساتھ آپ سے رخصت کی اجازت چاہتا ہوں کہ ری درخواست پر مخلصانہ انداز میں غور کیا جائے گا۔"

"آپ کی درخواست تو میں نے دل و ذہن میں اتار لی لیکن میری درخواست کو بھی پ نظر انداز نہ کریں۔"

"اوہ ----- آپ مجھے شرمندہ نہ کریں محترم! میں نے کہا ----- اور ہوم سیکریٹری ہلکا سا قہقہہ لگا کر فون بند کر دیا۔

بڑی مسرت آمیز گفتگو تھی۔ اس فوجی ادارے کے قیام کے سلسلے میں یقینی طور پر ے بڑے منصوبے لوگوں کے ذہنوں میں ہوں گے۔ بڑی زبردست منافع خوری کے گرام بنائے جا رہے ہوں گے۔ بہت سے لوگ دانت تیز کر رہے ہوں گے اور لاکھوں کروڑوں بنانے کے خواب دیکھ رہے ہوں گے لیکن میں نے سیٹھ جبار جیسی فطرت لے والے منافع خوروں کے دانت کھٹے کر دئے تھے اور ان کی ساری امیدیں خاک میں ملا تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ اب ہوم سیکریٹری اس سلسلے میں کوئی موثر قدم اٹھائیں گے۔

نے فینی کو بلا کر اگلے روز کا پروگرام بتایا تو وہ متحیر رہ گئی۔

"آپ اس تقریب میں شریک ہوں گے پرنس؟"

"ہاں فینی! اب میں اس خول سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"کیا یہ مناسب ہو گا پرنس؟"

"ہاں فینی! میں اپنے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی چاہتا ہوں ----- اور پھر مجھے لوگوں سے ملنا بھی ہے۔ ممکن ہے' اس تقریب میں سیٹھ جبار بھی آئے۔ بہر حال وہ سرمایہ دار ہے اور ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔"

"آپ یقیناً بہتر سمجھتے ہوں گے' پرنس! میرے لیے اب کیا حکم ہے؟"

"کیا ہمیں اس تقریب کا دعوت نامہ ملا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں ----- حسب معمول میں نے اسے قابل توجہ نہ سمجھا اسی لیے آپ کو اس اطلاع بھی نہیں دی۔"

"لیکن فینی اب تم میرے کل کے پروگرام اس طرح ترتیب دو کہ شام سات بجے فارغ رہوں ----- اور ہوم سیکریٹری کی بیٹی کو دینے کے لیے تحفے کا انتخاب میں تم پر

چھوڑتا ہوں۔"

"بہتر ہے۔۔۔۔۔ میں یہ سارے کام کر لوں گی' پرنس! اس کے علاوہ مجھے اجازت دیجئے کہ آپ کے لباس کا انتخاب بھی میں ہی کروں۔"

ٹھیک ہے فینی! یہ سب کچھ تمھاری ذمے داری ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور فینی سر جھکا کر چلی گئی۔

میں اس دلچسپ تقریب کے بارے میں سوچنے لگا۔ بہر طور' یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تو جس میں مجھے زیادہ الجھنا پڑتا۔ شام کو صائمہ روشن علی نے میرے سامنے وہ کاغذات پیش کیے جن کے ذریعے میری طرف سے اس منصوبے میں سرمایہ کاری کی پیش کش کی گئی تھی اس نے بتایا کہ وزارت دفاع کی طرف سے ایک استفساریہ نوٹ بھیجا گیا ہے جس میں سرمایہ کاری کی تمام تفصیلات تحریری طور پر طلب کی گئی ہیں۔

"ٹھیک ہے' کیا تم نے وہ تحریری جواب تیار کر لیا ہے؟"

"جی ہاں' جناب! بس' آپ کے دستخط کرانا تھے۔" صائمہ نے جواب دیا اور ایک خوبصورت فائل' میرے سامنے رکھ دی۔ میں نے ان کاغذات پر اپنی منظوری دے دی صائمہ روشن علی نے مجھے مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

"جناب! یہ بہت بڑا کام ہوا ہے۔ اس کی تفصیل جب اخبار میں آئے گی تو تہلکہ جائے گا۔"

تھوڑی دیر بعد صائمہ' کاغذات لے کر چلی گئی تو میں نے عظمت سے رابطہ قائم کیا

"ہیلو' عظمت! شادی کی تیاری زبردست پیمانے پر ہو رہی ہو گی؟"

"نہیں' بھیا! میں تو فارغ ہوں۔ جو کچھ کر رہی ہیں' امی ہی کر رہی ہیں۔۔۔۔۔ وہ فائل لے آیا ہوں اور اس الجھن میں تھا کہ آپ کو کیسے پہنچاؤں۔"

"ٹھیک ہے' عظمت! میں طاہر کو تمھارے گھر بھیج رہا ہوں۔ فائل اس کے حوالے دینا۔"

"بہتر ہے۔۔۔۔۔"

"اور کوئی خاص بات ہو تو' بتاؤ۔"

"نہیں' باقی سب ٹھیک ہے۔" عظمت نے جواب دیا اور میں نے فون بند دیا۔۔۔۔۔ پھر میں نے طاہر کو بلا کر ہدایات دیں۔ اس کے جانے کے بعد میں نے عدنان فون کیا اور اسے بتایا کہ کاغذات پہنچنے والے ہیں۔ اگر کوئی خاص مصروفیت نہ ہو تو میرے پاس چلا آئے۔

"میں حاضر ہو رہا ہوں' پرنس!" عدنان نے جواب دیا۔ طاہر تقریباً" ایک گھنٹہ کے بعد واپس آیا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے عدنان بھی پہنچ گیا۔ ہم نے دو گھنٹے تک ان کاغذات پر غور کیا ان میں کئی نام ایسے تھے جو بہت کار آمد ثابت ہو سکتے تھے۔۔۔۔۔ یعنی ان کاغذات کے عوض' ان لوگوں سے بڑی بڑی رقومات طلب کی جا سکتی تھیں۔

عدنان اس سلسلے میں دلچسپ پروگرام بناتا رہا۔ آخر میں' میں نے اس سے کہا۔ تم جس طرح چاہو' ان کاغذات کو استعمال کرو' مجھے بس سرمایہ درکار ہے۔"

"بالکل مناسب' جناب! اس کے علاوہ میں خود بھی چونکہ ذہنی طور پر مصروف رہا ہوں' اس لیے ایک اطلاع پیش خدمت ہے۔" عدنان نے کہا۔

"ہاں ہاں' کہو۔"

"پرنس فورسیا جن کا تعلق ایک افریقی علاقے سے ہے اور جو ایک معزول صدر کی شاہزادی ہیں یہاں آ رہی ہیں۔ ان کے پاس اعلیٰ پائے کے کچھ ہیرے ہیں اور وہ انھیں ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہیں۔ ان ہیروں کی شہرت تقریباً" سارے یورپ میں پھیلی ہوئی ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے سرمایہ دار' ان ہیروں کو خریدنے کی پیش کش کر چکے ہیں لیکن پرنس فورسیا نے انھیں فروخت کرنا پسند نہیں کیا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ لوگ' پرنس فورسیا کے وہ ہیرے چرانے کی فکر میں ہیں۔ ہیروں کی مالیت کا اندازہ دو کروڑ ڈالر لگایا گیا ہے۔۔۔۔۔ اور دو کروڑ ڈالر کا مطلب سمجھتے ہیں' پرنس۔۔۔۔۔" عدنان نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ تو مطلب ہے کہ۔۔۔۔۔"

"جی ہاں' پرنس! میرا یہی مطلب ہے۔ جب ہم سب کام کر رہے ہیں تو اس طرف بھی کیوں نہ توجہ دی جائے۔"

"کیا یہ مناسب ہو گا؟"

"پرنس! اگر ہم آگے نہیں بڑھے تو کوئی دوسرا گروہ کامیاب ہو جائے گا۔ جبکہ ہم' ان ہیروں سے اپنی مالی مشکلات پر کافی حد تک قابو پا سکتے ہیں۔"

"میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا ہے' عدنان!"

"وہ کیا۔۔۔۔۔؟"

"یوں کرو کہ تم' پرنس فورسیا پر نظر رکھو اور انتظار کرو کہ کوئی گروہ' ان کے ہیرے چرانے میں کامیاب ہو جائے۔ اس کے بعد ہم' اس گروہ سے ہیرے حاصل کر لیں۔ کیا خیال ہے' تمھارا؟"

عدنان کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تشویش کے آثار پھیل گئے----- پھر وہ مسکرا کر بولا۔ "اگر ہم اس گروہ سے ہیرے چھیننے میں کامیاب نہ ہو سکے تو-----؟"

"ہمیں تو ہماری برتری کا اظہار ہو گا' عدنان! اس گروہ کو ہیرے ہضم کر لینے میں کامیاب نہیں ہونا چاہیے۔ ہم دراصل پرنس فورسیا کے بجائے' اس گروہ پر نظر رکھیں گے۔ اس مشن میں' میں خود بھی پیش پیش رہنا چاہتا ہوں۔"

"بہتر' پرنس! میں اس پروگرام کو باقاعدہ ارینج کروں گا اور آپ کو اس سے باخبر رکھوں گا۔"

"پرنس فورسیا پر نگاہ رکھو کہ وہ کب پہنچ رہی ہیں اور کہاں قیام کریں گی؟ ان کے بارے میں معلومات حاصل ہونا ضروری ہیں۔" میں نے کہا۔

"یقیناً پرنس! ایسا ہی ہو گا' جیسا آپ چاہیں گے۔"

"او۔کے' عدنان! خدا حافظ!" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور عدنان بھی اٹھ گیا۔ ان تمام ہنگاموں میں نہ جانے میرا ذہن کیسے کام کر رہا تھا۔ بعض اوقات' مجھے خود بھی حیرت ہونے لگتی تھی لیکن میں یہ کہہ کر خود کو تسلی دے لیا کرتا کہ حالات ہی مجھے اس سمت لائے ہیں۔ میں برا نہیں تھا' حالات ہی برے تھے۔

○

فینی کی فطرت' میرے لیے بڑی عجیب سی تھی۔ پہلے بھی اس نے ایک بار مجھے متحیر کر دیا تھا۔ بڑی عجیب و غریب شخصیت کی مالک تھی۔ میں تو اسے موڈی ہی کہہ سکتا تھا۔

اس نے میری تیاری میں اتنا اہتمام کیا تھا کہ مجھے شرم سی آنے لگی تھی۔ اس نے ایک بہت ہی شاندار لباس میرے لیے منتخب کیا تھا۔ قمیص' جوتے' غرضیکہ ہر چیز۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا لیکن شام چھ بجے وہ' میرے پاس پہنچ گئی۔ بدلے بدلے سے موڈ میں نظر آ رہی تھی۔ آنکھوں میں شوخ چمک تھی۔

"پرنس----- چھ بج گئے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں' فینی! کیوں----- خیریت؟"

"تیاری نہیں کریں گے؟"

"ابھی سے-----؟"

"ہاں' میں آپ کو تیار کرنے آئی ہوں۔"

"تم-----"

"ہاں' پرنس----- اور اس سلسلے میں' میں' آپ کی مداخلت پسند نہیں کروں گی۔"

ں کے اس جملے پر مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر تو کوئی جواز ہی نہ رہا' بولنے کا۔"

"جی ہاں----- کبھی کبھی ہمیں یہ حق ضرور ملنا چاہیے۔"

"تو ہے نا' بھئی----- ہم نے کب انکار کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر' میں نے شیو بنائی----- اور اس کے بعد فینی' میرے رے پر کچھ لوشن ملنے بیٹھ گئی جو وہ اپنے ساتھ لائی تھی۔

"فینی----- ان سب چیزوں کی کیا ضرورت تھی؟"

"آپ خاموش رہیے بس۔" اس نے اس انداز میں کہا کہ میں حیران رہ گیا۔ اس سے پہلے وہ اس قدر بے تکلفی سے کبھی مخاطب نہیں ہوئی تھی----- لیکن یہی تو میری کمزوری تھی۔ اپنائیت کا ہر جملہ مجھ پر اثر انداز ہوتا تھا' خواہ وہ کسی بھی شکل اور کسی بھی کیفیت میں ہو۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی----- اور فینی اپنے کام میں مصروف رہی۔

وہ اس وقت بالکل بدلی ہوئی تھی اور اتنی بے تکلفی سے میرے چہرے کی مرمت کرنے میں لگی ہوئی تھی جیسے اس کا مجھ سے کوئی بہت ہی گہرا ناتا ہو۔

کافی دیر تک اپنے کام میں مصروف رہنے کے بعد' اس نے میری جان چھوڑی----- پھر میں لباس تبدیل کرنے کے لیے اٹھا تو وہ دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"پرنس میں باہر موجود ہوں۔ لباس تبدیل کر لیں تو مجھے آواز دے لیجئے گا۔"

"گویا ابھی کام باقی ہے' مس فینی؟"

"جی ہاں-----" اس نے جواب دیا اور مسکراتی ہوئی باہر چلی گئی۔ عجیب سا والہانہ پن اور اپنائیت تھی' اس کے انداز میں۔ میں نے لباس تبدیل کر کے ٹائی باندھی اور اسے آواز دی۔

فینی نے اندر آ کر ناقدانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا----- پھر برش سے میرے بال سنوارے' ٹائی کی گرہ درست کی اور پھر کوٹ پہننے میں میری مدد کی۔

"شکریہ فینی!" میں نے کوٹ پہننے کے بعد کہا۔ وہ جھکی اور رومال سے میرے جوتے صاف کرنے لگی۔

"ارے' ارے-----" میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ "اب یہ ناجائز حدود میں داخل ہونے لگا ہے۔"

"جی نہیں----- میں جائز و ناجائز حدود کا تعین کر چکی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"بہر طور میں تمہارا شکریہ ادا کر کے' تمہارے اپنائیت کے جذبے کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔" میں نے کہا تو فینی نے چونک کر عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا پھر ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

"پرنس----- براہ کرم! ان تمام حرکات کو گستاخی پر محمول نہ کریں۔ بس میرا جی چاہا تھا کہ آپ کو بناؤں' سنواروں اس لیے خود کو باز نہ رکھ سکی----- اور اس کے لیے میں نے اپنی ملازمت بھی داؤ پر لگا دی۔"

"فینی! کیا تم نے مجھے اتنا ہی درندہ صفت پایا ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں----- ایک انسان کی حیثیت سے میں' آپ کی اتنی عزت کرتی ہوں کہ جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے----- بہرحال' پرنس! پونے سات بج رہے ہیں اور آپ کو ٹھیک سات بجے وہاں پہنچنا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس سلسلے میں بھی پرنس کی انفرادیت قائم رہے۔"

"اور وہ تحفہ-----؟" میں نے پوچھا۔

"گاڑی میں موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور باہر نکل آیا۔ باہر میری بہت ہی شاندار' لمبی اور چمچماتی ہوئی کار موجود تھی۔ باوردی ڈرائیور نے لپک کر میرے لیے کار کا دروازہ کھول دیا۔ طاہر اور اعظم' میرے اطراف میں کھڑے تھے۔ میں نے محسوس کیا' وہ دونوں پوری طرح مسلح تھے۔ میں کار میں بیٹھ گیا تو طاہر اور اعظم بھی ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ راستے میں طاہر نے بتایا۔

"ہمارے ساتھی اطراف میں موجود ہیں۔ آپ بالکل----- مطمئن ہو کر تقریب میں شرکت کریں۔"

تھوڑی دیر بعد کار ہوم سیکریٹری کے بنگلے پر پہنچ گئی گیٹ پر مسلح پولیس متعین تھی۔ مہمان آ رہے تھے۔ کوٹھی کے بہت بڑے لان پر اس تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ہوم سیکریٹری خود گیٹ سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے۔

میری کار کو اجنبی نگاہوں سے دیکھا گیا تھا۔ ظاہر ہے' میں پہلی بار کسی ایسی جگہ آیا تھا۔

طاہر اور اعظم جلدی سے نیچے اترے تھے۔ ڈرائیور نے گھوم کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور میں باہر آ گیا۔ ہوم سیکریٹری شاید صورت حال کا اندازہ لگا چکے تھے۔ وہ کسی قدر متجسس انداز میں چند قدم آگے بڑھ آئے۔ میں پروقار انداز میں چلتا ہوا' ان کے قریب پہنچ

گیا۔ طاہر اور اعظم' کار کے پاس ہی کھڑے رہ گئے تھے۔

ہوم سیکریٹری آگے بڑھے اور انھوں نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔ "اگر میں غلطی پر نہیں کر رہا تو-----"

"ولاور-----" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ' پرنس! یقین کریں' میں اپنی مسرت کا اظہار نہیں کر سکتا۔ میرے ذہن میں آپ کی متعدد تصویریں تھیں لیکن آپ ان سب سے مختلف نکلے۔ پرنس! میں آپ کی آمد کا بے حد شکرگزار ہوں۔"

"میں نے عرض کیا تھا' نا----- کہ آپ کا حکم' میرے لیے معمولی حیثیت نہیں رکھتا۔"

"جس قدر' آپ کا شکریہ ادا کروں' کم ہے' براہ کرم تشریف لائیں۔" ہوم سیکریٹری مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک مخصوص میز پر پہنچ گئے جہاں تین افراد بیٹھے تھے۔

"یہ تمام حضرات' ہمارے ملک کے صنعت کاروں میں شامل ہیں۔ ہوم سیکریٹری نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "یہ کاکا بھائی روئی والا ہیں' سیٹھ اکبر قدوس' اسٹیل اینڈ آئرن کنگ----- یہ سیٹھ حاجی الٰہی ہیں۔" میں نے باری باری سب سے مصافحہ کیا۔

"اور یہ آپ کے سامنے ایک ایسی شخصیت کھڑی ہے جس کا نام سن کر آپ دنگ رہ جائیں گے۔" ہوم سیکریٹری بولے۔

"نام تو بعد میں سن لیا جائے گا۔ شخصیت بذات خود بتا رہی ہے کہ وہ بہت کچھ ہے۔" سیٹھ حاجی الٰہی نے کہا۔ "میں' آپ سے مل کر بہت خوش ہوا ہوں' جناب!"

"پرنس ولاور----- " ہوم سیکریٹری نے کہا اور یہ الفاظ ان لوگوں کی سماعت پر بم کی طرح گرے تینوں کھڑے ہو گئے تھے اور بے یقین نظروں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

"اوہ' پرنس! آپ سے مل کر تو واقعی دلی مسرت ہوئی ہے۔" سیٹھ اکبر قدوس نے دوبارہ مصافحے کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ نام تو ایک طلسمی حیثیت رکھتا تھا' ہم لوگوں کے درمیان----- اور شاید آج اس تقریب میں شرکت' ہماری خوش بختی تھی کہ پرنس سے ملاقات ہو گئی۔"

"آپ لوگ تشریف رکھیے' مجھے شرمندہ نہ کیجیے۔" میں ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور وہ تینوں بھی ہاتھ ملتے ہوئے بیٹھ گئے۔ ان لوگوں کے انداز میں نیاز مندی سی پیدا ہو گئی تھی۔

"پرنس! مجھے چند لمحات کی اجازت عنایت فرمائیں گے-----؟" ہوم سیکریٹری نے کہا۔

"ضرور' ضرور---- آپ مہمانوں کو ریسیو کیجیے بلکہ میرے لائق کوئی خدمت ہو حاضر ہوں۔"

"آپ کی آمد نے ہماری تقریب کی مسرت کو دوبالا کر دیا ہے' پرنس! براہ کرم تشریف رکھیے---- اور آپ حضرات' ان کا خیال رکھیے۔" ہوم سیکریٹری نے ان تینوں سے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ پرنس ہمارے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔" حاجی الٰہی نے کہا اور ہوم سیکرٹری مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

اس کے بعد ہمارے درمیان سلسلہ گفتگو شروع ہو گیا۔ میں اطراف میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ سیٹھ اکبر قدوس بولے۔

"پرنس! میرے خیال میں یہ پہلی تقریب ہے جس میں آپ عام لوگوں کے سامنے آئے ہیں۔ میں اس کی وجہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟"

"بس' کیا عرض کروں' مصروفیات نے کچھ غیر انسانی صفات بخش دی ہیں۔ حالانکہ ایسی تقاریب اور مل بیٹھنے کے مواقع ہر شخص کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہوتے ہیں اور میں انسان---- اپنی الجھنوں سے نکل کر دوسری باتیں کرتا ہے لیکن شاید میری تقدیر میں یہ سب کچھ نہیں ہے۔"

"پرنس! آپ کا تو اسٹاف بھی بہت بڑا ہے---- بے شمار سیکریٹری ہوں گے' آپ کے۔ اتنا بوجھ کیوں طاری کئے ہوئے ہیں' آپ خود پر؟"

"میں اسے بوجھ نہیں سمجھتا---- بس یوں سمجھیں کہ کاروبار سے میری ذاتی دلچسپی مجھے اس قدر مصروف رکھتی ہے----"

"اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ نے ہر نئی صنعت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو میں' آپ سے معذرت خواہ ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں---- پرنس! آپ تو ہم صنعت کاروں کی ناک ہیں۔ ہم آپ کا نام بڑے فخر سے لیتے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ! میری بدقسمتی ہے کہ میں اپنی فیلڈ کے لوگوں سے نا واقف ہوں۔" پھر وہ وہاں پر موجود بڑے بڑے صنعت کاروں اور اعلا افسروں کے بارے میں بتانے لگے اور میں ایک ایک کی شکل کو اپنے ذہن کے پردوں پر نقش کرتا جا رہا تھا۔

سیٹھ جبار مجھے اب تک کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہوم سیکریٹری ایک اور شخصیت کے ساتھ ہمارے قریب آئے۔ درمیانی عمر کی یہ شخصیت اچھی خاصی بارعب و باوقار تھی۔ میرے علاوہ تینوں بھی کھڑے ہو گئے۔ اس شخصیت نے سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کیا۔

"پرنس دلاور! بلاشبہ آپ ایک مقناطیسی شخصیت رکھتے ہیں۔ ہم سب آپ سے ملنے کے خواہش مند تھے۔"

"آپ لوگوں نے مجھے جو عزت بخشی ہے' اس کا میں شکر گزار ہوں۔ ویسے جناب! آپ سے تعارف نہیں ہو سکا۔"

"وزیر داخلہ----" ہوم سیکریٹری نے مودبانہ انداز میں بتایا اور میں نے دوبارہ بڑی گرم جوشی سے ان سے مصافحہ کیا۔ ان کی کرسی بھی وہیں لگا دی گئی اور وہ ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔

"آپ نے تو اس مختصر سے عرصے میں بڑی دھوم مچا دی ہے' پرنس!" وزیر داخلہ نے کہا۔

"بس کیا عرض کروں' جو دل چاہتا ہے' کرتا رہتا ہوں۔ اگر اس میں کوئی بات آپ حضرات کو پسند آ گئی ہے تو یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

"نہیں' پرنس! سرکاری حلقوں میں آپ کا ایک الگ مقام ہے اور ہم ہمیشہ اس بات کے خواہاں رہتے ہیں کہ آپ کے احسانات کا بوجھ کچھ کم کر سکیں لیکن آپ اس کا موقع ہی نہیں دیتے' پرنس!"

"میرے لیے آپ کی محبت ہی کافی ہے اور آپ کے یہ الفاظ میرے دل و دماغ پر نقش ہو گئے ہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے جو کچھ کیا ہے' اس کا مجھے صلہ مل رہا ہے۔"

رسمی گفتگو جاری تھی کہ میں نے سیٹھ جبار کو دیکھا۔

وہ اپنی کار سے اتر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اینجل بھی تھی۔ اب لطف آئے گا۔ میں نے سوچا۔ دفعتاً عقب سے ایک آواز ابھری۔ میں چونک پڑا۔

"پرنس دلاور---- میں بھی آپ کے مداحوں میں سے ایک ہوں۔ ممکن ہے آپ مجھے نہ پہچان سکیں لیکن مداحوں کو پہچاننا ضروری نہیں ہوتا اور نہ ہی مداحوں کو اس کی شکایت ہوتی ہے۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے پر جوش انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا۔ یہ وہی---- ڈی۔ آئی۔ جی تھے جو میری قیام گاہ پر مجھے سے ملاقات کر چکے تھے اور شاید

انھیں یقین تھا کہ میں پرنس دلاور نہیں' منصور ہوں----- وہ چند رسمی جملے کہہ کر آگے بڑھ گئے۔

میری نگاہیں' پھر سیٹھ جبار کی طرف اٹھ گئیں۔ اینجل' لڑکیوں میں چلی گئی تھی۔ اس نے سیٹھ جبار کو ہوم سیکریٹری کے ساتھ اپنی طرف آتے دیکھا اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا اور حاجی الٰہی سے اس کے کاروبار کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔

"یہ ہیں' آج کی اہم ترین شخصیت۔" مجھے اپنے قریب ہی ہوم سیکریٹری کی آواز سنائی دی۔ "سیٹھ جبار' آپ انھیں پہچان سکیں تو-----"

"میں نے ان کی طرف رخ پھیر لیا۔

سیٹھ جبار جہاں دیدہ اور مضبوط اعصاب کا مالک تھا لیکن میرے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ بہت بری طرح چونکا تھا اور اس کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار پیدا ہو گئے تھے۔

"ہیلو-----" میں نے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"آپ سیٹھ جبار سے واقف ہیں؟" ہوم سیکریٹری نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں' شاید یہ بھی بزنس مین ہیں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"بہت بڑے بزنس مین ہیں----- اور سیٹھ جبار شاید آپ میرے مہمان کو نہیں پہچان سکے۔"

"ہاں' میں نہیں پہچان سکا۔" سیٹھ جبار گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔

"پرنس دلاور-----" ہوم سیکریٹری نے اس کے سر پر دھماکا کیا۔

"سوری حضرات! وزیر دفاع تشریف لائے ہیں۔ میں ذرا انھیں ریسیو کر لوں۔" ہوم سیکریٹری آگے بڑھ گئے۔ میں نے سیٹھ جبار کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

"بڑی خوشی ہوئی' آپ سے مل کر پرنس! سیٹھ جبار نے خود کو سنبھال کر' میری طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے رسمی سے انداز میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔

پھر وہ کرسی گھسیٹ کر میرے قریب ہی بیٹھ گیا۔ "آپ نے تو کاروبار کی دنیا میں تہلکہ مچا رکھا ہے پرنس!"

"شکریہ-----"

"میں آپ سے ملاقات کا متمنی تھا۔"

"میری مصروفیات اس کی اجازت نہیں دیتیں۔"

"ہاں' آپ کی مصروفیات واقعی بے حد اہم ہیں۔ مجھ سے زیادہ اس کا اندازہ اور کسے ہو گا۔"

"آپ کیا کرتے ہیں' جبار صاحب؟"

"آپ کو علم نہیں-----؟"

"میرے اسٹاف کی نا اہلی ہے کہ وہ غیر ضروری لوگوں کا تذکرہ مجھ سے نہیں کرتے۔ حالانکہ مجھے ہر چھوٹے سے چھوٹے بزنس مین سے واقف ہونا چاہیے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ اب آپ سے ملاقات ہو گئی ہے۔ بہت سے دریچے کھل گئے ہیں۔ اب ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جان لیں گے۔"

"حاجی الٰہی صاحب! آپ بھاری مشینری کے کارخانے کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ کو کیا الجھن در پیش ہے؟" میں نے سیٹھ جبار کو نظر انداز کر دیا۔

"میری مالی حالت مجھے اس کی اجازت نہیں دیتی پرنس! حالانکہ میرے پاس بڑے کار آمد لوگ موجود ہیں۔ تین' چار پلانٹ بیکار پڑے ہوئے ہیں میرے پاس۔ لاکھوں روپیہ لگے گا ان میں۔ حالانکہ زرعی آلات کی تیاری ملکی مفاد میں ہے۔"

"آپ حکومت سے قرض کیوں نہیں لے لیتے؟"

"میں پہلے ہی بہت مقروض ہوں۔ مجھے نئے قرضے نہیں مل سکتے۔ ابھی تو پچھلے قرضوں کی ادائیگی کر رہا ہوں۔"

"یہ تو بہتر نہیں ہے۔ آپ اتنا پیسہ خرچ کر چکے ہیں۔ اسے کار آمد ہونا چاہیے۔"

"ہاں بس' تقدیر ساتھ نہیں دے رہی ہے' پرنس!"

"کتنا سرمایہ درکار ہو گا' آپ کو؟"

"صحیح پیمانے پر کام کرنے کے لیے کم از کم دو کروڑ۔"

"آپ کسی وقت' مجھ سے رابطہ قائم کر لیجیے۔ آپ کی یہ مشکل دور ہو جائے گی۔"

"اوہ' پرنس! اگر آپ اس میں دلچسپی لیں تو میری مشکل حل ہو جائے گی۔ کچھ عرصے قبل' اس سلسلے میں سیٹھ جبار سے بھی میری ملاقات ہوئی تھی لیکن ہم متفق نہ ہو سکے۔"

"اوہ----- کیوں؟"

"سیٹھ صاحب' میری شرکت سے متفق نہ تھے۔ وہ بہت کم قیمت پر یہ پلانٹ خریدنا چاہتے تھے۔ میری اصل لاگت سے بھی کم قیمت پر میں نے انکار کر دیا۔"

"ارے نہیں' حاجی صاحب! سیٹھ جبار بوڑھے ہو چکے ہیں' اتنی بھاری مشینری کا بوجھ کیسے اٹھائیں گے۔ آپ تیاری کریں۔ سرمایہ میں فراہم کروں گا۔"

"خدا کی قسم' پرنس! حصے دار بن جائیے پھر دیکھئے میں کیا کمال دکھاتا ہوں۔" حاجی الٰہی نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا۔

"نہیں' حاجی صاحب! میں گیدڑوں کی روش اختیار نہیں کرتا' شیر کی طرح شکار کر کے کھاتا ہوں----- اور پھر ملک کو ایسے غاصبوں سے پاک ہونا چاہیے جو ہر چیز پر اپنی اجارہ داری کے قائل ہوں۔ آپ پلاننگ کر کے کام شروع کیجئے' میں' آپ کو سرمایہ فراہم کروں گا اور جب آپ کے حالات بہتر ہو جائیں تو اس کی ادائیگی کر دیں۔"

"مجھے نئی زندگی مل جائے گی' پرنس!"

"میری طرف سے اس زندگی کی مبارک باد قبول کریں۔" میں نے پر خلوص لہجے میں کہا۔

"پرنس! شکل و صورت کی طرح ایک حسین دل کے مالک ہیں۔ حاجی الٰہی یہ تقریب تمہارے لیے بہت ہی سعد رہی----- "سیٹھ جبار بولا۔ اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" حاجی الٰہی نے کہا۔

"سوری دوستو! میں معذرت چاہتا ہوں۔" سیٹھ جبار اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اس کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔

ہوم سیکریٹری ایک ایک شخص سے میرا تعارف کرا رہے تھے۔ حاجی الٰہی تو میرا بندہ بے دام ہو گیا تھا۔ میرے پیچھے پیچھے لگا پھر رہا تھا۔ میں بھی تقریب کے شرکا میں گھل مل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے سیٹھ جبار کو ڈی۔ آئی۔ جی کے قریب دیکھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر کوئی بات کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے اپنا تحفہ' ہوم سیکریٹری کی بیٹی کو پیش کیا۔ ہیروں کا نیکلس تھا۔

"یہ بہت قیمتی ہے' پرنس میں اس کا اہل نہیں ہوں۔" ہوم سیکریٹری بولے۔

"اس کے عوض کسی معاملے میں' آپ سے ناجائز اعانت----- چاہوں تو یہ تحفہ میرے منہ پر مار دیجئے گا۔" میں نے کہا۔ سیٹھ جبار بھی قریب ہی موجود تھا۔

"اوہ----- نہیں' پرنس! آپ ایک باوقار شخصیت ہیں۔"

اسی وقت اینجل نے مجھے دیکھا۔ بیٹی کی کیفیت بھی باپ سے مختلف نہیں ہوئی تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح مجھے گھورنے لگی۔ پھر میں نے اسے کھسکتے دیکھا۔ وہ سیٹھ جبار کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف لے گئی۔ میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ اس تقریب میں شریک ہو کر مجھے مسرت ہوئی تھی۔

نوجوان ایک طرف سمٹ گئے' بزرگوں نے الگ نشست جمالی۔ دوسری طرف موسیقی کا پروگرام شروع ہو گیا۔ میں وزیر دفاع اور دوسری اہم شخصیتوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

دفعتاً" تین' چار لڑکے اور لڑکیاں میرے پاس پہنچ گئیں۔ ایک نوجوان نے جھک کر شوخی سے پوچھا۔ "معاف کیجئے گا' پرنس! آپ کی عمر کیا ہے؟"

میرے قریب بیٹھے ہوئے تمام لوگ چونک کر اس گستاخ کو دیکھنے لگے۔

"اس کا حساب کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی دوست!"

"حساب تو ہو گیا' پرنس!" نوجوان نے کہا۔

"وہ کیسے-----؟"

"آپ نے بزرگانہ لہجہ اختیار کرنے کے باوجود مجھے' برخوردار یا بیٹا نہیں کہا۔ پرنس! میری درخواست ہے کہ آپ' ہمارے ساتھ ہماری تفریحات میں شریک ہوں۔" نوجوان لجاجت سے بولا۔

"اوہ----- نہیں' بیٹے! پرنس کو مجبور مت کرو۔" ایک شخص نے کہا۔

"نہیں' چچا جان! اسے کوئی سرکاری یا کاروباری محفل نہ بنائیں۔ ہمیں اجازت دے دیں۔"

"چلو بھئی! ہم تو سب کے ہیں۔" میں نے کہا اور اٹھ کر نوجوان کے ساتھ ہو لیا۔ دوسری طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر انھوں نے خوشی کے نعرے لگائے----- اور موسیقی جو ایک لمحے کے لیے رک گئی تھی پھر شروع ہو گئی۔ رقص کا پروگرام تھا' تصویریں بنائی جا رہی تھیں۔" بے شمار تصویریں میرے ساتھ بنائی گئیں۔

"میں آپ کے ساتھ ایک الگ تصویر بنواؤں گی' پرنس!" اینجل نے آگے بڑھ کر کہا۔

"آپ کو یقیناً اس کے لیے ہدایت ملی ہو گی۔ ضرور بنوائیے۔" میں نے کہا تو اینجل ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئی پھر وہ میرے نزدیک آ کھڑی ہوئی۔

"کسی نوجوان کے ساتھ' یہ تمہاری پہلی تصویر ہو گی' اینجل!" ہوم سیکریٹری کی بیٹی زہت نے کہا۔

"اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ اس دوران میں تصویر بن گئی لیکن اینجل بدحواس نظر آ رہی تھی----- اس کا چہرہ عجیب سی کیفیات کا آئینہ دار تھا اور میں اس کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

یہاں بھی مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے گئے۔ "پرنس! کیا آپ کسی ریاست کے مالک تھے؟"

"ہاں-----"

"کیا اب نہیں ہے؟"

"نہیں-----"

"کیا نام تھا اس کا؟"

"گھر-----" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب-----؟"

"میرا گھر ہی میری ریاست تھی۔"

"کیا یہ جواب عجیب نہیں ہے پرنس؟"

"ممکن ہے' آپ کو محسوس ہوا ہو----- لیکن میں نے سچ کہا ہے۔ محبتیں' نام تخلیق کرتی ہیں۔ میں صرف نام کا پرنس ہوں۔ باقی سب کچھ میرا کاروبار ہے۔ جس نے اس نام کو استحکام دے دیا ہے۔"

"لیکن آپ نے لفظ' تھی' استعمال کیا ہے' پرنس----- کیا اب آپ کا کوئی گھر نہیں ہے؟"

"اب میرا مکان ہے۔ ریاست' غاصبوں نے غصب کر لی۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے پس منظر میں کوئی کہانی ہے؟"

"ہاں' وہ میری اپنی کہانی ہے۔"

"ہمیں یہ کہانی معلوم نہیں ہو سکتی' پرنس؟"

"نہیں----- میں کہانیاں نہیں سناتا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

اسی وقت رقص کے لیے موسیقی شروع ہو گئی اور ساتھیوں کا انتخاب کیا جانے لگا۔ مجھے بھی ان کا ساتھ دینا پڑا۔ کئی لڑکیوں کے ساتھ میں نے رقص کیا----- پھر اینجل میری ہم رقص بنی۔ وہ میرے ساتھ فلور پر آ گئی۔

"میں نے تو آپ کو سولی پر دیکھا تھا۔" وہ لہراتی ہوئی بولی۔

"بڑی جلاد فطرت معلوم ہوتی ہیں' آپ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مشکل منصور ہیں آپ۔"

"اب تک کتنے منصور' سولی چڑھائے ہیں' آپ نے؟"

"میں نہیں سمجھی۔"

"سمجھا تو میں بھی نہیں ہوں۔"

"ہم پہلے کبھی نہیں ملے؟"

"شاید آپ کو یاد ہو۔"

"ہاں مجھے آپ کی شکل پہچانی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ایک بات بتائیں گے' آپ؟"

"ضرور----- پوچھیے۔"

"کیا بہت پہلے----- کبھی آپ' ہماری کوٹھی پر آئے تھے؟"

"ماضی صرف دل میں رکھنے کی چیز ہوتی ہے۔"

"گویا آپ آئے تھے۔"

"آپ کے احساسات' آپ جانیں۔"

"آپ اعتراف نہیں کریں گے؟"

"میں انکار بھی نہیں کر رہا۔"

"عجیب الجھے ہوئے جواب دے رہے ہیں آپ' میں یہ سب کچھ خلوص سے پوچھ رہی ہوں۔"

"آپ کے خلوص کی کسوٹی کیا ہے؟"

"جو آپ منتخب کریں۔"

"صحیح جواب دیں گی؟"

"کوشش کروں گی۔"

"مجھے دیکھ کر آپ نے اپنے ڈیڈی سے کیا کہا تھا؟"

"آپ برا تو نہیں مانیں گے؟"

"ہرگز نہیں-----"

"ہمارے ہاں ایک ڈرائیور ہوتا تھا آپ سے بے حد مشابہ----- اس سے ڈیڈی کے کچھ اختلافات ہو گئے۔ ڈیڈی نے اس کے خلاف کچھ کارروائی بھی کی تھی----- پھر نہ جانے کیا کچھ ہوتا رہا۔ طارق صاحب شدید زخمی ہو گئے تھے۔ مجھے تفصیل نہیں معلوم آپ' اس ڈرائیور سے اس قدر مشابہ ہیں کہ مجھے' آپ کو دیکھ کر سخت حیرت ہوئی تھی۔ میں نے ڈیڈی سے یہی کہا تھا۔"

"پھر آپ کے ڈیڈی نے کیا کہا؟"

"یہی کہ میں آپ کے قریب ہونے کی کوشش کروں۔"

"اور میرے ساتھ تصویر بھی کھنچوائیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے ٹکڑا لگایا۔

"ہاں' ڈیڈی نے یہ بھی کہا تھا۔"

"آپ نے پوچھا نہیں کیوں؟"

"اس کا موقع نہیں تھا۔ میرا خیال ہے کہ ڈیڈی بھی میری طرح حیران ہوں گے۔"

"آپ بہت بڑے باپ کی بیٹی ہیں' اینجل! میرے جیسے تو آپ کے ڈرائیور ہیں۔"

"دیکھئے' پرنس! آپ وعدہ کر چکے ہیں کہ برا نہیں مانیں گے۔ میں نے صاف صاف آپ کو بتا دیا ہے۔ جس شخص کا میں نے آپ سے ذکر کیا ہے' وہ بہت سیدھا سادا انسان تھا۔ میں اسے کبھی نہیں بھول سکوں گی----- میں نے آپ کو وہ بھی بتا دیا ہے جو ڈیڈی نے خفیہ طور پر کہا تھا۔"

"اب تو آپ کے ڈیڈی ناراض ہوں گے۔"

"وہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"چلئے ٹھیک ہے۔ ہمارے درمیان کوئی رنجش نہیں ہے۔"

"آپ سے دوبارہ ملاقات ہو سکے گی؟ حالانکہ جانتی ہوں کہ آپ کیا ہیں۔"

"کیا ہوں' میں؟"

"بہت بڑے اور مصروف آدمی۔ بڑے بڑے لوگ' آپ کے راستے میں بچھے جا رہے ہیں۔"

"یہ ان کا قصور ہے۔ میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"آپ سے دوبارہ ملاقات' میرے لیے بھی خوشی کا باعث ہو گی۔" میں نے کہا۔

"میں' آپ کو فون کروں گی۔"

"لیکن ایک شرط کے ساتھ۔"

"فرمائیے-----"

"یہ ملاقاتیں صرف میرے اور آپ کے درمیان رہیں گی۔ آپ کے ڈیڈی کو ان کا علم نہیں ہونا چاہیے۔"

"وہ مجھے اجازت ہی کب دیں گے۔" اینجل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسی اثناء میں ایک اور لڑکی' میرے قریب آ گئی تو اینجل' مجھ سے دور ہو گئی۔ میں اس کے الفاظ کو پرکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیا واقعی وہ اپنے باپ کی کارروائیوں سے بے خبر ہے؟ یا پھر وہ اپنے باپ کے ایما پر چال چل رہی ہے۔ بہرصورت اگر وہ ایسا بھی کر رہی ہے تو میں اسے کھل کر سامنے آنے پر مجبور کردوں گا۔

نوجوانوں کے ہنگامے کا دور ختم ہوا تو ہم' ڈنر ٹیبل پر پہنچ گئے۔ یہاں بھی تمام بڑے بڑے لوگ' میرے ساتھ تھے۔ ہوم سیکریٹری نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

"پرنس! یہاں آپ کی سطح سے کچھ نیچی باتیں بھی ہوئی ہوں گی۔ امید ہے۔ آپ

انہیں محسوس نہیں کریں گے۔ آپ نے جس طرح میری اس تقریب کو رونق بخشی ہے' اس کے لیے میں' آپ کا شکر گزار ہوں۔"

"انسان کی کوئی سطح نہیں ہوتی' محترم! وہ خود اپنی سطح مقرر کر لیتا ہے ورنہ وہ ہر قسم کے ماحول اور حالات میں خود کو ڈھال لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔"

"آپ کے افکار بھی آپ کی شخصیت ہی کی طرح بلند ہیں۔ مجھے آپ سے مل کر دلی مسرت ہوئی ہے۔"

ڈنر کے بعد میں نے ان سے اجازت چاہی تو سیٹھ جبار' میرے قریب پہنچ گیا۔

"پرنس! اب تو آپ نے اپنی طلسمی شخصیت کا خول توڑ ہی دیا ہے۔ اس بات کے امکانات روشن ہیں کہ اب آپ پبلک مقامات پر بھی نظر آ جایا کریں گے----- تو پھر کیوں نہ آپ' میری طرف سے ایک دعوت قبول کر لیں۔"

○

"غور کروں گا' مسٹر جبار! دراصل ہم لوگوں کے معمولات بھی کاروباری ہوتے ہیں۔ ہمارے ہونٹوں پر سجی ہوئی مسکراہٹ بھی قیمت رکھتی ہے۔ اگر مجھے آپ سے کچھ لینا ہو گا تو یقینی طور پر آپ کی محفل میں شرکت کروں گا۔" میری اس بات پر آس پاس کھڑے ہوئے لوگ ہنسنے لگے اور سیٹھ جبار خجل سا ہو گیا۔

"ویسے میں بھی کچھ مصروفیات رکھتا ہوں اور یہ سب----- حضرات جانتے ہیں کہ میں خاص ہی خاص محفلوں میں شرکت کرتا ہوں----- بہرحال' اس محفل میں شرکت میرے لیے کار آمد ثابت ہوئی۔ کیونکہ مجھے جس کی تلاش تھی' وہ مل گیا۔"

"یعنی-----؟" میں نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا لیکن وہ معنی خیز انداز میں ہنستا ہوا پلٹ گیا۔ میں بھی حقارت آمیز انداز میں مسکراتا ہوا اپنی کار کی طرف آ گیا۔ آج کا یہ پروگرام بڑا کامیاب رہا تھا اور کئی نئی راہیں کھل گئی تھیں۔

رات کو تین بجے' تغلق خان کا فون موصول ہوا تھا۔ فون اگر تغلق خان کا نہ ہوتا تو بھی' اس وقت مجھے جگانے کی کوشش کبھی نہ کرتی۔

"ہیلو' تغلق خان! میں پرنس دلاور بول رہا ہوں۔ مجھے بڑی بے چینی سے تمہارے فون کا انتظار تھا۔"

"یہاں قیامت آئی ہوئی ہے' پرنس! کیا آج آپ کسی تقریب میں شریک ہوئے تھے' کیا سیٹھ جبار سے آپ کی----- ملاقات ہوئی؟"

"ہاں-----"

"بس واپس آتے ہی سیٹھ جبار پر دورے پڑنے لگے۔ اسی وقت چمن کو بلایا گیا۔ وہ اس وقت بھی کوٹھی میں موجود ہے----- شہباز فورترے کی بھی شامت آ گئی۔ بڑی لعن طعن ہوئی ہے' اس پر اور اسے دھمکی دی گئی ہے کہ اگر اس کی یہی کارکردگی رہی تو اسے اس کی حیثیت سے محروم کر دیا جائے گا----- اور وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ حیثیت سے محروم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ زندگی بھی چھین لی جائے گی۔ ہر اس جگہ منصور کو تلاش کیا جا رہا ہے جہاں اس کے ملنے کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ شاید اس تقریب میں آپ کی تصاویر بھی اتاری گئی تھیں۔ فوری طور پر ان کے پرنٹ تیار ہو کر آ گئے ہیں اور ان کی جانچ پڑتال کی جا رہی ہے۔ ہر شخص سے تصدیق کرائی جا رہی ہے کہ یہ منصور ہے یا پرنس دلاور----- کڑیاں ملانے کے لیے بہت سے ممالک کو کیبل دیے گئے ہیں اور معلوم کیا جا رہا ہے کہ منصور کہاں سے کہاں تک پہنچا۔ چمن بے چارے کی تو بڑی بری طرح شامت آئی ہے۔ کیونکہ منصور کو اس کی آخری آرامگاہ تک پہنچانے وہی گیا تھا۔ مجھے بھی آپ کے کئی پرنٹ دیے گئے ہیں کہ ان کے ذریعے اس جگہ سے جہاں آپ کسی زمانے میں مقیم تھے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کروں----- پرنس دلاور نے آج تک سیٹھ جبار کے خلاف جو کچھ کیا ہے' اس کی فائلیں منگوا کر نقصان کا تخمینہ لگایا جا رہا ہے۔"

"ویری گڈ----- ویسے یوسف کے بارے میں تو تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا' تفضل خان!"

"جی ہاں مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ یوسف کو چھڑا لیا گیا ہے----- عدنان سے اس سلسلے میں تھوڑی سی گفتگو ہوئی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ-----؟"

"نہیں پرنس----- اس وقت تکلیف دینے کی معذرت چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ کل دن میں کسی بھی وقت مجھے موقع نہیں ملے گا۔ اگر کوئی خاص بات ہوئی تو میں ملتے ہی اطلاع دوں گا۔ اس وقت تک کے لیے اجازت-----"

"میں جانتا ہوں۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"او۔ کے پرنس! میرے خیال میں کام اب صحیح طور پر شروع ہوا ہے۔ سیٹھ جبار پرنس دلاور کی طرف سے پریشان ضرور تھا اور اپنے نقصانات پر تلملا بھی رہا تھا لیکن آپ سے ملاقات کے بعد اس کے اندر ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی ہے----- اور وہ اب آپ کو پہچان چکا ہے۔"

"پہچاننا ہی تھا۔ بہرطور میں اسے ذہنی مریض بنا دوں گا' اس کی وہ حالت کر دوں گا کہ کتوں کی طرح سڑکوں پر بھونکتا پھرے گا۔"

"میں ہر قدم پر آپ کے ساتھ ہوں۔" تفضل خان نے کہا اور فون بند کر دیا۔

سیٹھ جبار اب چین سے نہیں بیٹھے گا۔ میں نے سوچا۔ لہٰذا مجھے بھی اب اپنے کام کی رفتار تیز کر دینی چاہیے۔ صحیح معلومات حاصل ہو جائیں تو اس سلسلے میں نئے محاذ کھولوں گا۔

بہرطور یہ سب باتیں' صبح سوچنے کی تھیں۔ اس لیے میں اطمینان سے لیٹ گیا۔ دن اور رات' دونوں ہی ہنگامہ خیز تھے۔ صبح سب سے پہلے میں نے پروفیسر شیرازی کو فون کیا۔ ان سے راشدہ کی شادی کی تیاری کے سلسلے میں باتیں کیں۔ گیارہ بجے عدنان سے فون کے ذریعے صورت حال معلوم کی۔

"لطف آ گیا ہے' پرنس! پہلی ہی پارٹی کو ہم اسی لاکھ روپے سے کاٹ رہے ہیں۔"

"کیا مطلب-----؟"

"عارف توصیف کا نام تو آپ کے ذہن میں ہو گا۔ یہ شخص بڑے گھناؤنے جرائم کا مرتکب ہوا ہے۔ میں نے اس پر کروڑ روپے کا جرمانہ عاید کیا تھا----- ایک کروڑ کے بدلے میں نے اس کے کاغذات اسے واپس کر دینے کی پیش کش کی تو اس کی حالت خراب ہو گئی----- گڑگڑانے لگا لیکن میں جانتا تھا کہ تگڑی اسامی ہے اور اتنی رقم دے سکتا ہے۔ اگر پارٹیاں اسی شرافت سے ہمارے ساتھ تعاون کرتی رہیں تو ہمارا مسئلہ بخیر و خوبی حل ہو جائے گا۔"

"ہاں----- لیکن ہر کام نہایت ہوشیاری سے ہونا چاہیے----- عدنان! ہم اس چومکھی لڑ رہے ہیں۔ سب کو اپنے خلاف کر کے ہم کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔"

"آپ مطمئن رہیں پرنس!"

"بھئی میں تم سے زیادہ مطمئن اور کس سے ہو سکتا ہوں؟"

"کوئی خاص بات ہوئی تو آپ سے دوبارہ رابطہ قائم----- کروں گا۔"

"او۔ کے!" میں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ فی الحال اردگرد کے حالات تسلی بخش تھے جو کام ہو رہا تھا' اس میں تسلی بخش کامیابی حاصل ہو رہی تھی۔

بارہ بجے' سیٹھ حاجی الٰہی کا فون موصول ہوا۔ "پرنس! آپ کا خادم بول رہا ہے۔"

"فرمایئے حاجی صاحب!"

"ساری رات سو نہیں سکا' پرنس! چھوٹا آدمی ہوں' لہٰذا دل بھی چھوٹا ہے۔ برا نہ

مانئے گا' کل ہمارے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی' کیا وہ سنجیدگی پر مبنی تھی؟"

"آپ کا کیا خیال ہے' حاجی صاحب؟" میں نے پوچھا۔

"میں کیا عرض کروں' آپ نے ایسی بات کہی ہے جو آج تک ایک بزنس مین نے دوسرے بزنس مین سے نہیں کہی۔"

"حاجی صاحب! زندگی میں بہت سے مراحل آتے ہیں----- کاروبار تو صرف زندگی کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے نیندیں حرام کرنا' اچھی بات نہیں۔ آپ کے خیال میں بدن کا کون سا عضو' سب سے زیادہ قیمتی ہے۔"

"ایں----- میرے خیال میں تو بدن کا کوئی عضو بھی سستا نہیں ہے۔" حاجی صاحب بولے۔

"ٹھیک کہا' آپ نے----- لیکن ان میں زبان بہت نمایاں ہے' جو کچھ اس سے ادا ہوتا ہے' بڑی حیثیت رکھتا ہے۔"

"کہیں----- کہیں ایسا نہیں ہوتا۔" حاجی صاحب الجھی ہوئی سانسوں کے درمیان بولے۔

"بالکل----- میں یہ بات مانتا ہوں لیکن سیٹھ جبار کی یہ بات مجھے بہت ناگوار گزری کہ وہ دولت کے بل بوتے پر دوسروں کی روزی چھین لینا چاہتے ہیں۔ میں نے آپ سے جو کچھ کہا ہے' اس پر عمل بھی ہو گا۔ آپ اپنی تیاری مکمل کر کے میرے دفتر سے رابطہ قائم کر لیں----- میں ہدایت دے دوں گا۔"

"کاغذات تو بہت دنوں سے تیار پڑے ہیں۔ پچاس لاکھ ایڈوانس کی ضرورت ہے تاکہ سودا پکا کر لیا جائے۔"

"کسی آدمی کو بھیج کر ایڈوانس کا چیک منگوالیں۔"

"میں خود پہنچ رہا ہوں۔"

"میرے دفتر----- "

"جی بہت بہتر۔ اس سلسلے میں کوئی ضمانت بھی دینی ہو گی؟"

"جی ہاں۔" میں نے کہا۔

"بتایئے' پرنس! کیا ضمانت دوں؟"

"اپنی دوستی اور خلوص کی' خدا حافظ!" یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا اور صائمہ روشن علی کو اس سلسلے میں ہدایت جاری کر دی۔ میں سیٹھ جبار کو ہر مرحلے پر شکست دینا چاہتا تھا۔

شام تک کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ رات کو دل نہ مانا تو میں بھیس بدل کر پروفیسر شیرازی کے ہاں پہنچ گیا۔ حسینہ کہیں سے ڈھولک لے آئی تھی اور نہ جانے کیا کیا گا رہی تھی۔ بہروز' سرخاب اور گل بھی اس کے ساتھ شامل تھیں۔ مجھے دیکھ کر سب جھینپ گئیں۔

"اس کا مطلب ہے کہ مجھے نہیں آنا چاہیے تھا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے----- ارے کیوں؟" سرخاب نے پوچھا۔

"آپ لوگوں کے درمیان صرف میں اجنبی ہوں۔"

"وہ کیسے جناب؟"

"آپ لوگ گاتے گاتے رک جو گئیں۔"

"یہ تو بھیا کا احترام ہے۔"

"تو پھر میں جا رہا ہوں۔ بلاوجہ آپ کو پریشان کیا۔"

"جی نہیں۔ اب احترام واحترام نہیں کیا جائے گا۔ آیئے آپ بھی گایئے۔ چل' حسینہ! ڈھولک بجا۔" سرخاب بولی اور حسینہ پھر ڈھولک پیٹنے لگی----- تھوڑی دیر ان کے ساتھ بیٹھ کر میں پروفیسر شیرازی کے پاس پہنچ گیا۔

"بھئی منصور! سچی بات یہ ہے کہ بعض اوقات انسان----- جان بوجھ کر خوشیوں سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اب مجھے دیکھو۔ کروڑوں روپیہ تھا' میرے پاس----- لیکن اس کے باوجود تنہا خاموش اور گھٹی گھٹی زندگی گزار رہا تھا۔ ہم باپ بیٹی کے درمیان بھی صرف رسمی سا رشتہ رہ گیا تھا۔ حقیقی زندگی تو یہ ہے۔ چھوٹی چھوٹی معصوم مسرتیں زندگی میں کتنا اضافہ کرتی ہیں یہ فلسفے کی کتابیں نہ بتا سکیں۔ تم میری صحت دیکھ رہے ہو۔"

"ہاں----- آپ پہلے سے اچھے نظر آتے ہیں۔"

"تمہارا فلسفہ اپنانے کے بعد۔"

"یہ آپ کی عظمت ہے' پروفیسر!"

"عظمت----- اوہ ہاں----- عظمت کی طرف سب تیاریاں مکمل ہیں نا؟ کوئی دقت تو نہیں ہے؟"

"نہیں آپ نے اسے فون نہیں کیا؟"

"نہیں بھئی! میں بیٹی والا ہوں۔ زیادہ خوشامد نہیں کرنا چاہتا لڑکے والوں کی۔ پروفیسر ہنستے ہوئے کہا۔" یہ بتاؤ تمہارے معاملات کیسے جا رہے ہیں؟"

"بس' آپ کی دولت لٹا رہا ہوں۔"

"لٹا دو' اس منحوس شے کو' جس نے ہماری ذات پر تسلط جما کر' ہمیں زندگی کی
چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے محروم کر رکھا تھا۔" پروفیسر نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔

میں عقیدت بھری نظروں سے انھیں دیکھنے لگا۔

"یہ بتاؤ صورت حال کیا ہے؟"

"بہت مناسب---- میں آپ کو ہوم سیکریٹری کے ہاں کی تقریب کی رپورٹ دینی چاہتا تھا۔"

"کیا مطلب؟" پروفیسر شیرازی نے چونک کر پوچھا۔

"میں اس تقریب میں پرنس دلاور کی حیثیت سے شریک ہو چکا ہوں۔"

"ارے واہ---- گویا پرنس دلاور منظر عام پر آ گئے۔"

"آپ تو بالکل الگ ہو کر بیٹھ گئے ہیں' ان معاملات سے---- جبکہ میں چاہتا ہ
کہ میری ہر کارروائی سے آپ باخبر رہیں۔" میں نے کہا۔

"دیکھو بھئی---- ہم تو اپنا فرض ادا کر کے گوشہ نشین ہو گئے ہیں تمام اختیارا
تمہارے حوالے کر دیئے ہیں جو لوگ میں نے تمہیں دیئے ہیں' ان پر مجھے اعتماد ضرور
کہ وہ جو کچھ بھی کریں گے' تمہارے حق میں بہتر کریں گے۔ میں نے سخت جستجو کے ب
ان لوگوں کا انتخاب کیا ہے لیکن اس کے باوجود' اگر تم ان میں کسی قسم کی کمی یا کمزو
محسوس کرو تو مجھے اس سے آگاہ کر دینا---- میں خود دیکھ لوں گا---- باقی رہا
معاملہ تو دیکھو بیٹے! میں تم سے صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ اب میں ایک نہیں بلکہ
بیٹیوں کا باپ ہوں۔ ایک بہن بھی ہے میری جس کا نام گل ہے۔ اور مجھے اپنی اس چھ
سی فیملی کو سنبھال کر ایک گوشے میں بیٹھنا چاہیے تمہارے معاملات سے بالکل الگ ر
چاہیے---- یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے معاملات سے بالکل بے تعلق ہو چکا ہوں۔"

"آپ کا یہ خیال درست ہے میں' آپ کی اس بات سے بھی بالکل متفق ہوں
آپ ان معاملات سے علیحدہ رہیں---- بہرطور ہوم سیکریٹری کے بے حد اصرار پر م
ان کی تقریب میں شرکت کرنی پڑی---- میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس تقریب م
شریک ہو کر میں نے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔"

"ہاں' سناؤ۔" پروفیسر شیرازی نے دلچسپی سے پوچھا۔ "کیا اس تقریب میں سیٹھ جبا
بھی موجود تھا؟"

"جی ہاں۔"

"ویری گڈ---- تمہاری اس سے ملاقات ہوئی؟"

"جی ہاں ہوئی۔"

"بھئی' ذرا تفصیل سے بتاؤ' سب کچھ---- تم نے تو مجھے متجسس کر دیا ہے۔"

پھر میں نے تفصیل سے انھیں اس تقریب کے بارے میں بتایا---- پروفیسر شیرازی
بے پناہ مسرت کا اظہار کیا۔ اب ان کی سنجیدہ طبیعت میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی
اب وہ چھوٹی سے چھوٹی بات پر خوش ہوتے بچوں کی طرح قہقہے لگاتے تھے۔ ان کی
ی ہی بدل گئی تھی۔

"بخدا' بعض اوقات' بہت ہی نایاب ہیرے مٹی میں دفن ہو جاتے ہیں ان کا کوئی پتہ
چلتا۔ کون سوچ سکتا تھا کہ تمہارے ذہن کی پوشیدہ صلاحیتیں اس طرح ابھر کر سامنے
یں گی۔ میں تمہاری کارروائیوں سے بے حد مطمئن ہوں۔" پروفیسر نے پُرجوش لہجے
ا۔

"اس میں آپ کی ذاتی کاوشوں کو بہت بڑا دخل ہے۔" میں نے انکسار سے کہا۔
اپنے بارے میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں' ہاں---- کہو بھئی!"

"پروفیسر یہ حیثیت' یہ دولت سب کچھ میرے لیے---- بے معنی ہے۔ میں منصور
ایک چھوٹے سے گھر میں رہنے والا---- اسی حیثیت سے مرنا چاہتا ہوں۔ یہ سب
آپ کی امانت ہے جسے آپ نے ایک مقصد کے تحت میرے سپرد کیا ہے۔ وہ مقصد
دنے کے بعد میں اپنی دنیا میں لوٹ جاؤں گا۔ یہ میرا عہد ہے۔"

پروفیسر نے میری کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اس سلسلے میں مجبور
روں گا' منصور! میں جانتا ہوں کہ انسان ہمیشہ اپنی ذات میں مکمل ہوتا ہے' اپنے آپ
ندہ رہتا ہے۔ اگر تم اتنے بلند نہ ہوتے تو میں بھی تمہارے لیے اتنی بلندیوں کا تعین
نہ کرتا---- تم خود مختار ہو میں تمہیں کسی سلسلے میں مجبور نہیں کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ پروفیسر! میں آپ سے اسی بات کا متوقع تھا۔"

"ٹھیک ہے' منصور! ہونا بھی یہی چاہیے۔ جب میں نے اس لعنت سے نجات حاصل
ہے تو میں تمہیں کیوں اس دلدل میں پھنسا رہنے دوں۔ جو کچھ ہے' اسے ان لوگوں میں
کر دینا' جو مستحق ہوں۔ یہ ان کی ملکیت ہے---- ہماری نہیں۔ ہاں ہمیں اپنی
گزارنے کے لیے جو کچھ درکار ہے وہ ہم اپنے پاس ضرور رکھ لیں گے۔"

"پروفیسر! آپ نے سرخاب کے بارے میں کچھ نہیں سوچا؟" میں نے پوچھا۔

"بھئی میں کیا سوچوں تم بتاؤ! تم اس کے بھائی ہو۔ میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔ ویسے

میری خواہش تھی کہ سرخاب بھی میری زندگی میں وہ مقام حاصل کر لیتی جو ہر لڑکی ہے لیکن وہ بہت ضدی ہے اس کی یہ ضد ایک پرخلوص جذبے پر مبنی ہے۔ ہم میں اس سے اپنی بات نہیں منوا سکتے۔"

"کاش سرخاب مان جاتی------ بہر طور میں کوشش کروں گا۔"

"جیسے مناسب سمجھو۔ ویسے ابھی وقت ہے منصور! ابھی اس کی عمر پریشان کن داخل نہیں ہوئی۔" پوفیسر نے کہا۔ میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو وہی سناٹا خاموشی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اپنے بیڈ کر میں طرح طرح کے خیالات میں الجھا رہا۔ نیند بھی نہیں آ رہی تھی------ پھر دیر بعد ٹیلی فون کی گھنٹی نے سہارا دیا۔ میں نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"ہیلو! پرنس دلاور سے ملنا چاہتی ہوں۔"

فینی رات کو سونے سے قبل میرا فون ڈائریکٹ کر دیتی تھی------ میں اس پہچان نہیں سکا تھا۔ "کیا کام ہے' آپ کو ان سے؟" میں نے پوچھا۔

"ذاتی کام ہے۔ براہ کرم ذرا انھیں زحمت دیجئے گا۔"

"میں پرنس دلادر ہی بول رہا ہوں۔"

"کیا واقعی؟"

"جی------ آپ کون ہیں؟"

"پہچانئے تو جانیں؟"

"معافی چاہتا ہوں۔ اتنی دیر سے پہچاننے کی کوشش ہی کر رہا تھا لیکن کامیاب سکا۔"

"بدنصیبی ہے ہماری------ کچھ آوازیں اس قابل نہیں ہوتیں کہ انھیں بھ جائے۔"

"اینجل------ ؟" میں نے پوچھا

"خدا کا شکر ہے کہ آپ نے بالکل ہی مایوس نہیں کیا۔"

"اوہ مس اینجل! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"بہت خراب۔" اینجل نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"بس آپ نے پوچھا میں نے بتا دیا۔ مزاج اچھے------ نہیں ہیں۔"

پوچھ سکتا ہوں؟"

------"

دیجئے۔"

جب بھی آپ کے بارے میں سوچتی ہوں تو متضاد کیفیات کا شکار ہو جاتی ہوں۔ ہے کہ آپ نے مجھے بری طرح نظرانداز کیا ہے' پرنس دلاور------ میں خود م کی لڑکی نہیں ہوں کہ فضول قسم کی دوستیاں بڑھاؤں لیکن انسان ہوں۔ کبھی ہتا ہے کہ کسی سے دوستی کی جائے------ آپ کی شخصیت تو میرے لیے بیحد ۔ میں نے جتنا آپ کے بارے میں سوچا الجھتی چلی گئی------ آپ کی شکل لتی جلتی ہے۔ میری اس سے زیادہ ملاقات تو نہیں رہی لیکن آپ کو دیکھتے ہی ے اپنے دل میں محسوس کیا تھا۔ عجیب سی تمکنت تھی' اس کے انداز میں عجیب ۔ وہ تیور مجھے ہمیشہ یاد رہے------ پھر اڑتی اڑتی خبریں سنی گئیں کہ منصور لیے تکلیف دہ اور خطرناک ہے۔ ایک آدھ بار پھر میری اس سے ملاقات ہوئی ندازمیں کہ وہ ڈیڈی کے عتاب کا شکار تھا۔ میں اس کے لیے اپنے دل میں ہی محسوس کر سکی۔ میں نے ایک دو بار ڈیڈی سے دبی زبان سے پوچھا کہ ؟ لیکن ڈیڈی نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ بس یہی کہا کہ میں ان کے کاروباری مداخلت نہ کروں جب تک کہ وہ خود پسند نہ کریں------ لیکن پرنس! آپ کو عجیب سا احساس ہوا------ اور اس کی تصدیق بھی ہوتی جا رہی ہے۔"

ے مس اینجل؟"

سوالات مجھ سے ہی کیے جائیں گے' خود کچھ نہیں------ بتائیں گے کیا؟"

ے کیا پوچھنا چاہتی ہیں؟"

پ واقعی منصور ہیں؟"

آپ کا ڈرائیور------ ؟"

نہیں .... پلیز! دیکھئے' میں' آپ کی بے عزتی نہیں کرنا چاہتی جو بات تھی' میں ئی سے بتا دی۔"

نے آپ کی صاف گوئی کا برا نہیں مانا مس اینجل!"

ہتا دیجے نا؟"

اینجل! آپ چاہیں تو مجھے منصور سمجھ سکتی ہیں۔ بھلا میں' آپ کو کیسے روک

"نہیں بھئی! یہاں جو کچھ ہو رہا ہے' وہ بھی میرے لیے بہت پریشان کن ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"ڈیڈی پر نہ جانے کیا بھوت سوار ہو گیا ہے۔ انھیں چاروں طرف منصور کے ب نظر آ رہے ہیں۔ مجھ سے بھی پوچھا تھا کہ تم بتاؤ' وہ منصور ہے یا نہیں؟ میں نے ڈیڈی! اس کی شکل و صورت تو وہی ہے---- بلکہ میں' آپ کو بتا چکی ہوں' پرنس جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو ڈیڈی سے کہا تھا کہ یہ شخص' منصور سے بے حد مش ہے۔ بہر طور' یہاں آپ کے بارے میں بڑی شدومد سے معلومات حاصل کی جا رہی ہ ڈیڈی بے خوابی کا شکار ہو گئے ہیں۔ میں نے گزشتہ رات بھی انھیں جاگتے دیکھا تھا آج وہ دن بھر اپنے کمرے میں رہے۔ دوپہر کے کھانے پر بھی نہیں آئے اور اس وقت بھی جاگ رہے ہیں۔ ان کے کمرے میں تیز روشنی ہے۔ اپنے کمرے میں آتے ہوئے' میں ان کے کمرے میں جھانک کر دیکھا تھا۔ وہ میز پر کاغذات پھیلائے بیٹھے ہیں۔ سامنے فون رکھا ہے اور ہر دوسرے' تیسرے منٹ پر کسی نہ کسی کو رنگ کرتے ہیں۔ یہ کیا سل ہے' پرنس! پلیز' مجھے بتا دیجیے۔"

"مس اینجل! آپ یہ ساری باتیں مجھے بتا رہی ہیں---- اگر آپ کے ڈیڈی' یہ وجہ سے پریشان ہیں تو آپ کو مجھ سے اتنا رابطہ نہیں رکھنا چاہیے۔"

"پرنس! سچائی کے قائل ہیں' آپ؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"سچائی بذات خود ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو قائل کر دیتی ہے۔"

"اگر میں کچھ کہوں تو آپ' مجھے ذلیل تو نہ سمجھیں گے؟"

"آپ کچھ بھی کہیے' یہ وعدہ ہے کہ کبھی آپ کی بات کو برا نہیں سمجھوں گا۔" م نے مکاری سے کہا۔

"تو' پرنس---- خواہ آپ منصور ہوں یا دلاور' میں اس سے قطع نظر' اپنے دل دماغ میں آپ کے لیے جگہ پاتی ہوں۔"

میں اینجل کے الفاظ پر غور کرنے لگا---- کیا در حقیقت سیٹھ جبار کی بیٹی اتنی ہ سادہ دل ہے' جتنا خود کو ظاہر کر رہی ہے---- یہ فیصلہ کرنا اتنی جلدی ممکن نہیں تھا۔

"ہیلو' پرنس----" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہاں' اینجل! میں سن رہا ہوں۔"

"آپ نے میری بات کا برا تو نہیں مانا؟"

"مرد ان باتوں کا برا نہیں مانتے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن آپ کی حیثیت عام مردوں سے بالاتر ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"میں عرض کرنا چاہتی ہوں' پرنس! کہ آپ جس قدر پرکشش اور سحر انگیز شخصیت الک ہیں' اس کے تحت' میرے خیال میں ہر دل پھینک لڑکی' آپ کی طرف متوجہ ہو ہے۔ میں نہیں کہتی کہ مجھ میں کوئی خاص بات ہے' بس' جذبات ہیں۔ میں' منصور کو نظر انداز نہیں کر سکی تھی---- پھر جب آپ منصور کی شکل میں میرے سامنے تو میرے ذہن کی گہرائی سے وہی کلبلاہٹیں سر ابھارنے لگیں اور میں' آپ تک پہنچ میں نے انتظار کیا اور سوچا کہ ممکن ہے' میری ذات میں کوئی ایسی خوبی ہو یا میرے ت میں سچائی ہو تو آپ مجھے فون کریں گے---- لیکن میں جان گئی ہوں کہ میں اس نہیں---- چنانچہ میں خود ہی آپ کو فون کر بیٹھی۔"

اینجل خاموش ہو گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا جواب دوں۔ سیٹھ سے میری نفرت اس قدر گہری تھی کہ میں اس کے خاندان کے کسی فرد کو بھی اپنے ذبات میں شامل نہیں کر سکتا تھا---- لیکن اینجل جو کچھ کہہ رہی تھی' وہ اس کے ت کی عکاسی تھی۔ پتہ نہیں' یہ لڑکی اپنے باپ سے کس قدر متاثر ہے؟ بہر حال' میں نقصان پہنچانے کے بارے میں نہیں سوچ سکتا تھا---- حالانکہ میری نفرت کے ے یہ سمت بھی اختیار کر سکتے تھے کہ اگر امی اور فریدہ' سیٹھ جبار کی وجہ سے دربدر ہیں تو میں اس کی بیٹی کو اپنا شکار کیوں نہ بناؤں---- لیکن میں مجبور تھا۔ میری میں یہ غلاظت نہیں تھی۔ میرے ذہن میں' اس انتقامی جذبے نے کبھی سر نہیں

"آپ بار بار کہیں کھو جاتے ہیں' پرنس! کیا میں آپ کی نگاہ میں کوئی حیثیت اختیار ر سکتی؟"

"مس اینجل! میں سچائی کے ساتھ آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ممکن ہے' آپ پسند نہ کریں۔"

"شاید میں اتنا ظرف پیدا کر سکوں کہ سچائی کو ناپسند نہ کروں۔" اینجل نے جواب

"تو سنیں' مس اینجل! سیٹھ جبار' میرے کاروباری حریف ہیں۔ کاروباری طور پر ہمیں وسرے سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اگر آپ کے والد کو نقصان پہنچے گا تو تنا آپ ل سے متاثر ہوں گی۔ کیا اس وقت آپ اپنے والد سے انحراف کر سکیں گی؟"

"میرے پاس اتنے وسائل ہیں کہ میں ان سے الگ رہ سکوں۔ انھوں نے خود ہی مجھے اپنے معاملات سے الگ کر رکھا ہے۔ کاروبار میں نفع و نقصان کی باتیں وہ جانیں اور آپ جانیں۔ اگر ذاتی طور پر ہمارا تعلق رہے------ تو کیا حرج ہے' پرنس؟"

"ہاں' ہم ذاتی طور پر اچھے دوست بن سکتے ہیں------ میں نہیں چاہتا کہ تم' اپنے والد کے لیے میرے خلاف معلومات کا ذریعہ بنو۔" میں نے کہا۔

"نہیں' پرنس! ہماری دوستی صرف ہماری ذات تک محدود رہے گی۔"

"اگر میں مکر و فریب سے کام لیتا' اینجل! تو اس وقت تم سے وعدہ کر لیتا------ بہرطور' میں تمھاری ان باتوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اگر مناسب سمجھو تو کبھی کبھی مل لیا کرو لیکن اس بات کو بھی ذہن نشین کر لو کہ یہ ملاقاتیں خفیہ ہونی چاہئیں۔"

"وعدہ------" اینجل نے مسرور لہجے میں کہا۔" تو پھر کب مل رہے ہیں' پرنس؟"

"اس کا تعین بھی آپ ہی کر لیں۔"

"نہیں' آپ جہاں اور جس وقت کہیں گے' میں پہنچ جاؤں گی۔"

"آپ کا کوئی ذاتی فون نمبر ہے؟"

"جی ہاں نوٹ کر لیجئے۔" اینجل نے جواب دیا اور ایک ٹیلی فون نمبر مجھے بتا دیا جسے میں نے ذہن نشین کر لیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں رنگ کر کے آپ کو اطلاع دے دوں گا۔"

"میں انتظار کروں گی۔"

میں نے خدا حافظ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ میرے ذہن میں سناٹے در آئے تھے' دل کی عجیب سی کیفیت تھی۔ اس کے الفاظ سچائی کا مظہر تھے۔ میں اسے دھوکا نہیں دے سکتا تھا------ عجیب سی کش مکش تھی' ذہن میں------ پھر میں نے طارق کے الفاظ دہرائے۔ "ہر شخص سب سے پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے اور بعد میں دوسرے کے بارے میں------ جو شخص دوسروں کے لیے پہلے سوچنے لگے' وہ نقصان میں رہتا ہے۔" میرے ذہن میں گڑگڑاہٹ سی ہونے لگی۔"

اینجل اگر سیٹھ جبار کی کوٹھی میں میری آلہ کار بن جائے تو اس سے مضبوط اور محفوظ مخبر کوئی اور نہیں ہو سکتا------ جب اس کا تعلق میرے دشمن سے ہے اور مجھے اس سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے تو ایسے موقعے پر مجھے جذبات کے ہاتھوں میں کھلونا نہیں بننا چاہیے۔

میرے اندر وہ منصور بیدار ہو گیا جو قتل و غارت گری کا خواہاں تھا جسے دنیا کی ہر شے

سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا جس سے اس کا گھر اور اس کی ماں' بہن چھین کر' دنیا میں یکہ و تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور دماغ میں صرف آگ ہی آگ بھری تھی اور اس آگ میں صرف نفرت اور مکاری کے پھول ہی کھل سکتے تھے۔ میں نے اینجل سے جو وعدہ کیا وہ مصلحت کے زیر اثر تھا۔ میں دوبارہ بستر پر دراز ہو گیا۔

دوسرے دن میں دیر سے جاگا۔ غسل اور ناشتے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ طاہر' میرے پاس پہنچ گیا۔ کوئی خاص بات ہی تھی ورنہ وہ زیادہ تر دور رہ کر ہی میرے باڈی گارڈ کے فرائض انجام دیتا تھا۔

"کیا بات ہے' طاہر؟ خیریت------؟"

"جناب! رات کو میں نے دو آدمیوں کو پکڑا ہے۔ یہ دونوں خود کو ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ سے متعلق بتاتے ہیں۔ ایک کا نام ظہیر ہے اور دوسرے کا فیروز------ رات دو بجے یہ ٹیلی فون لائنیں ٹیپ کر رہے تھے۔ انھوں نے جو کارروائی کی ہے' اسے جوں کا توں لکھ دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" طاہر نے کہا۔

"گڈ------ مجھے امید تھی کہ سیٹھ جبار' اس قسم کی حرکت ضرور کرے گا۔ تم' اعظم اور دوسرے افراد کو بھی ہوشیار کر دو۔ ان سے کہو کہ پوری کوٹھی کے چپے چپے کا جائزہ لیا جائے۔ اب سیٹھ جبار ہر وہ کوشش کرے گا جو اس کے بس میں ہو گی------ اور تم' ان دونوں آدمیوں کو میرے سامنے لاؤ۔"

"جی بہتر------" طاہر نے کہا اور پلٹ گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی------ تھوڑی دیر بعد دو آدمی میرے سامنے پیش کیے گئے۔ معمولی سے آدمی تھے اور ان کے چہرے اترے ہوئے تھے اور وہ سخت خوف زدہ تھے۔ میں نے پر سکون نگاہوں سے انہیں دیکھا اور سوال کیا۔

"ٹیلی فون لائنیں کیوں ٹیپ کر رہے تھے؟"

"جناب------ آپ یقین کریں کہ ہم ایسا نہیں کر رہے تھے۔"

"دیکھو' تم جو کچھ کر رہے تھے' اس کا ثبوت موجود ہے۔ رات کو دو بجے' ٹیلی فون کے محکمے کے افراد کبھی کسی کے ہاں کام کرنے نہیں جاتے۔ تم جانتے ہو کہ تمھاری پوزیشن کتنی مشکوک ہے۔"

"جناب ہم ڈیوٹی پر تھے۔ ہمیں یہاں سے کسی نے اطلاع دی تھی کہ ٹیلی فون لائنیں خراب ہیں۔ ہم نے سوچا' اتنے بڑے آدمی کی کوٹھی ہے کہیں اوپر شکایت نہ پہنچ جائے۔ اس لیے ہم رات ہی کو کام کرنے چل پڑے تھے۔"

"گویا تم لوگ تعاون پر آمادہ نہیں ہو۔ ٹیلی فون لائنیں ٹھیک نہیں بلکہ ٹیپ کی گئی ہیں۔ میں صرف اس شخص کا نام جاننا چاہتا ہوں جس کے ایما پر تم یہ کام کرنے آئے تھے۔"

"آپ یقین کریں صاحب! آپ ہمارے محکمے سے معلوم کرلیں کہ رات، ہم ڈیوٹی پر تھے۔"

"اور ٹیلی فون لائنیں ٹیپ کرنے آئے تھے، کیوں؟"

"جی نہیں----- یہ ہم پر الزام ہے۔"

"طاہر! یہ لوگ کسی شریفانہ سلوک کے مستحق نہیں ہیں----- ان دونوں کو پولیس کے حوالے کر دو اور جس پولیس افسر کے حوالے انھیں کیا جائے، اسے یہ ہدایت کر دی جائے کہ پرنس دلاور، ان کے بارے میں مکمل رپورٹ چاہتے ہیں----- اور جب تک یہ حقیقت نہ اگل دیں، انھیں ضمانت پر رہا نہ کیا جائے ورنہ اس پولیس افسر سے جواب طلبی کی جائے گی۔"

"بہتر، جناب!" طاہر نے کہا اور ان دونوں کو لے کر نکل گیا۔ سیٹھ جبار کی طرف سے یہ پہلی کوشش تھی۔ بہر طور، میں اس سلسلے کو وہی رنگ دینا چاہتا تھا جو میری گرفتاری کے وقت، میرے لیے تھا۔ سیٹھ جبار نے اپنی ذاتی کوششوں اور ناجائز ذرائع سے مجھے اس درجے پر پہنچایا تھا۔ اب میں اس کا قرض اُسے لوٹا دینا چاہتا تھا۔

بہرطور، اس کے بعد زندگی کے دوسرے معمولات شروع ہو گئے۔ کل عظمت کی شادی کا دن تھا۔ اس لیے میں آج کا دن کسی اور مصروفیت میں نہیں گزارنا چاہتا تھا۔ میں تیار ہو کر عظمت کے گھر پہنچ گیا۔

عظمت بھی دفتر سے چھٹی لے رکھی تھی۔ فرحت اللہ صاحب نے چند عزیزوں کو مدعو کیا ہوا تھا۔ میں بھی ان میں شامل ہو گیا----- عظمت اور فرحت اللہ صاحب نے بہت کوشش کی کہ میں کوئی کام نہ کروں لیکن میرے لیے یہ بہت بڑی خوشی تھی کہ میرا دوست زندگی کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہا تھا----- وہ میری طرح----- بدنصیب نہیں تھا کہ مصیبتوں میں پھنس کر، خوشیوں سے اتنی دور چلا جاتا کہ زندگی ایک مذاق معلوم ہونے لگتی۔

وہ پورا دن میں نے ان لوگوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے گزارا اور پھر رات کو بھی وہیں رہا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح میں پروفیسر شیرازی کے ہاں پہنچ گیا۔ یہاں مہمانوں کے استقبال کی تیاری مکمل تھی۔ میں نے مہمانوں کی ضیافت کے لیے بہترین----- بندوبست

کیا۔

راشدہ دلہن بنی بیٹھی تھی۔ میں اس کے پاس پہنچا تو اس کی آنکھیں شرم سے جھک گئیں۔ اس وقت کمرے میں میرے اور راشدہ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے خوشی ہے، راشدہ! کہ تمہاری امی کی ایک آرزو آج پوری ہو رہی ہے۔"

راشدہ نے نم پلکیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر گردن جھکا لی۔

"بولو، راشدہ----- تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"منصور! امی ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں-----" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہاں----- لیکن ان کی روح ہمارے درمیان ہے----- وہ خوش ہو گی کہ ان کی بیٹی آج اپنی زندگی کے اہم دور میں داخل ہو رہی ہے۔ ہم اُن کی روح کو غم زدہ نہیں کریں گے، راشدہ!"

"ایک بات کہوں منصور؟" راشدہ آہستہ سے بولی۔

"ہاں ہاں، کہو-----"

"میری آرزو ہے کہ تم بھی اپنی زندگی کا ایک ساتھی تلاش کر لو۔ تم جانتے ہو، منصور! میں تمہارے دکھ میں برابر کی شریک ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ تمہیں وہ سب کچھ مل جائے جس کی تمہیں تلاش ہے----- لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ تمہاری زندگی کو ایک مخصوص ڈگر پر دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"ممکن ہے، زندگی میں یہ مقام بھی آ جائے لیکن فی الحال تم اپنے بارے میں سوچو، راشدہ! عظمت بہت اچھا انسان ہے----- وہ بھٹک رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میری تھوڑی سی کوششوں نے اسے بھٹکنے سے بچا لیا----- اور آج وہ زندگی کے اس خوبصورت راستے پر قدم رکھ رہا ہے جو ہر انسان کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے----- بہرحال میری تمام تر خوشیاں اور دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

راشدہ نے گردن جھکا لی۔ اس کا بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ میں اس کی کیفیت کو اچھی طرح سے سمجھ رہا تھا، لیکن اس سلسلے میں ایک لفظ بھی کہنا گناہ تھا۔ راشدہ مجھے چاہتی تھی، اس وقت سے جب اس نے مجھے ایک ڈرائیور کے روپ میں دیکھا تھا----- پھر جب اس نے میرا دوسرا روپ دیکھا تو خاموشی سے پیچھے ہٹ گئی لیکن اس کے احساسات و جذبات اب تک وہی تھے----- میں چاہتا تھا----- کہ وہ عظمت کے ساتھ ناانصافی نہ کرے۔

شام کو عظمت کی برات آ گئی------ پھر عظمت اور راشدہ کو ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کا ساتھی بنا دیا گیا------ اور ہم نے راشدہ کو نیک دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

یہ خوشی اور مسرت کی رات' میں نے پروفیسر شیرازی کے ہاں گزاری۔ راشدہ کے چلے جانے سے سب لوگ کچھ افسردہ سے تھے میں نے سرخاب سے کہا۔ "افسردہ ہونے کی ضرورت نہیں سرخاب------ بلکہ مسرت کی بات یہ ہے کہ زندگی میں ایک دلچسپی پیدا ہوئی۔ کاش' میرا ایاز بھی مجھے مل جاتا۔ میرا دل' اس کے لیے بہت دکھی ہے۔"

"آپ نے ایک بات کہی تھی' بھیا!"

"وہ کیا------؟"

"یہی کہ ایاز بھیا کسی لڑکی کو پسند کرتے تھے۔ شاید شمو نام تھا' اس لڑکی کا------ آپ نے نظرانداز کر دیا ہے۔ وہ' ایاز کی زندگی میں شامل تھی۔ ہم ایاز کو نہیں پا سکے لیکن شمو کا تحفظ کرنا تو ہمارا فرض ہے' بھیا! ہم' اسے بھولے ہوئے ہیں۔"

"نہیں' سرخاب! میں اسے بھولا نہیں ہوں۔ عظمت کے ذریعے میں' اس کے حالات سے با خبر رہتا ہوں۔ وہ اب بھی وہیں رہتی ہے۔"

"پتہ نہیں' بے چاری کن حالات میں ہو۔ کیا ہم پر فرض نہیں کہ اس پر توجہ دیں۔"

"ہاں' سرخاب فرض تو ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ اب تک ہم نے اپنے فرض سے غفلت برتی ہے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے' راشدہ کی کمی پوری کر لیں؟"

"وہ کیسے------؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"شمو کو یہاں لا کر۔" سرخاب نے ہنس کر کہا۔

"بھئی' بڑی چالاک ہو۔ میں بھی تمہاری اس رائے سے متفق ہوں۔ ایسا کرو' گل کو ساتھ لے کر وہاں ہو آؤ------ اگر وہ یہاں آ جائیں تو پھر بات ہی کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کل ہی یہ کام کر لوں گی۔ آپ ذرا مجھے اس کا پتہ بتا دیجئے۔"

"لکھ لو۔" میں نے کہا------ اور سرخاب کو اس کا پتہ لکھوا دیا۔ سرخاب نے واقعی بڑی دلچسپ بات کہی تھی۔ ہر چند کہ ایاز کے لیے میرے دل میں زخم تھا۔ وہ میرا سچا دوست اور ساتھی تھا------ جو لمحات میں نے ایاز کے ساتھ گزارے تھے' وہ کسی کے ساتھ نہیں گزارے تھے۔ وہ میری عسرت کی زندگی کا ساتھی اور بڑا ہی دلچسپ انسان تھا۔ نہ جانے اب کہاں تھا' زندہ بھی تھا یا مر گیا------ بہر طور اگر میں اس کے لیے شمو کی

حفاظت نہ کر سکا تو میرے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہو گا۔ سرخاب نے اس احساس کو جگا کر درحقیقت مجھ پر احسان کیا تھا۔ ہمارے درمیان سب باتیں طے ہو گئیں تو------ میں' پروفیسر سے اجازت لے کر اپنی قیام گاہ پر واپس پہنچ گیا۔

اینجل کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ دو بار فون کر چکی ہے۔ فینی نے اطلاع دیتے ہوئے کہا۔

"سر! میں نے اس کے لہجے میں عجیب سا اضطراب محسوس کیا ہے کہ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہے۔ آپ جان بوجھ کر اس سے گفتگو نہیں کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' فینی! میں اس سے بات کر لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"سر' ویسے ایک بات کہوں؟" فینی بولی۔

"ہاں' کہو۔"

"لڑکی پریشان کن حالات کا شکار معلوم ہوتی ہے------ آپ' میرا مطلب سمجھ رہے ہوں گے۔" فینی مسکرا دی۔

"فینی! میں تمہارا مطلب اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ شرارت بالکل نہیں۔"

"نہیں' سر------ یہ شرارت نہیں ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔ بہت خوبصورت لڑکی ہے------ اور پھر آپ کے دوست کی بیٹی ہے۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو' تم؟"

"کچھ نہیں' سر! بس کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ آپ سے بے تکلف ہو کر بات کی جائے۔"

"اگر یہ بات ہے تو چلو ٹھیک ہے۔ اچھا یہ سناؤ------ باقی معاملات کیسے رہے ان دو دنوں میں؟ میں تو بے حد مصروف رہا۔"

"کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی سر! صرف صائمہ روشن علی نے آپ کے بارے میں دریافت کیا تھا۔"

"ہوں------ ٹھیک ہے۔ میں اسے فون کر لوں گا۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔

صائمہ روشن علی کو فون کرنے سے پہلے میں نے طاہر اور اعظم کو طلب کیا۔ وہ دونوں میرے پاس پہنچ گئے۔

"کوٹھی کے جائزے کے بارے میں' میں نے تمہیں جو ہدایات دی تھیں' ان کا کیا رہا؟" میں نے طاہر سے پوچھا۔

"جناب! نہ صرف ٹیلی فون وائرنگ چیک کی گئی ہے بلکہ اس سلسلے میں کچھ اور بھی اقدامات کیے گئے ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کو ہدایات دے دی گئی ہیں۔ انھیں بتایا گیا ہے کہ پرنس دلاور کی کوٹھی کے ٹیلی فون ٹیپ کرنے کی ـــــ کوشش کی گئی ہے اور اس سلسلے میں جو دو افراد گرفتار ہوئے ہیں' وہ اسی محکمے سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک افسر اعلیٰ کے تعاون سے ایکس چینج کا وہ حصہ بالکل محفوظ کر دیا گیا ہے جس کا تعلق پرنس دلاور کی کوٹھی اور دفاتر سے ہے۔ اس کے علاوہ ـــــ ہم نے الیکٹرونک آلات کی مدد سے کوٹھی کے چپے چپے کا جائزہ لیا ہے اور ہر ایسی چیز کو چیک کیا ہے جس میں کوئی ڈکٹا فون وغیرہ چھپائے جانے کے امکانات موجود ہیں۔"

"ویری گڈ ـــــ" میں نے مطمئن انداز میں کہا ـــــ پھر ان کے جانے کے بعد میں نے صائمہ روشن علی کو فون کیا۔

"صائمہ! میں پرنس بول رہا ہوں۔"

"ہیلو' پرنس! آپ کو میرے فون کے بارے میں تو بتا دیا گیا ہو گا؟" ـــــ

"ہاں' میں مصروف تھا۔"

"کچھ اطلاعات ہیں' پرنس!"

"بتاؤ ـــــ"

"محکمہ داخلہ اور محکمہ دفاع کی جانب سے پروجیکٹ کے سلسلے میں فوری طور پر منظوری دے دی گئی ہے۔ دونوں محکمے اس سلسلے میں آپ کی تنہا شمولیت سے مطمئن ہیں اور ہمیں وہ کاغذات فراہم کر دیے گئے ہیں جن کے تحت ہم کلی طور پر اس پروجیکٹ کے لیے سرمایہ فراہم کر سکتے ہیں ـــــ اور اس سلسلے کی ابتدائی تفصیلات جلد ہی ہمارے حوالے کر دی جائیں گی۔ وزارت داخلہ کا ایک افسر' مجھ سے ملاقات کر چکا ہے۔"

"کیا اس سلسلے میں کوئی پریس نوٹ وغیرہ جاری کیا گیا؟"

"نہیں پرنس ـــــ لیکن میں یہ کاروائی مکمل کر چکی ہوں۔"

"کیا مطلب ـــــ؟"

"کل کے اخبارات' ایک ضمیمہ چھاپ رہے ہیں جس میں اس پروجیکٹ کی تفصیلات درج ہوں گی اور اس کے ساتھ ہی وزارت داخلہ کا یہ اعلان بھی کہ پرنس دلاور' اس پروجیکٹ کے چیرمین ہیں اور وہی اسے تکمیل کے مراحل تک لے جائیں گے۔ اگر آپ کی

اس سلسلے میں کوئی رائے ہو تو مجھے آگاہ کر دیجیے؟"

"میرا خیال ہے' سب کچھ مناسب ہے۔"

"پرنس! وہ آپ کی تصویر مانگ رہے تھے لیکن میں نے معذرت کر لی کہ پرنس کی اجازت کے بغیر یہ ناممکن ہے۔"

"یہ بھی اچھا ہی کیا' صائمہ! میں تصویر دینے کے حق میں نہیں ہوں۔" میں نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے' میں نے صحیح کیا ـــــ اور ہاں' پرنس! حاجی الٰہی کو رقم دے دی گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے اور کچھ ـــــ؟" میں نے پوچھا۔

"بس' فی الحال' تو یہی اطلاعات تھیں جو میں آپ تک پہنچانا چاہتی تھی۔"

"شکریہ' صائمہ ـــــ اگر ضرورت پڑی تو میں اس سلسلے میں مزید ہدایات دوں گا۔" میں نے کہا اور کریڈل دبا کر عدنان سے رابطہ قائم کیا۔

اس نے بھی تمام معاملات ٹھیک ہونے کی اطلاع دی ـــــ اس نے بتایا کہ ابھی کوئی خاص بات نہیں ہے اگر ہوئی تو وہ' مجھے اطلاع دے گا۔ گویا فی الحال فرصت ہی فرصت تھی۔ چنانچہ میں نے اینجل کے دیے ہوئے نمبروں پر اسے رنگ کیا۔

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی تو میں نے اینجل کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ اینجل اس وقت موجود نہیں ہے۔

"ان سے کہنا کہ پرنس دلاور نے فون کیا تھا اور شام چار' پانچ بجے کے درمیان مجھے رنگ کر لیں۔" دوسری طرف سے بولنے والی نے اطمینان دلایا کہ یہ پیغام اینجل تک پہنچا دیا جائے گا۔

زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف اینجل تھی۔

"ہیلو' پرنس! خیریت؟ کہاں چلے گئے تھے؟"

"بس' اینجل ـــــ کچھ مصروفیات تھیں۔"

"ہاں' میں جانتی ہوں' آپ کی مصروفیات بے پناہ ہیں۔ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ شاید آپ نے مجھے اس قابل ہی نہ سمجھا کہ دوبارہ مجھ سے رابطہ قائم کرتے۔"

"چلو' اپنی اس سوچ کو ذہن سے نکال دو۔ یہ بتاؤ' کب اور کہاں مل رہی ہو؟"

"یہ فیصلہ تو آپ ہی کریں' پرنس!"

"اینجل! میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں ہم محتاط رہیں۔ تم' میری بات سمجھنے کی

کوشش کرو۔ ہماری شخصیتیں اتنی غیر معروف نہیں ہیں کہ لوگ ہماری طرف متوجہ نہ ہوں اور اگر کچھ لوگ متوجہ ہو گئے تو ہماری ان ملاقاتوں میں نہ جانے کیا کیا رنگ آمیزی کی جائے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں' پرنس!"

"تو پھر یوں کرو کہ شام پانچ بجے' کراس اسٹریٹ پر ملو۔ میں وہاں تمہارا انتظار کروں گا۔ اس کے بعد ہم کسی مناسب جگہ بیٹھ کر بات چیت کریں گے۔"

"شام کو کیوں' پرنس؟ کیا اس وقت آپ بہت مصروف ہیں؟" اینجل بولی۔

"نہیں کوئی خاص مصروفیت تو نہیں لیکن وہ وقت ذرا----- موزوں ہوتا ہے۔"

"نہیں' پرنس! پلیز----- آپ وقت نکالیے میں ابھی آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"اچھا تو ایک گھنٹے بعد اسی جگہ یعنی کراس اسٹریٹ کے چوراہے پر' جہاں ایک بہت بڑا نیون سائن لگا ہوا ہے' میری گاڑی' اس کے نیچے کھڑی ہو گی۔"

"میں پہنچ جاؤں گی' پرنس!" اینجل نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر دیا----- تھوڑی دیر بعد' میں نے ایک عام سا لباس تبدیل کیا اور پھر ایسی گاڑی نکالی جو زیادہ تر استعمال میں نہیں آتی تھی۔ اس کے بعد میں چل پڑا۔

کراس اسٹریٹ کے مطلوبہ چوراہے تک پہنچنے میں مجھے زیادہ دیر نہیں لگی۔ میں نے گاڑی اس نیون سائن کے نیچے روک دی جس کی نشان دہی میں نے اینجل کو کی تھی۔ زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار' میری کار کے برابر آ کھڑی ہوئی اور اینجل' مجھے دیکھ کر نیچے اتر آئی۔ وہ بہت مسرور نظر آ رہی تھی۔ وہ بھی سادہ سا لباس زیب تن کیے ہوئے تھی اور اس میں بھی اس کی شخصیت بڑی پر کشش نظر آ رہی تھی۔ میں نے گردن خم کر کے' اسے خوش آمدید کہا اور وہ میرے برابر والی سیٹ پر آ بیٹھی۔

"آپ کی کار کا کیا کریں' اینجل؟"

"یہیں کھڑی رہنے دیں۔ واپسی میں لے لیں گے۔"

"نہیں' لوگ متوجہ ہوں گے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔"

"پھر جیسا آپ کہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"یوں کرو کہ اپنی کار میں میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

"آپ نے کسی جگہ کا انتخاب کر لیا ہے؟"

"ہاں-----" میں نے کہا اور وہ اتر کر اپنی کار کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہماری کاریں' آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں----- میں نے وانسن ایونیو کا رخ کیا تھا۔ یہاں

میرا وہ مکان تھا جو میں نے عظمت کی وساطت سے خریدا تھا----- اور اب اس مکان کو میں پہلی دفعہ استعمال کر رہا تھا۔

جب ہماری کاریں آگے پیچھے وہاں پہنچیں تو چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ اسے میرے بارے میں مفصل ہدایات دے دی گئی تھیں۔

اینجل کار سے اتر کر میرے قریب آ گئی۔ "یہ بھی آپ ہی کا بنگلہ ہے' پرنس!"

"آیئے مس اینجل! اپنے اس چھوٹے سے مکان میں آپ کی آمد سے میں بے حد خوش ہوں۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے' پرنس! کہ ہم اس طرح تنہائی میں مل رہے ہیں۔" وہ میرے ساتھ قدم بڑھاتی ہوئی بولی----- اور میں اسے لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔

"بہت خوبصورت بنگلہ ہے' آپ کا----- آپ کی طبیعت میں بھی بے حد نفاست ہے۔"

"شکریہ مس اینجل!" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور اسے دیکھنے لگا۔ اینجل کی نگاہیں مجھ سے ملیں اور شرما کر جھک گئیں۔

"آپ بھی سوچ رہے ہوں گے' پرنس! کہ میں کس قسم کی لڑکی ہوں۔ ویسے میں نے فون پر آپ سے جو گفتگو کی تھی وہ ذرا بدتمیزی کی حد تک تھی۔ آپ نے محسوس تو نہیں کیا؟"

"نہیں' اینجل! سچائی کسی بھی صورت میں غلط نہیں ہوتی۔ آپ نے جو کچھ کہا تھا' میں نے اس کی گہرائی پر غور کیا تھا۔"

"پرنس! میرے دل میں جو کچھ ہوتا ہے' میں برملا کہہ دیتی ہوں۔ اس وقت جو کچھ میں نے آپ سے کہا تھا' اس میں کوئی----- کھوٹ نہیں تھی۔ آپ پرنس ہوں یا منصور' مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ میرا دل آپ کی طرف کھنچا تو میں نے آپ سے اس کا اظہار کر دیا۔"

"اینجل! میں بھی اب تک اتنا مصروف رہا تھا کہ زندگی کے دوسرے لوازمات کے بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں۔ میں نے شادی نہیں کی----- اور اس کی بنیادی وجہ شاید یہ ہے کہ میرے سرپرست نہیں ہیں۔ انسان کی زندگی میں بہت سی خواہشات جنم لیتی ہیں لیکن بعض خواہشات کے سلسلے میں وہ بزرگوں کے سہارے کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ شاید میری بھی یہی کیفیت ہو۔"

"پرنس! کیا آپ کے والدین موجود نہیں ہیں؟" اینجل نے پوچھا۔

"والد کا انتقال ہو چکا ہے اور ماں بچھڑ گئی ہے۔ اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں پتہ نہیں' اس کا وجود روئے زمین پر باقی ہے یا نہیں۔" میں نے کہا۔ اینجل ہمدردانہ نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔ حالانکہ ایک لمحے کے لیے میں جذباتی ہو گیا تھا لیکن پھر بھی میری باریک بین نگاہیں اینجل کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر سوائے ہمدردی کے کوئی تاثر نہ ابھرا تھا۔ جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ منصور کے حالات زندگی سے ناواقف ہے----- ظاہر ہے' سیٹھ جبار جیسا زیرک اور جرائم کی دنیا کا آدمی اپنی بیٹی کو اپنے معاملات سے آگاہ نہیں کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر اینجل نے کہا۔ "لیکن آپ کی والدہ' آپ سے کیسے بچھڑ گئیں؟"

"بس' اینجل! طویل کہانی ہے' کبھی فرصت سے سناؤں گا۔ آپ نے میرے ذہن کے وہ تار چھیڑ دیئے ہیں جن کے ارتعاش سے میرا دل اداسیوں میں ڈوب جاتا ہے۔"

"تعجب کی بات ہے پرنس آپ جیسا بڑا آدمی بھی دکھوں کا شکار ہے۔ میرا تو خیال تھا کہ دکھ آپ کے قریب سے بھی نہ گزرے ہوں گے۔"

"نہیں' اینجل! دکھوں سے کوئی خالی نہیں ہے۔"

"بڑی گھمبیر گفتگو ہو گئی ہے' ہماری----- چلئے موضوع بدل دیتے ہیں۔" اینجل نے مسکرا کر کہا۔

"بدل دیں۔" جواباً میں بھی مسکرا دیا۔

"تو پھر سوال نمبر ایک----- جواب ضرور دیجئے گا۔"

"آپ کی اس حسین زندگی میں کبھی کسی لڑکی نے مداخلت نہیں کی؟"

"کی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ----- کون تھی' وہ؟"

"تھی نہیں ہے----- اور یہ مداخلت بھی اچانک ہی ہوئی ہے اس کی مجھے توقع نہیں تھی۔" میں نے کہا اور اینجل میری بات کا مطلب سمجھ کر کسی قدر شرما گئی۔

"اچھا----- مداخلت کرنے والی کو آپ نے سزا نہیں دی؟"

"بس کیا بتاؤں----- بہت سی وجوہات ہیں۔ حالات اس طرح بکھرے ہوئے ہیں کہ مداخلت کار میرے زیر اثر نہیں ہے۔"

"کون ہے وہ؟ مجھے بتایئے۔ میں' اسے سزا دینے میں آپ کی مدد کروں گی۔"

"پہلے اس سزا کے بارے میں تو مجھ سے پوچھ لیں۔"

"چلئے' پہلے سزا کے بارے میں بتا دیجئے۔"

"میں اسے محبت کی زنجیروں میں جکڑ کر ہمیشہ کے لیے اپنے گھر میں قید کر لینا چاہتا

"

"اوہ----- یہ تو سزا نہ ہوئی۔ آپ کے اس خوبصورت محل میں جانے کی آرزو کون رے گا۔"

"آپ نے میرا وہ محل دیکھا ہے؟"

"نہیں صرف سنا ہے لیکن وہاں تک جانے کی جرات نہ کر سکی۔"

"میری دلی خواہش ہے کہ آپ کبھی اس محل میں جائیں لیکن میری بدنصیبی کہ آپ یڈی' میرے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔"

"ہاں' میں یہ محسوس کر چکی ہوں----- پتہ نہیں' پرنس! ڈیڈی کو آپ سے کیا ہے۔ وہ صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ----- منصور ہیں یا پرنس دلاور----- س سلسلے میں وہ نہ جانے کیا کیا کوششیں کر رہے ہیں۔"

"ان کی یہ غلط فہمی نہ صرف خود ان کے لیے بلکہ میرے لیے بھی شدید مشکلات کا ن سکتی ہے۔"

"حالانکہ یہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"ہاں' اینجل میں بھی اسی تفکر کا شکار ہوں۔ اس سے پہلے مجھے کسی کی پروا نہیں تھی نسان بعض حالات میں بری طرح مجبور ہو جاتا ہے۔"

"پرنس! یہ غلط فہمی دور ہونی چاہیے۔"

"بہت مشکل ہے' اینجل! آپ' مجھ سے زیادہ اپنے ڈیڈی کو جانتی ہوں گی۔ جب کسی رتے ہیں تو اس کے بارے میں کوئی بہتر بات سننا پسند نہیں کرتے۔ میں تو اب ان ے میں کسی اور ہی انداز میں سوچنے لگا ہوں۔"

"وہ کیا-----؟"

"وہ یہ کہ ان کے معاملات سے واقف رہنے کی کوشش کروں تاکہ حالات کے تحت ان کی غلط فہمی دور ہو۔"

"آپ ان کے کون سے معاملات سے واقف رہنا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ وہ میرے خلاف کیا کر رہے ہیں۔ اگر کسی طرح مجھے یہ معلومات حاصل ہوتی میں' ان کی ہر وہ غلط فہمی دور کر دوں گا جو میرے لیے ان کے ذہن میں پیدا ہو

گی۔"

اینجل کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر گردن ہلا کر بولی۔" اگر آپ کہیں' پرنس کے سلسلے میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں۔"

"نہیں اینجل! میں نہیں چاہتا کہ اس سلسلے میں باپ' بیٹی کے درمیان کوئی رنجش ہو۔"

"نہیں ڈیڈی مجھے بہت چاہتے ہیں۔ میں ان کی اکلوتی بیٹی ہوں۔"

"اوہ----- لیکن آپ کیا کر سکیں گی' مس اینجل؟"

"میں ڈیڈی کی جاسوسی کروں گی۔"

"وہ کس طرح؟"

"اب اتنی احمق بھی نہیں ہوں۔ آپ یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیجیے۔ میں ڈیڈی کو معمولات کی رپورٹ تیار کرتی رہوں گی----- اور پھر جب بھی ملاقات ہو گی' آپ کو دوں گی۔ فون پر آپ کو نہیں بتا سکتی۔ کیونکہ کوٹھی کی بہت سی لائنیں مشترک ہیں۔ اور فون پر ہماری گفتگو سنی جا سکتی ہے۔"

"اینجل! اگر آپ یہ کام کر لیں تو ہماری بہت سی مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ میری ذمے داری ہے----- اب اور کچھ -----؟"

"بس' شکریہ!" میں نے کہا اور اینجل مسکرا دی۔

تمام اخبارات نے آٹھ آٹھ صفحات کے ضمیمے چھاپے تھے۔ صائمہ روشن علی نے کیا تھا۔ اب تک میں نے جتنے سماجی کام کیے تھے' ان کی تفصیلات مع تصاویر موجود تھیں اس کے علاوہ----- مستقبل کے کئی منصوبے بھی درج تھے اور اب اس نیم فوجی ادارے کی مکمل مالی اعانت----- اور اس پیش کش کی تفصیل تھی جس میں پچھتر فی صد ادارے کی ترقی کے لیے وقف کر دیا گیا تھا۔ گویا لاکھوں روپے ماہوار کی مسلسل امداد ادارے کو فراہم کی گئی تھی۔ وزیر داخلہ اور وزیر دفاع کا پیغام تہنیت----- بھی شامل تھا۔

تھوڑی دیر بعد پروفیسر شیرازی کا فون موصول ہوا۔" آپ کا ایک مداح بول رہا ہے پرنس! شیرازی کہتے ہیں خادم کو۔"

"خیریت' پروفیسر؟"

"جذبات بے قابو ہو گئے تو باز نہ رہ سکا۔ میری اور سب کی طرف سے مبارکباد قبول کرو۔"

"یہ سب آپ کے جوتوں کے طفیل ہے' پروفیسر!"

"خدا حافظ! میں اپنے جوتے تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ رات تک تو یہیں تھے۔" انھوں نے کہا اور فون بند کر دیا اور میں ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔

بارہ بجے کے قریب تغلق خان کی ایک تحریری رپورٹ موصول ہوئی۔

صورت حال ایسی تھی چیف! کہ رپورٹ' اس انداز میں آپ تک پہنچانی پڑی۔ کل کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ سیٹھ جبار کو کسی طرح علم ہو گیا تھا کہ فوجی پروجیکٹ مکمل طور پر پرنس کے قبضے میں چلا گیا ہے۔ اس کی ذہنی حالت بہت خراب ہے۔ رات دو بجے بھاگا ہوم منسٹر کے گھر گیا۔ چار بجے واپس آیا----- پھر بہت سے فون کیے۔ یہاں تک کہ میں ان ضمیموں کو رکوانے کی کوشش کی لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ ہوم منسٹر نے شاید کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ اس کی سب ہوا نکل چکی ہے۔ سرکاری ادارے بھی اب اس سے تعاون نہیں کر رہے----- سب سے خاص بات یہ ہے کہ کوٹھی سے جن دو افراد کو گرفتار کر کے پولیس کے سپرد کیا گیا ہے' سیٹھ جبار ان کی رہائی میں ناکام رہا ہے۔ انھوں نے پولیس کے سامنے قبول کر لیا ہے کہ انھیں سیٹھ کے ایک آدمی نے رشوت دے کر' اس کام کے لیے مجبور کیا تھا۔

تازہ ترین رپورٹ کا ایک حصہ ہے' پرنس! اس سے قبل کی ایک اور رپورٹ شہبون نامی ایک یونانی جہاز' فرناس سے یہاں پہنچ رہا ہے۔ اس کا کپتان فلپ شہباز فورترے کا گہرا دوست ہے۔ اس جہاز پر بیس افراد کا عملہ ہے جن میں گیارہ نو مقامی ہیں۔ جہاز میں آلات جراحی اور پرانے کپڑوں کی گانٹھیں لدی ہوئی ہیں میں بہت بڑی تعداد میں اسلحہ موجود ہے۔ جہاز پرنس دلاور کے نام چارٹرڈ ہے۔ دس لاکھ روپے دیے گئے ہیں جس کے عوض' وہ گرفتار ہونے کے بعد بیان دے گا پرنس دلاور کا آدمی ہے اور اس سے قبل بھی تین بار اسلحہ لا چکا ہے۔ پرنس دلاور اسمگلر ہے اور بہت سے جہاز اس کے لیے کام کرتے ہیں۔ عملے کے نو مقامی آدمی بھی کا اعتراف کریں گے کہ وہ' پرنس کے تنخواہ دار ہیں۔ یہ جہاز چل چکا ہے اور ماہ کی پندرہ' سولہ تاریخ کو یہاں پہنچے گا----- خادم۔"

تغلق خان کی یہ رپورٹ پڑھ کر میں ششدر رہ گیا۔ تو یہ شہباز فورترے کا کارنامہ تھا۔ شاندار چال تھی۔ اتنے اعلیٰ پیمانے پر اخراجات کر کے کوئی اور یہ سازش تیار کر سکتا تھا۔ یہ ثابت کرنا بہت مشکل ہو جائے گا کہ یہ سازش ہے۔ سیٹھ جبار نے داؤ لگایا تھا----- اور اس کے توڑ کے لیے کسی منظم کاروائی کی ضرورت تھی

لیکن یہ کارروائی کیا ہونی چاہیے؟

میں نے فینی کو بلا کر ہدایت کی کہ کوئی فون موصول نہ کیا جائے اور نہ کوئی پروگ
بنایا جائے ----- اس کے جانے کے بعد میں دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا ----- اور
تک سوچتا رہا۔ ایک منصوبہ میرے ذہن میں آ رہا تھا' ایک خطرناک منصوبہ لیکن اس
بارے میں میرا ذہن کش مکش کا شکار تھا اور یہی کش مکش میری کمزوری تھی جس نے
اس حال کو پہنچایا تھا ----- پھر ایک فیصلہ کر کے میں فون کے قریب پہنچ گیا اور عدنان
طلب کر لیا۔

عدنان کے پہنچنے پر تغلق خان کا خط میں نے اس کے سامنے رکھ دیا۔ عدنان نے
بار اسے پڑھا پھر اس کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار پھیل گئے۔

"اس میں شک نہیں کہ سیٹھ جبار نے بہت بڑا رسک لیا ہے ----- اگر ہم طو
عرصے تک اس سازش کی چھان بین کرتے رہے تو یقیناً کامیاب ہو جائیں گے لیکن فو
طور پر پرنس کی شخصیت پر بہت بھاری ضرب پڑے گی۔ اخبارات کو بھی اس کے لیے
کر لیا گیا ہو گا خواہ بعد میں انھیں تردید شائع کرنی پڑے۔"

"حل ----- مائی ڈیر عدنان!"

"بہت کچھ سوچنا ہو گا' پرنس!"

"اس سلسلے میں غوزی خان سے کام لیا جائے گا۔ اگر تم ----- مصروف ہو تو
خود اس آپریشن پر کام کروں گا۔"

"نہیں پرنس! میری کوئی خاص مصروفیات نہیں ہیں۔ صرف ان لوگوں سے رقم
وصولیابی میں مصروف ہوں۔ اس کے علاوہ پرنس فورلیس کا انتظار ہے۔ میں اس اسا
ہاتھ سے نکلنے دینا نہیں چاہتا۔"

"ٹھیک ہے' تم اپنا کام جاری رکھو۔ یہ کام میں کر لوں گا۔"

عدنان کسی سوچ میں گم ہو گیا ----- پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "مجھے
سلسلے میں چند گھنٹے عنایت کریں' پرنس! میں سوچنا چاہتا ہوں لیکن اس دوران میں'
کارروائی جاری رکھوں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ جہاز کہاں تک پہنچا ہے۔"

"مناسب ہے۔ میں تمہیں بارہ گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔" میں نے جواب د
عدنان' مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا ----- میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پرنس دلاو
شخصیت کو تباہ کرنے کے لیے' سیٹھ جبار کی یہ بہت بڑی چال تھی ----- جسے ہر حال
مجھے ناکام بنانا تھا۔

ذہنی طور پر میں خود کو اس مہم کے لیے تیار کر چکا تھا اور اس سلسلے میں کافی غور و
خوض کے بعد چند پروگرام بھی بنا چکا تھا۔ کوٹھی میں چار خطرناک آدمی مقیم تھے جن کے
بارے میں عدنان نے کہا تھا کہ ضرورت پڑنے پر یہ چار آدمی چالیس افراد پر بھاری پڑ سکتے
ہیں۔ طاہر اور اعظم تو میرے قریب ہی رہتے تھے۔ باقی دو یوسف اور مختار تھے۔ مختار کو میں
نے دور سے دیکھا تو میری مشکل حل ہو گئی۔ وہ میرے ہی قد و قامت کا نوجوان تھا۔ اگر
اس کے چہرے پر میک اپ کر دیا جاتا تو وہ میری جگہ لے سکتا تھا۔

مختار سے تو میں نے کوئی تذکرہ نہیں کیا لیکن دل میں فیصلہ کر لیا کہ اسے اپنی جگہ
چھوڑ دوں گا۔ بس دکھاوے کی بات تھی۔ باقی معاملات عدنان سنبھال لے گا۔ عدنان
علی الصباح پہنچ گیا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرے کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔

"خیریت' عدنان؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ساری رات سفر میں رہا ہوں' پرنس!"

"اوہ ----- کہاں گئے تھے؟"

"رسال پور ----- دراصل بڑی کوشش کر کے تغلق خان سے ملاقات کی اور پھر
اس سے غوزی خان کے بارے میں پوچھا۔ یہ میری خوش قسمتی ہی تھی کہ غوزی خان'
رسال پور میں موجود تھا۔ وہ وہاں اپنے کسی آدمی کی تلاش میں آیا تھا۔ اس سے ملاقات کر
کے میں نے اسے تفصیل بتائی۔ وہ وحشی انسان ہے لیکن تغلق خان سے بہت پیار کرتا
ہے۔ تغلق خان خود بھی اس سے آپ کے بارے میں بات کر چکا ہے اور غوزی خان کو
معلوم ہے کہ وہ' پرنس دلاور کے خاص آدمیوں میں شامل ہو چکا ہے۔ کئی گھنٹے' اس سے
تفصیلی گفتگو ہوئی۔ وہ واقعی سمندر کا بادشاہ ہے۔ اس نے حساب لگا کر بتایا کہ وہ جہاز' اس
وقت کہاں ہو گا۔ اس کا طریقہ حساب بھی عجیب تھا۔ موسم کا تجزیہ کیا' جہاز راں کمپنی کے
بارے میں معلوم کیا اور پھر بڑے وثوق سے اس کا تعین کر لیا کہ جہاز' اس وقت کہاں ہو
گا۔ مختصر یہ کہ وہ صبح نو بجے کی فلائٹ سے رسال پور سے چل پڑا ہو گا۔ ایک مخصوص
مقام پر پہنچ کر وہ سمندری ذرائع سے سفر کرے گا اور ٹھیک اسی مقام پر وہ' اس جہاز کو پکڑ

لے گا۔"

"او۔ کے' عدنان! اب تم آرام کرو۔ کافی تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔" میں نے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے کہا۔ "یہ کام اتنی جلدی ہو جائے گا میں نے سوچا بھی نہ تھا۔"

عدنان خاموشی سے سر جھکا کر چلا گیا---- اور میں' سیٹھ جبار کی ناکامیوں اور اس کی جھنجلاہٹ کے بارے میں سوچنے لگا اور مسکراہٹ خود بخود میرے ہونٹوں پر کھیلنے لگی۔

دو دن سکون سے گزر گئے۔ کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی۔ تیسرے دن' عدنان' میرے پاس آیا۔ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا جو کندھے پر ایک بڑا سا تھیلا اٹھائے ہوئے تھا۔ جب وہ شخص تھیلا رکھ کر باہر چلا گیا تو عدنان نے میرے سامنے تھیلے کی زپ کھول دی۔ تھیلے میں بڑے نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے مسکراتی نظروں سے عدنان کو دیکھا۔

"چار کروڑ' اسی لاکھ' باقی رہے' ایک کروڑ بیس لاکھ---- تو میرا خیال ہے' پرنس چند روز میں وہ بھی جمع ہو جائیں گے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ان فائلوں اور کاغذات کی قیمت جو آپ نے میرے حوالے کیے تھے۔ میں نے سب سے نقد رقمیں وصول کی ہیں اور ان میں سے دس آدمیوں کو ان کے کاغذات واپس کر دیے ہیں۔ صرف دو آدمی ایسے تھے جنھوں نے چالاکی دکھانے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ ان سے رقمیں وصول کرنے کے باوجود' ان کے کاغذات واپس نہیں کیے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر حسام احمد ہے' ایک پیشہ ور قاتل---- جو ڈاکٹری جیسے مہذب پیشے کو بدنام کر رہا ہے اور دوسرا ایک ریٹائرڈ آفیسر ہے۔ انھوں نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لہٰذا میں نے انھیں مناسب سبق دے کر ہدایت کر دی ہے کہ وہ ہر ماہ پچاس ہزار روپے ادا کریں گے۔"

میں' عدنان کو دیکھتا رہا۔ اس نے واقعی بڑی محنت سے یہ سب کچھ کیا تھا۔ میری نظر میں یہ شخص ہیرا تھا جس کے دل میں دولت کی طمع نہیں تھی۔ یہ رقم' اس کی ساری زندگی عیش و آرام میں گزارنے کے لیے کافی تھی لیکن اس نے لاپرواہی سے رقم کا یہ تھیلا' ردی کاغذ کے ٹکڑوں کی طرح میرے سامنے لا ڈالا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"عدنان! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں' اس کا پس منظر کیا ہے---- یہ رقم' میری ملکیت نہیں ہے' دوست۔ جس طرح تمھاری نظر میں' ان کاغذ کے ٹکڑوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے' اسی طرح میں بھی انھیں حقارت کی نگاہ سے دیکھ

ہوں۔ انسان کی زندگی میں' اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ ہر چند کہ---- یہ انسانی زندگی کی ضرورت ہیں---- لیکن ہمارا ایمان نہیں بن سکتے۔"

"میں جانتا ہوں' پرنس! کہ آپ نے اور کچھ عظیم لوگوں نے ان دولت مندوں کی درندگی کے خلاف ایک محاذ بنایا ہے' جو اپنی دولت کے سامنے' انسانی زندگی کو حقیر سمجھتے ہیں اور صرف اپنی تجوریاں بھرنے کے خواہاں ہیں۔"

میں خاموش رہا۔

تھوڑی دیر بعد عدنان چلا گیا اور میں نے رقم ایک محفوظ جگہ پر رکھ دی۔

شام کی چائے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ فینی نے سیٹھ جبار کے فون کی اطلاع دی۔ میں مسکراتا ہوا' فون کے قریب پہنچ گیا۔ سیٹھ جبار کا یہ پہلا فون تھا' میرے لیے۔

"پرنس دلاور بول رہے ہیں؟" دوسری طرف سے سیٹھ جبار کی آواز سنائی دی۔ بڑی شائستگی تھی' اس کے لہجے میں۔

"جی' فرمائیے---- کیسے زحمت کی؟"

"بھئی' ضرورت پیش آ گئی تھی' اس کی---- آپ کو کچھ حالات سے آگاہ کرنا تھا' پرنس!"

"جی' فرمائیے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"پرنس! محکمہ ٹیلی فون کے دو آدمی گرفتار ہوئے ہیں۔ پولیس کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کسی سے بھی اپنی مرضی کی بات کہلوا لینا' ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ پتہ نہیں' ان دونوں کو کیا سوجھی کہ انھوں نے میرا نام لے لیا۔"

"کس سلسلے میں' مسٹر جبار؟"

"اوہ' ہاں---- یہ تو میں بتانا ہی بھول گیا۔ انھیں' آپ کی کوٹھی سے گرفتار کیا گیا تھا۔ وہ غالباً" ٹیلی فون پول سے آپ کی ٹیلی فون لائنیں ٹیپ کر رہے تھے۔"

"جی ہاں---- میرے آدمیوں نے بتایا تو تھا کہ ایسے دو افراد---- رات دو بجے گرفتار کیے گئے تھے۔"

"ٹھیک ہے' پرنس! لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ کچھ لوگ' آپ کے اور میرے درمیان غلط فہمیاں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کئی سلسلوں میں مجھ تک بھی اسی قسم کی باتیں پہنچی ہیں جن میں آپ کا نام لیا گیا تھا۔ بعض معاملات میں مجھے شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے اور ان میں بھی آپ ہی کا نام میرے علم میں لایا گیا---- لیکن میں نے کہا" ذرا دوسری قسم کا آدمی ہوں۔ نقصانات کی مجھے پروا نہیں ہوتی' پرنس! میں صرف

شخصیت اور دوستی کو اہمیت دیتا ہوں۔ یہ کوشش بھی مجھے اسی گروہ یا فرد کی نظر آتی ہے جو میرے اور آپ کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے پر تلا ہوا ہے۔ بھلا مجھے کیا ضرورت ہے' پرنس! کہ آپ کے ٹیلی فون کی لائنیں ٹیپ کراؤں----- اور پولیس----- یہ لوگ تو کسی کے نہیں ہوتے۔ حالانکہ میرے آدمیوں نے پولیس آفیسر سے رابطہ قائم کر کے یہ وضاحت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس سلسلے میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں ہے اور نہ ہی پرنس سے ہمارا کوئی اختلاف ہے۔ لیکن ان دونوں کے بیان کے مطابق مقدمہ قائم کر لیا گیا ہے۔ پولیس کے اعلا افسران کا کہنا ہے کہ یہ مسئلہ عدالت ہی میں طے ہو سکتا ہے۔ ویسے آپ جانتے ہیں کہ مجھے اس کی فکر نہیں ہے لیکن اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ آپ کو اس طرح مجھ سے بدظن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔"

"ہاں' یہ بات میرے کانوں تک بھی پہنچی ہے' مسٹر جبار! بہر طور' اگر آپ کہتے ہیں کہ وہ' آپ کے آدمی نہیں تھے تو میں ہدایت کر دوں گا کہ مقدمہ واپس لے لیا جائے اور اس سلسلے کو ختم کر دیا جائے۔"

"شکریہ' پرنس! بے حد شکریہ----- اور میں آئندہ کے لیے بھی آپ کو محتاط رہنے کی تاکید کرتا ہوں۔ ہم جس پائے کے لوگ ہیں' اس کے تحت ایسی چھوٹی چھوٹی سازشیں ہمیں زیب نہیں دیتیں۔ میں کبھی یہ پسند نہیں کروں گا کہ آپ' میری طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار ہوں۔ ویسے پرنس! آپ نے خود کو بہت محدود کر رکھا ہے۔ آپ کی شخصیت اس قدر پر اسرار ہے کہ لوگ' آپ کے بارے میں جاننے کے خواہاں رہتے ہیں----- پراسرار بننا کوئی اچھی بات تو نہیں۔ آپ عوام میں آئیں۔ تقاریب میں شرکت کریں تاکہ ایک دوسرے کو جاننے کا موقع ملے۔ میری درخواست ہے' پرنس! کہ آپ کسی دن' میرے مہمان بنیں' میری عزت بڑھ جائے گی۔"

"ضرور' ضرور----- آپ سے ملاقات کرنا تو بہت ضروری ہے' سیٹھ صاحب! میں کسی مناسب وقت پر خود آپ سے ملاقات کروں گا۔ مطمئن رہیے۔ خدا حافظ! میں نے کہہ کر اور ریسیور رکھ دیا۔

میرے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی----- پھر میں نے پولیس ہیڈ کوارٹر فون کر کے ڈی۔ آئی۔ جی سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی----- اور چند لمحوں بعد ڈی۔ آئی۔ جی سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو' پرنس! ہماری خوش نصیبی ہے کہ آپ نے ہمیں یاد کیا۔"

"جی ہاں' ڈی۔ آئی۔ جی صاحب! آپ تو ہمارے کسی کام نہ آئے لیکن ہم' آپ کے

مشکلات میں اضافہ کرنے کا سبب نہیں بنیں گے۔"

"میں نہیں سمجھا' جناب!" ڈی۔ آئی۔ جی نے حیرت سے کہا۔

"یاد ہو گا' ایک مرتبہ ہم' آپ کے پاس ایک اطلاع لے کر حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے اس کا نہ صرف مذاق اڑایا تھا بلکہ ہمارے لیے مشکلات بھی پیدا کر دی تھیں۔ اب ہم نے دو آدمی' آپ کے حوالے کیے ہیں تو یقینی طور پر ان کی ضمانت کے لیے آپ کو مجبور کیا جا رہا ہو گا۔ اس بار آپ مجبور نہیں ہوئے' ڈی۔ آئی۔ جی صاحب؟"

"اوہ' پرنس بہت بہت شکریہ! آپ کے ان الفاظ کا تو میں بہت عرصے سے منتظر تھا۔ بہر حال وہی مثال ہے۔ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں----- اب آپ کے دن بڑے ہیں' پرنس! تو حالات' آپ کے غلام ہیں۔ کیا حکم ہے' ان کے بارے میں۔ یہ بات میرے علم میں لائی گئی ہے کہ محکمہ ٹیلی فون کے دو افراد گرفتار ہو کر' ہیڈ کوارٹرز پہنچے ہیں۔ اور کافی سختیوں کے بعد' انھوں نے سیٹھ جبار کا نام لیا ہے۔"

"ڈی۔ آئی۔ جی صاحب! آپ نے تو ہماری مشکل حل نہیں کی تھی لیکن ہم' آپ کی مشکل کا یہ حل پیش کر رہے ہیں کہ وہ مقدمہ واپس لے رہے ہیں۔ ان دونوں کو رہا کر دیا جائے اور سیٹھ جبار کو اس سلسلے میں کوئی تکلیف نہ دی جائے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہیں' آپ؟"

"ہاں' ڈی۔ آئی۔ جی صاحب! ظاہر ہے' وہ دونوں معمولی لائن مین ہیں۔ ان سے مجھے کیا پرخاش ہو سکتی ہے۔ براہ کرم انھیں چھوڑ دیجیے اور اس سلسلے کو ختم کر دیجیے۔"

"جو حکم' پرنس! لیکن میں واقعی حیران ہوں۔"

"شکریہ!" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں اپنی اس گفتگو سے مطمئن تھا۔ سیٹھ جبار کو ذہنی کچوکے لگ رہے تھے' اس کا غرور ٹوٹ رہا تھا۔ اب میں اسے چٹکیوں میں مسلنے کے قابل ہو گیا تھا لیکن ابھی میں اسے اور پاگل کرنا چاہتا تھا۔ ابھی تو وہ اپنے پیروں پر کھڑا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ سڑکوں پر گھبنتا پھرے۔ امی اور فریدہ' اس کے ذہن میں پوشیدہ تھیں۔ میں اس سے یہ راز اگلوانا چاہتا تھا کہ وہ کہاں ہیں لیکن میرے عمل کی رفتار بہت سست تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ کام اتنی تیزی سے نہیں ہو رہا جتنی تیزی سے اسے ہونا چاہیے تھا۔ اس میں کوئی تبدیلی پیدا کرنی چاہیے۔

دوسرے دن اینجل کا فون موصول ہوا۔ "انتظار کرتے کرتے تھک گئی تو فون کیا ہے۔ آپ سے تو اتنا بھی نہیں ہوتا کہ فون کر لیں۔" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔

"کہاں مل رہی ہو؟" میں اس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں' فون کر لیا تو بس-----" وہ محبوبیت سے بولی۔

"شکایت مت کرو' اینجل! بس آ جاؤ۔" میں نے لہجے میں----- بے قراری کا تاثر پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"کہاں-----؟"

"شہر کی رونقیں' ہماری راہ میں مزاحم ہوتی ہیں۔ ہمیں تنہائی درکار ہے۔ میرا وہ چھوٹا سا گھر تمہیں یاد ہے؟"

"آ رہی ہوں۔" اینجل نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں اس سے ملنے کے لیے خود کو تیار کرنے لگا----- پھر مجھے وانسن ایونیو پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ وہ بھی شاخ گل کی طرح لچکتی ہوئی پہنچ گئی۔

"ڈیڈی سے دوستی کیوں نہیں کر لیتے؟" اس نے آتے ہی اپنے باپ کی خواہشات کا زہر میرے کان میں انڈیلا۔

"کیا میرے اور ان کے درمیان دشمنی ہے؟" میں نے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ اب میں اس بات سے واقف ہو گئی ہوں۔ ڈیڈی نے خود مجھے تفصیل بتائی ہے۔"

"کیا کہا ہے' انھوں نے؟" میری دھڑکنیں بے ترتیب سی ہونے لگیں۔

"پرنس! میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے اور آپ کے راستے کی رکاوٹیں دور کرنے کے لیے میں' آپ کے لیے جاسوسی کروں گی----- اور اس دوران میں' میں یہ کام کرتی رہی ہوں۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"میں مسلسل ڈیڈی کی نگرانی کرتی رہی ہوں۔ ان دنوں----- وہ سخت پریشان ہیں۔ راتوں کو جاگتے ہیں۔ آج تک میں نے ان کو اس طرح نہیں دیکھا۔ میں نے ہمیشہ انھیں ٹھوس چٹان کی مانند پایا ہے۔ وہ بڑے بڑے خطرے کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ بڑی بڑی خطرناک اطلاعات کو سن کر ہنس کر ٹال دیتے تھے----- لیکن اب تو اپنے سائے سے بھی بھڑکنے لگے ہیں۔ کیا آپ یقین کریں گے' پرنس! کہ اب وہ اپنی خواب گاہ میں بھی نہیں سوتے۔"

"اوہ----- وہ کیوں؟"

"ان کے بستر پر ربر کا ایک پتلا ہوتا ہے اور خود کسی تاریک کونے میں ہوتے ہیں۔

ایسی جگہوں پر سوتے ہیں جہاں وہ کبھی قدم رکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔"

"کیا انھیں' زندگی کا خطرہ ہے؟"

"یہ تو آپ بتا سکتے ہیں' پرنس!"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔

"پہلے میں تفصیل بتا دوں' اس کے بعد' آپ سے سوالات کروں گی۔ ڈیڈی' راتوں کو کوٹھی کے گرد چکراتے رہتے ہیں' ملازموں کے----- کوارٹروں میں جھانکتے ہیں' شہباز سے آدھی آدھی رات تک باتیں کرتے رہتے ہیں۔ پچھلی رات میں نے انھیں' امجد علی ڈرائیور کے کوارٹر میں بیٹھے دیکھا تھا۔ انھوں نے شاید زندگی میں پہلی بار' اپنی کوٹھی کے اس کوارٹر میں قدم رکھا تھا۔

"امجد علی-----" میں بے اختیار بول پڑا۔

"ہاں' جانتے ہیں' آپ اسے؟" اینجل نے گہری نگاہوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ----- اب تم اپنے ڈیڈی کی جاسوسی کرنے لگیں' اینجل!" میں نے ایک دم خود کو سنبھال لیا۔

"ہاں' پرنس! میں اپنے ڈیڈی کو بہت چاہتی ہوں۔ میں' ان کی اس پریشانی سے متفکر ہوں۔ میں' آپ کی منت کرتی ہوں' پرنس! کہ اگر کوئی بات آپ کے ذہن میں ہو' کوئی اختلاف جسے دور کرنے کی بنیاد میں بن سکوں۔ صرف میرے لیے' میں ابھی آپ سے اتنی بڑی بات کا----- مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتی لیکن میں یہ حق حاصل کرنا چاہتی ہوں' پرنس! آپ یقین کریں' میں نے کبھی زندگی میں کسی شخص کے اس قدر قریب آنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ اگر آپ وہی ہوتے جو ہمارے ذہنوں میں ہے تو بھی اگر مجھے یہ مواقع مہیا ہو جاتے تو میں آپ کے قریب آنے میں عار محسوس نہ کرتی۔ میں فطرتاً" اتنی بری نہیں ہوں۔"

"پلیز' اینجل! ایسی باتیں نہ کریں۔ آپ جذباتی ہو رہی ہیں۔ یقیناً آپ کو اپنے ڈیڈی سے پیار ہو گا اور آپ جو کچھ کہہ رہی ہیں' درست ہو گا۔ ہم اس موضوع پر گفتگو کر لیں گے' اینجل! کوئی اہم مسئلہ درپیش نہیں ہو گا' آپ اپنی وہ بات جاری رکھیں' جو مجھے بتا رہی تھیں۔"

"امجد علی' ہمارا بہت پرانا ڈرائیور ہے۔ اپنے بیوی' بچوں کے ساتھ' ہماری کوٹھی میں رہتا ہے۔ ڈیڈی کو اس کے کوارٹر میں داخل ہوتے دیکھ کر مجھے جس قدر حیرت ہوئی ہو گی'

آپ سمجھ سکتے ہیں----- میں نے کوارٹر کی عقبی کھڑکی سے ان کی گفتگو سنی۔ امجد علی کہہ رہا تھا کہ----- وہ احمد علی ڈرائیور کو جانتا ہے۔ وہ اس کا ساتھی رہ چکا ہے----- پھر ڈیڈی' اس سے احمد علی کے بیٹے منصور کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے جو احمد علی کی جگہ چند روز' ہمارے ہاں ڈرائیور رہا تھا۔ میں' آپ کو بھی اس کے بارے میں بتا چکی ہوں کہ آپ کی شکل ہو بہو' اس شخص سے ملتی جلتی ہے۔ حالانکہ میں نے اسے مختصر لمحات میں دیکھا ہے لیکن وہ' میرے ذہن پر نقش ہو چکا ہے۔ اسی لیے میں' آپ کو دیکھ کر چونکی بھی تھی۔

بہرحال' ڈیڈی نے امجد علی سے گفتگو کرتے ہوئے بڑے نرم اور دوستانہ لہجے میں کہا۔ امجد علی! تمہیں' میرا ایک کام کرنا ہے۔ انھوں نے امجد علی کے ساتھ مل کر یہ پروگرام بنایا کہ وہ امجد علی کو بیوی بچوں سمیت نکال دیتے ہیں' اس ملازمت سے سبکدوش کر دیتے ہیں' وہ پرنس دلاور کی کوٹھی چلا جائے اور وہاں ملازمت کی درخواست کرے۔ انھوں نے اس سلسلے میں امجد علی کو خاصی رقم دینے کا وعدہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے بیوی بچوں کے تحفظ کی مکمل ضمانت دی جائے گی اور نہ صرف رقم بلکہ ایک مکان بھی اس کے لیے خرید لیا جائے گا جس سے اس کا مستقبل سنور جائے گا----- وہ' پرنس دلاور کی کوٹھی میں ملازمت حاصل کرنے کے بعد یہ معلوم کرے کہ آیا پرنس دلاور' منصور ہے یا نہیں----- اگر ہے تو وہ پرنس کیسے بنا؟----- ڈیڈی جب امجد علی کے کوارٹر سے لوٹے تو میں نے ضد کر کے' ان سے تمام کہانی سن لی کہ کس کس طرح آپ نے انھیں نقصان پہنچایا ہے' ان کی ساکھ کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے۔" یہ کہتے کہتے' اس کی آواز بھرا گئی اور اس نے سر جھکا لیا۔

سیٹھ جبار کی پریشانیوں کا احوال سن کر میرا جی چاہا کہ قہقہے لگاؤں لیکن اینجل کو افسردہ دیکھ کر میں سنجیدہ ہی رہا۔ بہرحال وہ لڑکی تھی' خواہ میرے دشمن کی سہی۔ اس نے تو ایسے حالات کا کبھی تصور بھی نہ کیا ہو گا۔

اس نے جس صاف گوئی سے سیٹھ جبار کے بارے میں تفصیلات بتائی تھیں' ان میں کسی کھوٹ کی گنجائش نہیں تھی۔ یقیناً اینجل ان حالات سے نا واقف تھی جو میرے اور سیٹھ جبار کے درمیان مخاصمت کا سبب بنے تھے۔ میں چند لمحے خاموش رہا----- پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"اتنا رنجیدہ نہیں ہوتے اینجل!"

"بس' کیا بتاؤں' پرنس! بہت پریشان ہو گئی ہوں۔ آپ یقین کریں کہ کبھی کسی مسئلے

میں اس طرح نہیں الجھی تھی۔ میں ڈیڈی کے لیے پریشان ہوں اور ادھر آپ کے لیے بھی فکر مند----- نہ جانے کیوں' آپ ان سے مخاصمت رکھتے ہیں----- ڈیڈی نے جو کچھ بتایا ہے' اگر سچ ہے----- تو بتائیے' آپ نے یہ سب کچھ کیوں کیا ہے؟ اور یہ صرف آپ نے میرے ڈیڈی کے ساتھ کیا ہے یا دوسرے لوگ بھی آپ کے مظالم کا نشانہ بنتے رہتے ہیں؟ مجھے بتائیے' پرنس! کیا بگاڑا ہے' ڈیڈی نے آپ کا؟ میں تو آپ کو اس قدر چاہتی ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی لیکن میں ڈیڈی کو بھی اسی قدر چاہتی ہوں پرنس! میں ایک دوراہے پر آ کھڑی ہوئی ہوں' سمجھ میں نہیں آتا' کون سا راستہ اختیار کروں؟ میں نے آپ کو سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے۔ اب پتہ نہیں' میرے اس سچ سے ڈیڈی کو کیا نقصان پہنچے گا؟"

"اینجل! میں تمہیں ہمیشہ ہنستے مسکراتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ان الجھنوں کا بوجھ کیوں اپنے ذہن پر لاد رہی ہو؟ میرے اور سیٹھ جبار کے درمیان جو معاملات ہیں' انھیں ہمارے درمیان ہی رہنے دو۔ یہ بتاؤ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"نہیں' پرنس میں آپ دونوں کے درمیان کھڑی ہوں----- اور دونوں ہی کے لیے میرے دل میں بے پناہ محبت ہے۔ میں آپ دونوں کے درمیان' کھڑی' ہر قسم کی دیوار گرا دینا چاہتی ہوں' میں' آپ دونوں کے دلوں سے مخاصمت ختم کر کے خلوص پیدا کرنا چاہتی ہوں----- اس بات سے مجھے اس قدر مسرت ہو گی' پرنس! کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"اینجل! تم صرف یہ بتاؤ کہ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"آپ ڈیڈی سے مل لیجئے۔ ان کا شک دور کر دیجئے اور بتا دیجئے کہ آپ کی اصلیت کیا ہے۔"

"تو پھر اینجل! تم یوں کرو کہ میری اصلیت' اپنے ڈیڈی ہی سے معلوم کرو۔ ان سے پوچھو کہ اگر میں منصور ہوں تو ان کا مخالف کیوں ہوں؟ اگر تم' ان سے یہ معلوم کر لو تو میں تمہاری ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔"

"گویا' آپ یہ تسلیم کر لیں گے پرنس! کہ آپ منصور ہیں۔"

؟میں نے کہا! نا کہ پہلے اپنے ڈیڈی سے منصور کی اصلیت معلوم کرو' اس کے بعد مجھ سے پوچھنا۔"

"میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے' پرنس!"

"کیوں-----؟" میں نے تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اس لیے کہ ڈیڈی نے مجھے آپ سے فریب کرنے پر مجبور کیا ہے۔ انھوں نے مجھ

سے کہا ہے کہ میں چالاکی سے آپ کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کروں---- اور اگر آپ منصور ہوں تو یہ کھوج لگاؤں کہ آپ نے یہ اتنا سرمایہ کہاں سے حاصل کیا ہے اور آپ کے پس پشت کون لوگ ہیں---- اب اگر میں' ان سے آپ کے سوالوں کے جواب مانگوں گی تو کیا وہ یہ نہ سوچیں گے کہ میں نے آپ کو ان کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے؟"

"بس تو پھر' اینجل! ابھی ان حالات کو ہم دونوں کے درمیان ہی رہنے دو۔ وقت آنے پر' میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔"

"آپ نے مجھ سے چند الفاظ کہے تھے' پرنس! یاد ہیں' آپ کو؟"

"وہ کیا----؟"

"یہ کہ آپ کی والدہ آپ سے بچھڑ گئی ہیں---- وہ کس طرح بچھڑیں' کیا آپ اس سلسلے میں کچھ بتا سکیں گے؟"

اینجل کے اس سوال پر' ایک لمحے کے لیے میں اپنا منصوبہ بھول گیا۔ میرے ذہن سے دھواں سا اٹھنے لگا۔ میں نے سلگتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اس سوال کا جواب بھی تمہارے ڈیڈی کے پاس ہے' اینجل! اگر تم جوابات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو تم کہو گی' وہی کروں گا۔ اگر اس سے پہلے تم مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں۔ میں خود بھی تمہیں پسند کرتا ہوں' اینجل! لیکن یہ میری زندگی کا اہم مسئلہ ہے---- ہاں میں نے سیٹھ جبار کو نقصانات پہنچائے ہیں' ابھی تو کچھ نہیں' آنے والے وقت میں تم دیکھو گی کہ میں' سیٹھ جبار سے کیا سلوک کرتا ہوں۔ اگر سیٹھ جبار اپنے عبرتناک انجام سے بچنا چاہتا ہے تو اسے تمہارے سوالوں کے جواب دینا ہوں گے۔"

اینجل پریشان نگاہوں سے میری طرف دیکھتی رہی وہ' میرے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات کو حیرت سے دیکھ رہی تھی---- پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"تقدیر کی بات ہے' پرنس! دل میں یہ جذبہ پیدا بھی ہوا تو کس قسم کے الجھے ہوئے حالات میں۔"

"اینجل! پلیز---- میں تم سے معذرت خواہ ہوں کہ میرا لہجہ تم سے تلخ ہو گیا تھا لیکن اس تلخی کے پیچھے بہت بڑی کہانی چھپی ہوئی ہے۔ اگر تمہارے ڈیڈی کسی طور بھی مجھ سے مخلص ہوئے تو وہ خود تمہیں یہ کہانی سنا دیں گے---- اور جب تم وہ کہانی سن لو تو مجھے بتانا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے اور تمہارے ڈیڈی کے لیے' میرے دل میں کیا جذبات

ہونے چاہئیں---- بس' اب یہ موضوع ختم۔ مجھے افسوس ہے کہ آج میں تمہارے لیے ذہنی تکدر کا باعث بنا۔ میں آئندہ بھی تم سے ملتا رہوں گا۔ بشرطیکہ تم' مجھ سے ملنا پسند کرو۔"

"یہ کیا بات ہوئی' پرنس! میں' آپ سے ملنا کیوں پسند نہیں کروں گی؟ بہرطور' میں ذرا کھری طبیعت کی واقع ہوئی ہوں۔ اگر ڈیڈی کے سینے میں' آپ کا کوئی راز چھپا ہوا ہے تو انھیں بتانا پڑے گا اور اگر انھوں نے نہ بتایا تو پھر میں' آپ کو بھی پریشان نہیں کروں گی۔ مجھے اجازت دیں۔"

"ابھی سے اینجل؟"

"ہاں' پرنس! آج کا سارا دن میں' آپ کے ساتھ گزرانا چاہتی تھی لیکن اس گفتگو کے بعد اب یہ ممکن نہیں رہا۔ میں اپنے ذہن میں کوئی سیاہ دھبہ نہیں رکھنا چاہتی اور اب میں' آپ سے اسی وقت ملوں گی' جب ڈیڈی سے آپ کے بارے میں اپنے سوالوں کے جواب حاصل کر لوں گی---- خدا حافظ!" وہ اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔

اینجل کے جانے کے بعد' میں کافی دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس وقت گفتگو دوسرا رخ اختیار کر گئی تھی۔ حالانکہ اس حد تک آگے بڑھنا' میرے پروگرام میں شامل نہ تھا' میں' اینجل کو صرف آلہ کار بنائے رکھنا چاہتا تھا۔ بہرحال' اگر اس کے نتائج کچھ مثبت انداز میں برآمد ہوئے تو کوئی حرج نہیں۔

تھوڑی دیر بعد میں وہاں سے چل پڑا۔

شام کو سات بجے' مجھے گل کا فون ملا۔ "ہیلو' گل! خیریت؟"

"نہیں' منصور! میں ایک پبلک کال بوتھ سے بول رہی ہوں۔ میں خطرے میں ہوں۔"

"کون سے علاقے میں ہو گل؟"

"یہ کوئنز وے ہے۔ جلدی سے تفصیل سنو---- میں' شمو کے گھر گئی تھی۔ شمو اور اس کی ماں سے ملاقات ہوئی۔ وہیں ایاز بھی مل گیا۔ اس کا ذہنی توازن درست نہیں ہے۔ بہرحال' میں ان لوگوں کو ساتھ لے کر چل پڑی۔ ابھی ہم زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ مجھے تعاقب کا احساس ہوا۔ یہ نیلے رنگ کی ایک شیورلیٹ ہے اور اس کا نمبر پی۔ کے۔ ایس۔ آٹھ سو آٹھ ہے۔ کار میں کئی افراد نظر آ رہے ہیں۔ میں گھنٹے بھر سے انھیں' ڈاج دینے کی کوشش کر رہی ہوں۔ ان کی کار غائب ہو جاتی ہے لیکن چند لمحوں کے بعد پھر پیچھے

لگ جاتی ہے۔ شاید وہ ہماری رہائش گاہ کا پتہ چلانا چاہتے ہیں اور اسی نکتہ نگاہ سے ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ جب کوئی----- صورت نظر نہیں آئی تو گاڑی روک کر اس بوتھ سے تمہیں فون کر رہی ہوں۔ اب بتاؤ کیا کروں؟"

"نیلی کار کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تقریباً" دو سو گز دور کھڑی ہے۔"

"میں آ رہا ہوں' گل! تم کوئنز وے سے ہائی اسٹریٹ کی طرف بڑھو۔ ہائی اسٹریٹ ختم ہو جائے تو برنس گارڈن کی طرف مڑ جانا۔ میں اسی سمت سے آ رہا ہوں۔"

"او۔ کے!" گل نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں نے ریسیور رکھتے ہی دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ پستول لیا' چہرے پر ماسک لگایا۔ اور دوڑتا ہوا باہر نکل آیا۔ طاہر اور اعظم کو ان کے کمرے سے لیا اور پورچ میں کھڑی گاڑی میں جا بیٹھا۔ اعظم نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔

"ہائی اسٹریٹ' جتنی تیز چل سکتے ہو' چلو۔" میں نے کہا اور کار فراٹے بھرنے لگی۔ میرے ذہن میں گڑگڑاہٹ سی ہو رہی تھی۔ ایاز زندہ ہے اور مل گیا ہے----- بڑی ہیجان خیز خبر تھی۔ وہ شمو کے پاس کیسے پہنچ گیا-----؟ متضاد خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔

کار طوفانی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ برنس گارڈن اسٹریٹ پر گل کی کار نظر نہیں آئی پھر ہم' ہائی اسٹریٹ پر پہنچ گئے۔ گل کی کار یہاں بھی نظر نہیں آئی اور نہ کہیں نیلی کار دکھائی دی۔ دفعتاً" میں نے اعظم کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ تھوڑی دور' سڑک کے کنارے' گل کی کار کھڑی نظر آ گئی۔

اعظم نے بریک پر دباؤ ڈالا اور کار کی رفتار ہلکی ہو گئی۔ "یس' پرنس!" اس نے پوچھا۔

"چلتے رہو اور اس کار کے قریب سے ست رفتاری سے گزرو۔" میں نے کہا۔ ذہن کسی خطرے کی نشان دہی کر رہا تھا۔ ہماری کار' گل کی کار کے قریب سے گزری۔ گل کی کار خالی تھی۔

"فٹ پاتھ سے لگا کر روک دو' اعظم!" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کار رکی تو میں دروازہ کھول کر جلدی سے اتر آیا۔ طاہر اور اعظم میرے پیچھے تھے گل کی کار کھلی ہوئی تھی اور اگنیشن میں چابی موجود تھی۔ پچھلی سیٹ پر کچھ چوڑیاں ٹوٹی پڑی تھیں۔

صورت حال کا اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ لوگ' گل کا تعاقب کر کے' اس کی رہائش گاہ کا پتہ لگانا چاہتے تھے۔ لیکن جب انھوں نے گل کو فون کرتے دیکھا تو انھیں اندازہ ہو گیا

چویشن بدلنے والی ہے۔ لہٰذا انھوں نے فوراً" انتہائی قدم اٹھا ڈالا۔ بہر حال' اب فوری طور پر صحیح فیصلہ کرنا تھا۔ طاہر اور اعظم میرے قریب خاموش کھڑے تھے۔

"طاہر! تم اس کار کو کوٹھی لے چلو اور اسے گیراج میں بند کر دو----- اعظم! ایبک روڈ چلو۔"

"او۔ کے' پرنس!" اعظم نے کہا۔ طاہر' گل کی کار کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں' پروفیسر شیرازی کے بنگلے میں تھا۔

راشدہ اور عظمت آئے ہوئے تھے۔ ڈرائنگ روم میں خوش گپیاں ہو رہی تھیں۔ مجھے اچانک دیکھ کر سب دنگ رہ گئے۔

"ویری گڈ----- آؤ' منصور میاں! میں عظمت سے اس کی شادی کے حالات پوچھ رہا تھا۔" پروفیسر شیرازی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سوری' پروفیسر!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں آپ کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں لایا ہوں۔"

سب کے چہرے سکڑ گئے۔

"گل شمو کے ہاں گئی تھیں' انھیں اغوا کر لیا گیا ہے۔ شمو اور ایاز' ان کے ساتھ تھے۔"

"ایاز-----" عظمت چیخ پڑا۔

"ہاں' عظمت----- گل' ایاز وغیرہ کو ساتھ لا رہی تھیں۔ انھوں نے مجھے فون کیا تھا۔" میں نے مختصر الفاظ میں انھیں صورت حال بتائی اور سب کے چہرے تشویش زدہ ہو گئے۔

"اب کیا ہو گا؟" پروفیسر نے کہا۔

"آپ لوگ فوری طور پر اپنا ضروری سامان پیک کر لیں اور یہاں سے نکل چلیں۔ کار کے رجسٹریشن نمبر سے یہاں کی نشان دہی ہو سکتی ہے۔"

"لیکن اتنی جلدی کہاں منتقل ہوا جا سکتا ہے؟" سرخاب نے پریشانی سے پوچھا۔

"اس کا انتظام ہے----- اور یہ بھی اچھی بات ہے کہ عظمت یہیں موجود ہیں۔ ان لوگوں کو ایگل روڈ لے جاؤ' عظمت اور وہاں ضروری انتظامات کر لو۔ میں' گل کے سلسلے میں کوئی قدم اٹھاتا ہوں۔ گل اور ایاز کی زندگیاں بہت قیمتی ہیں' میرے لیے۔"

میں' پروفیسر شیرازی سے اجازت لے کر باہر نکل آیا۔ راستے میں' میں نے اعظم سے پوچھا۔

"ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے دفاتر تو بند ہو چکے ہوں گے۔ کوئی ایسی ترکیب ہو سکتی ہے کہ وہاں کے کسی ذمے دار شخص سے کوئی کام لیا جا سکے؟"

"بظاہر تو کوئی ایسا آدمی نہیں ہے لیکن کسی نہ کسی سے کام لیا جا سکتا ہے۔"

"کوشش کر دیکھو۔ ایک کار کے رجسٹریشن نمبر سے اس کے مالک کا پتہ لگانا ہے۔" میں نے اسے کار کا نمبر نوٹ کرا دیا۔

"میں کوشش کروں گا' پرنس! کہ جلد سے جلد یہ تمام کام کر کے کوٹھی واپس آ جاؤں۔"

"او کے اعظم! میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور کار کا اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی کوٹھی واپس آ گیا۔ یہاں کے معمولات میں کوئی فرق نہیں تھا۔

فینی کو بلایا اور اس سے کافی طلب کر لی۔ کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے ایاز' گل وغیرہ کے بارے میں سوچ رہا تھا کیسی بدنصیبی کی بات تھی کہ عین اس وقت جب ایاز دوبارہ مجھ سے ملنے والا تھا تو ایک بار پھر وہ مجھ سے جدا ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں اس کے اغوا کنندگان کون تھے اور پتہ نہیں کس طرح انھوں نے اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ ایاز اب غلط ہاتھوں میں جانے والا ہے۔ آخر شمو کے پاس وہ ایک آدھ دن تو نہ رہا ہو گا اس وقت تک تو کسی نے اس پر توجہ نہ دی یا پھر---- یا پھر میرے ذہن کے خانوں میں عجیب سی ٹوٹ پھوٹ ہوتی رہی۔ ایاز کو شمو کے گھر بھیجنے والا کون ہو سکتا ہے اگر غور کیا جاتا تو پھر وہی---- مخصوص نام ذہن میں آ جاتا یعنی سیٹھ جبار' وہ لوگ جانتے تھے کہ ایاز میں مجھے خاص دلچسپی ہے اور میں یقیناً اس کی تلاش کے لیے کوشش کروں گا۔ ممکن ہے انہوں نے خود ہی ایاز کو گھیر گھار کر شمو کے گھر پہنچایا ہو کیونکہ کم از کم چمن کو یہ بات معلوم تھی کہ ایاز شمو نامی کسی لڑکی کو چاہتا ہے' چکر سمجھ میں نہیں آ رہا تھا بہر حال میں کافی پیتا رہا اور پھر آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔

کافی دیر گزر گئی کوئی خاص خبر معلوم نہ ہوئی۔ طاہر واپس آ چکا تھا۔ اس کا اندازہ میں نے باہر کھڑی کار سے لگا لیا تھا۔ فینی نے کسی کے فون کی اطلاع دی لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر منع کر دیا۔

"اس وقت کسی سے بات نہیں کروں گا فینی! براہ کرم مجھے آرام کرنے دو۔"

"بہتر جناب----" فینی واپس چلی گئی اور اس کے بعد کئی گھنٹے سکون سے گزر گئے۔ پھر اعظم ہی میرے پاس پہنچا تھا اسے بھی یقیناً روکنے کی کوشش کی گئی ہو گی۔ لیکن وہ جس کام کے لیے گیا تھا اس کے لیے میں نے ہدایت کی تھی کہ ہو جائے تو فوراً میرے

پاس پہنچے۔

اعظم نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی تو میں نے اسے اندر بلا لیا۔ اسے دیکھ کر میں سنبھل گیا تھا۔

"کہو کامیابی ہوئی---- یا----؟"

"نہیں جناب! میں کامیاب واپس آیا ہوں۔"

"اوہ' ویری گڈ---- کس کا نمبر تھا یہ----"

"چمن نامی ایک شخص کا۔" اعظم نے جواب دیا اور میں اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"چمن----" میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس شخص کو میں نے اپنی لسٹ پر رکھا ہوا تھا لیکن انتظار کر رہا تھا کہ مناسب وقت آئے تو اس سے نمٹوں اور یہ مناسب وقت چمن نے خود ہی میرے لیے پیدا کر دیا تھا۔ اب تو کسی طور اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا---- مصلحت اندیشی بے کار تھی میں نے پر سکون انداز میں گردن ہلائی اور اعظم سے بولا۔

"ٹھیک ہے اعظم تم جاؤ----"

"پتہ نہیں معلوم کریں گے سر----؟" اعظم نے پوچھا۔

"نہیں' مجھے معلوم ہے---- آرام کرو۔" میں نے اعظم سے کہا اس سلسلے میں ب تنہا ہی کام کرنا چاہتا تھا یہ میرا خالص ذاتی معاملہ تھا اور پرنس کی حیثیت سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا ویسے بھی چمن سے میں خود ہی نمٹنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اعظم کے جانے بعد ں تیاریاں کرنے لگا۔ چمن کا اڈہ مجھے معلوم تھا میں اگر چاہتا تو تغلق خان کو بھی اس سلسلے ں استعمال کر سکتا تھا۔ لیکن اس وقت ذہنی کیفیت نجانے کیسی ہو رہی تھی کہ میں کسی سے بھی مدد لینا نہیں چاہ رہا تھا۔ البتہ میں نے اپنے لیے انتظامات ایسے کر لیے تھے کہ چمن کے اڈے سے ناکام واپس نہ آؤں اور ان تمام تیاریوں کے بعد میں نے ایک چھوٹی پک پ نکالی اور اسے لے کر چل پڑا۔ میرے معاملات میں کسی کو روک ٹوک کی اجازت نہیں ی چنانچہ وہ لوگ مجھے دیکھتے رہے لیکن کسی نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

سڑکیں روشن ہو گئی تھیں۔ اسٹریٹ لائٹ جل اٹھی تھی۔ دکانوں میں بھی گہما گہمی ی۔ کئی گلیوں' سڑکوں اور بازاروں سے گزرتا ہوا میں اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں چمن کا ڈہ تھا بہت عرصے کے بعد اس علاقے کا رخ کیا تھا۔ چہرے پر بھی کوئی میک اپ وغیرہ نہیں یا تھا میں نے البتہ لباس اتنا معمولی سا پہنا ہوا تھا کہ اس سے پرنس کی شخصیت کا اندازہ نہ و گویا اس وقت میں صرف منصور تھا اور کوئی بھی پرانا جاننے والا اس حلیے میں دیکھ کر مجھے

پہچان سکتا تھا کہ میں کون ہوں۔

بہر طور چمن کے اڈے کے سامنے پہنچا۔ باہر ایک بلب جل رہا تھا جس طرح ہمیشہ جلتا رہتا تھا---- گہما گہمی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ دھکیلا تو اس کے دونوں کواڑ کھل گئے تھے اور میں اندر صحن میں داخل ہو گیا۔

یہ جگہ میری جانی پہچانی تھی اور مجھے معلوم تھا کہ چمن کہاں ہوتا ہے اس مکان میں مجھے غیر معمولی سناٹا محسوس ہوا تھا۔ صحن خالی پڑا تھا اور سامنے بنے ہوئے کمروں میں بھی تاریکی پھیلی ہوئی تھی یوں لگتا تھا جیسے یہاں کوئی موجود نہ تھا یا پھر افراتفری میں وہ لوگ کہیں چلے گئے ہوں۔ میں رکے بغیر اندر پہنچ گیا۔

سب سے پہلا کمرہ سامنے آیا لیکن اس میں تالا لگا ہوا تھا میں نے جیب سے ایک اوزار نکالا اور تالا کھولنے لگا۔ اس کام میں مجھے کوئی دقت محسوس نہ ہوئی۔ تالا کھولنے کے بعد میں نے دوسری جیب سے ایک باریک سی شعاع والی ٹارچ نکالی اور کمرے کے مختلف حصوں پر روشنی ڈالنے لگا۔ دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ کو تلاش کر کے میں نے اس کا بٹن دبا دیا اور کمرے میں روشنی پھیل گئی۔

فرنیچر جوں کا توں تھا۔ پہلے بھی میں اسے اس انداز میں دیکھ چکا تھا کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اس میں' لیکن یہاں کوئی نہیں تھا۔ اس کمرے سے نکل کر میں دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف پہنچا۔ اسے بھی دھکیلا تو پتہ چلا کہ وہ بھی لاک ہے ایک خیال میرے ذہن میں بجلی کی طرح کوندا کہ ممکن ہے وہ لوگ یہ گھر چھوڑ کر چلے گئے ہوں۔ چمن نے یہ اڈہ کب چھوڑا اس کے بارے میں تو مجھے علم نہیں تھا لیکن باہر جلتے ہوئے بلب اور اندر رکھے ہوئے سامان سے انداز ہوتا تھا کہ اسے چھوڑے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ وہ لوگ افرا تفری کے عالم میں یہاں سے نکل گئے ہیں۔ کیا انہیں اندازہ تھا کہ میں یا اور کوئی شخص یہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا اس کا مقصد ہے کہ مجھ پر گہری نگاہ رکھی جا رہی ہے۔ یہ تو کوئی بہتر بات نہیں تھی یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ صرف چمن کے اندازے ہی ہوں---- الجھن یہ تھی کہ کیا چمن میرے بارے میں جانتا ہے اس الجھن کا جواب بھی مجھے اپنے ہی ذہن سے مل گیا۔ اگر سیٹھ جبار کو میرے سلسلے میں شبہ ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ممکن ہے کہ میں منصور ہوں تو پھر چمن کا اس بات سے لاعلم رہنا کیا معنی رکھتا ہے اس جواب نے میرے ذہن کو مطمئن کر دیا تھا میں وہاں سے بھی نکل آیا۔ بائیں سمت والی راہداری سے گھوم کر میں ان کمروں کی عقبی سمت جا سکتا تھا ادھر بھی کئی کمرے موجود تھے میں راہداری کے سب سے پہلے کمرے کے دروازے پر رکا اور اسے دھکیل کر دیکھا لیکن وہ

بند نہیں تھا۔ اس بات سے یہ اندازہ ہو گیا---- کہ مکان خالی ہے تاہم میں بند کمرے میں اندر داخل ہو گیا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی---- کہ چمن یہاں سے بھاگ کر کہاں گیا ہے ابھی میں کمرے میں کھڑا خیالات میں ڈوبا ہی ہوا تھا کہ دفعتاً" مجھے اپنے عقب میں قدموں کی چاپ کا احساس ہوا میں ایک دم دروازے کے قریب پہنچ گیا قدموں کی چاپ بھی دروازے پر آ کر رک گئی۔ پتہ نہیں آنے---- والے کو میرے بارے میں علم تھا یا نہیں۔

بہر طور چند ہی لمحات میں دروازہ کھلا اور میں نے بجلی کی سی تیزی سے لپک کر ایک گھونسا اس کے پیٹ پر رسید کر دیا جو اندر داخل ہوا تھا اس کے حلق سے کراہ نکل گئی تھی وہ نیچے گرنے لگا میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا اس شخص کے آدھے چہرے پر نقاب چڑھا ہوا تھا۔ تنگ پیشانی کے نیچے اس کی غیر معمولی چمکدار آنکھیں کرب زدہ انداز میں پھیلی ہوئی تھیں لیکن اس سے قبل کہ میں اس کے سر پر پہنچتا اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول سے لگا تار کئی فائر کئے اگر قسمت اچھی نہ ہوتی تو گولیوں کی یہ بوچھار میرا بدن چھلنی کر دیتی پستول پر سائلنسر لگا ہوا تھا اور اس سے نہایت ہلکی آوازیں نکلی تھیں۔ نقاب پوش اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اچھے خاصے قد و قامت کا آدمی تھا۔ لیکن اب میں اس سے مقابلے کے لیے تیار تھا۔ میں نے قلابازی کھاتے ہوئے اس کی کلائی پر ایک ہاتھ مارا۔ لیکن پستول سے کچھ اور فائر کیے گئے تھے گولیاں میرے بدن کو چھو کر گزر گئی تھیں۔ بس تقدیر ہی ساتھ دے رہی تھی ورنہ اتنے نزدیک سے چلائی ہوئی کوئی بھی گولی کارآمد ثابت ہو سکتی تھی۔

میں نے ایک ہاتھ زمین پر ٹکا کر دونوں ٹانگیں اوپر کو اٹھائیں اور اس کی گردن پر دونوں ٹانگوں سے ضرب لگائی۔ اس کے حلق سے ایک کریہہ چیخ نکل گئی تھی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی کمرے کے پختہ فرش سے سیمنٹ کے ان گنت ٹکڑے بھی اٹھ کر فضا میں بکھرے تھے۔ تمام گولیاں فرش پر لگی تھیں---- البتہ میرے پیروں کی ٹھوکروں نے اسے بری طرح زخمی کر دیا تھا۔

میں نے فوراً" ہی دوسری ٹھوکر' اس کے سینے پر لگائی اور یہ ضرب اس کے لیے ناقابل برداشت ثابت ہوئی۔ وہ زخمی اونٹ کی طرح بلبلاتا ہوا' دیوار سے جا لگا---- پھر میں نے اسے فرش پر گرتے دیکھا۔ اسی وقت کوئی چیز سنسناتی ہوئی میرے پاس سے گزری اور دروازے کی چوکھٹ میں پیوست ہو گئی---- اور دوسرے ہی لمحے ایک اور نقاب پوش کمرے میں گھس آیا۔

اس کے ہاتھ میں دو فٹ لمبی لوہے کی ایک سلاخ تھی۔ کمرے میں آتے ہی اس نے چیتے کی طرح مجھے پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے آہنی سلاخ کو میرے سر کی طرف گھمایا تھا------ مگر میں اس کے نشانے سے ہٹ چکا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل گرا پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا' میری لات' اس کی پشت پر پڑی اور وہ قلا بازی کھا گیا۔ اس نے سلاخ والا ہاتھ' فرش پر ٹیک کر خود کو فرش کی ٹکر سے بچایا تھا۔ اسی وقت میں ایک ہی جست میں' اس کے سر پر پہنچ گیا اور اپنا پاؤں' اس کے سلاخ والے ہاتھ پر رکھ دیا۔

اس اثنا میں دوسرا نقاب پوش اپنے آپ کو سنبھال کر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس نے مجھ پر چھلانگ لگا دی تھی۔ میں چونکہ اس کی طرف سے غافل تھا اس لیے وہ مجھے لیے ہوئے نیچے پڑے نقاب پوش پر گرا اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی لیکن پھر میں نے سنبھلنے میں دیر نہیں لگائی------ میں نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اپنی پشت پر پڑے ہوئے نقاب پوش کو اچھال دیا------ اور اس کے بعد میں نے انھیں ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ وہ ہتھیلیاں اور گھٹنے ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کرتے لیکن میری ٹھوکریں انھیں پھر فرش چاٹنے پر مجبور کر دیتیں۔ چند لمحوں ہی میں' میں نے انھیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ کراہ رہے تھے لیکن ان کی کراہیں زیادہ بلند نہیں تھیں۔ پتہ نہیں' وہ جان بوجھ کر آوازیں دبا رہے تھے یا پھر ان کی آوازیں ہی نہیں نکل رہی تھیں۔ وہ بدحواس ہو گئے تھے۔ میں نے سوئچ بورڈ کی طرف چھلانگ لگائی اور اس کمرے میں بھی تیز روشنی کر دی۔ مجھے خدشہ تھا کہ ان کے کچھ ساتھی باہر موجود ہوں گے' اس لیے میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ باہر جو کچھ ہو گا' بعد میں دیکھا جائے گا فی الحال تو اندر والوں کی مزاج پرسی ضروری تھی۔ تیز روشنی میں ان کی آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔ میں دوبارہ ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ ان میں سے ایک گڑگڑانے لگا۔

"نہیں' نہیں------ اب ہم میں مار کھانے کی سکت نہیں رہی۔"

"ابھی سے------ ابھی تو ابتدا ہوئی ہے دوستو!" میں نے زہر خند سے کہا------ اور ان میں سے ایک کی نقاب کھینچ لی۔ اجنبی چہرہ تھا لیکن اچھا خاصا صحت مند اور تندرست عمر اٹھائیس' تیس کے درمیان رہی ہو گی۔

------ پھر میں نے دوسرے آدمی کے چہرے سے نقاب اتاری اور چونک پڑا۔ یہ دلن تھا' چمن کا ایک خاص گرگا۔ بہت خطرناک آدمی تھا اور مجھے اچھی طرح جانتا تھا۔ ان لوگوں نے میری شکل دیکھی تو ان کے چہروں پر خوف کے آثار پھیل گئے۔

"ہوں------ دلن پہچانتے ہو' مجھے؟" میں نے پوچھا۔

"ہپ------ پہچانتا ہوں' منصور!" اس نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود' تم نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔"

"نخ------ خدا کی قسم' منصور! ہمیں نہیں معلوم تھا کہ یہ تم ہو۔ اگر ہمیں علم ہوتا تو ہم' تم پر ہرگز ہاتھ نہ اٹھاتے۔"

"کیوں' مجھ پر ہاتھ کیوں نہ اٹھاتے؟"

"اس لیے کہ تمھارے ہاتھوں کا کمال ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں۔"

"یہ کون ہے؟" میں نے دوسرے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دلن سے پوچھا۔

"اس کا نام جگو ہے۔ تمہیں نہیں پہچانتا۔"

"ہوں------ اب پہچان لیا ہو گا' تم دونوں نے' اب بتاؤ' مرنا چاہتے ہو یا میرے والوں کے جواب دو گے؟"

"نن------ نہیں' منصور! ہمیں مارنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ یقین کرو' ہمیں علم نہیں تھا کہ یہ تم ہو اور نہ ہی ہمیں تمھارے بارے میں کچھ بتایا گیا تھا۔"

"اچھا ٹھہرو------ پہلے یہ بتاؤ کہ تم دونوں کے علاوہ یہاں اور کتنے آدمی موجود ہیں؟"

"اس وقت ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ پورا اڈا خالی پڑا ہوا ہے۔"

"اگر غلط ہوا تو سوچ لو تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر یہ بات غلط ہو تو ہمیں مار ڈالنا۔" دلن نے جواب دیا۔

"ہوں------ اب یہ بتاؤ کہ اڈا کس وقت خالی ہوا؟"

"استاد تھوڑی دیر پہلے ہی یہاں سے گیا ہے۔"

"کہاں------؟"

"غلام پور------"

"غلام پور------" میں بڑبڑایا۔

"ہاں' میں سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ' غلام پور' سردار آنند سنگھ کے پاس گیا ہے۔ سردار سنگھ' استاد کا گہرا دوست ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ہم لوگوں کو ہدایت دے گیا تھا کہ یہاں سے نمٹنے کے بعد ہم بھی غلام پور پہنچ جائیں' وہ' سردار آنند سنگھ کے اڈے پر موجود ہو گا۔"

"اس نے اچانک یہ فیصلہ کیوں کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"استاد کے کام' استاد جانے۔ مجھے اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"کس طرح گیا ہے' وہ غلام پور؟"

"کار کے ذریعے۔" دلن نے جواب دیا۔

دوسرا آدمی جو اب سنبھل کر بیٹھ گیا تھا' متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ وہ کبھی دلن کو دیکھ رہا تھا اور کبھی مجھے۔ اسے شاید اس بات پر حیرت تھی کہ دلن سب باتیں مجھے سچ سچ کیوں بتا رہا ہے۔"

"چمن کے ساتھ اور کون کون ہے؟"

"استاد ایاز ہے اور تین عورتیں ہیں۔ ایک بوڑھی ہے' ایک اٹھائیس' تیس سال کی عورت ہے اور ایک بیس' بائیس سال کی لڑکی۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں معلوم۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ اگر یہ اطلاعات غلط نکلیں تو؟"

"بے شک تم ہمیں گولی مار دینا۔" دلن جلدی سے بولا۔

"اٹھو۔۔۔۔۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔۔۔۔۔ اور وہ دونوں اٹھنے کی کوشش کرنے لگے۔ میری ٹھوکروں نے شاید انھیں اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے رہ سکتے۔ دوسرے آدمی نے جس کو نام جگو تھا' رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ شاید میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ چلو دلن! تم اسے اٹھا کر' کندھے پر لاد لو۔ حالانکہ میرے لیے مناسب تو یہی ہے کہ میں تمہیں یہیں دفن کر دوں لیکن ابھی مجھے تم سے کچھ اور کام لینے ہیں۔ تم' میری قید میں رہو گے۔ اگر چمن' غلام پور میں۔۔۔۔۔ آنند سنگھ کے اڈے پر نہ ملا تو پھر میں' تم دونوں کے جسموں میں اتنے ہی سوراخ کروں گا' جتنی گولیاں' تم مجھ پر چلا چکے ہو۔"

"ٹھیک ہے منصور! تم بے شک ہمیں قید کر لو لیکن استاد چمن' تمہیں غلام پور ہی میں ملے گا۔" دلن نے جواب دیا۔

میں' انھیں کور کیے ہوئے' گاڑی تک لایا اور گاڑی چلانے کی ذمے داری دلن کو سونپی۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد' میں اپنی کوٹھی پہنچ گیا۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے چوکیداروں نے حیرت آمیز نگاہوں سے اسٹیرنگ پر بیٹھے ہوئے دلن کو دیکھا اور تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھے لیکن میں نے کھڑکی سے سر نکال کر انھیں اپنی جگہ جانے کو کہا۔

طاہر نے شاید صورت حال کا کسی قدر اندازہ لگا لیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا کار کے قریب پہنچ

گیا۔ میں دروازہ کھول کر اتر آیا۔ وہ دونوں بھی باہر آ گئے۔۔۔۔۔ پھر میں نے انھیں' طاہر کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"انھیں تہہ خانے میں بند کرو اور ان کی سخت نگرانی کرو۔" طاہر نے گردن خم کر دی اور انھیں لیے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ میں اپنے کمرے میں آ گیا۔

صورت حال اور زیادہ تشویشناک ہو گئی تھی۔ بہت سی ایسی باتیں تھیں جو میرے ذہن میں تشنہ رہ گئی تھیں۔ چمن کے بارے میں پتہ چل گیا تھا کہ وہی گل' ایاز' شمو اور اس کی ماں کو اغوا کر کے لے گیا تھا لیکن اس نے اپنا اڈا کیوں خالی کر دیا اور پھر اڈا خالی کرنے کے بعد' اس نے غلام پور کا رخ کیا تھا' آخر کیوں؟ یہاں تو اس کے اور سیٹھ جبار کے بے شمار ٹھکانے تھے۔ ان دونوں کو اس نے یہاں کیوں چھوڑا؟

ممکن ہے اس کے ذہن میں یہ بات ہو کہ کوئی اس طرف آئے گا۔۔۔۔۔ لیکن اگر اس کے ذہن میں یہ خدشہ تھا تو پھر اس نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ آنے والا میں بھی ہو سکتا ہوں۔۔۔۔۔

اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی' وہ یہ کہ ان لوگوں کو یقین آ گیا ہے کہ پرنس دلاور' میں ہی ہوں۔ تب بھی انھوں نے یہی سوچا ہو گا کہ پرنس دلاور کی حیثیت سے اب میں بذات خود میدان عمل میں نہیں آ سکتا۔ یقینی طور پر میں اپنے آدمیوں کو بھیجوں گا۔ اسی لیے انہیں ہدایت کر دی گئی ہو گی کہ اگر زیادہ افراد نظر آئیں تو وہ خاموشی اختیار کر لیں اور اگر ایک دو آدمی ہوں تو انھیں سنبھال لیا جائے۔۔۔۔۔

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کیا غلام پور کا رخ کیا جائے۔۔۔۔۔؟ یہ ایک بلاوجہ کی الجھن سر آپڑی تھی لیکن اب اس معاملے کو تعطل میں تو چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔

گل اور ایاز کی بازیابی' میرا فرض تھا۔ اگر طاہر وغیرہ کو ساتھ لے جاؤں تو خواہ مخواہ کی تیاریاں کرنی پڑیں گی۔ جبکہ میں فوراً غلام پور پہنچ جانا چاہتا تھا۔ گل' میرے لیے بڑی اہم حیثیت رکھتی تھی اور ایاز تو میرا جگری دوست تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں آج ہی اور تنہا غلام پور کے لیے روانہ ہو جاؤں گا۔ خود بھی تو ہاتھ پاؤں ہلانے چاہئیں۔

غلام پور کے بارے میں میری معلومات زیادہ نہیں تھیں۔ تاہم اتنا ضرور جانتا تھا کہ وہ پہاڑی علاقہ ہے اور اس طرف ڈاکوؤں وغیرہ کے تذکرے سننے میں آتے ہیں۔ مجھے کبھی غلام پور جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا لیکن راستے کی سمت کا اندازہ تھا۔

دو گھنٹے بعد' میں سفر کے لیے تیار تھا۔ میں نے سفر کے لیے لینڈ روور کا انتخاب کیا تھا۔ اس کے علاوہ اچھی خاصی کرنسی بھی ساتھ رکھ لی تھی اور چند چیزیں بھی لینڈ روور کے

مخصوص حصوں میں پوشیدہ کر دی تھیں جو میرے لیے بے حد کار آمد تھیں۔

غلام پور روانہ ہونے سے قبل میں نے پروفیسر شیرازی سے ملنا بہتر سمجھا اور ان سے ملنا میرے لیے سود مند ہی ثابت ہوا۔ انھوں نے غلام پور کے سلسلے میں مجھے کافی معلومات فراہم کیں اور چند ایڈریس بھی دیے کہ میں ضرورت پڑنے پر ان سے رجوع کر سکوں۔

○

نیشنل ہائی وے سنسان پڑی تھی۔ شہر کے آخری پیٹرول پمپ سے میں نے لینڈ روور کی بڑی ٹنکی فل کروالی اور لینڈ روور برق رفتاری سے ہائی پر دوڑنے لگی۔

میں نے اپنا ذہن آزاد چھوڑ دیا تھا۔ کوئی سوچ نہیں تھی۔ بس سڑک پر نظر جمائے گاڑی چلا رہا تھا۔ رفتار بتانے والی سوئی' اسی اور نوے کے درمیان لرز رہی تھی۔ سڑک بالکل سنسان تھی اور سردار نگر تک ایک بھی گاڑی نظر نہیں آئی تھی۔ عدیل آباد پہنچنے میں دو گھنٹے لگ گئے۔ یہاں سنگ میل نظر آیا جس پر غلام پور' ساٹھ کلومیٹر کے الفاظ درج تھے۔ یہاں سڑک دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ میں نے غلام پور والی سڑک پر گاڑی موڑ دی اور پھر اسی رفتار سے گاڑی دوڑانے لگا۔ دفعتاً" گاڑی کے عقبی حصے میں کوئی آہٹ سنائی دی اور سٹیئرنگ پر میرے ہاتھ بہک گئے۔ میں نے پوری قوت سے بریک لگا کر لینڈ روور کی عقبی سیٹ پر مجھے دو ٹانگیں نظر آئیں----- پھر کسی کے بڑبڑانے کی آواز سنائی دی۔ میں ہونٹ بھینچے دیکھتا رہا اور پھر جب اس کا چہرہ سامنے آیا تو میں بری طرح چونک پڑا۔ وہ بہروز تھی' اسی روپ میں' جس میں' میں نے چند گھنٹے قبل اسے' پروفیسر کی کوٹھی میں دیکھا تھا۔ وہ جلدی جلدی اپنا لباس جھاڑ رہی تھی۔

"ستیاناس تمھارا----- کر رکھ دیا۔" اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اتنی دیر سے گاڑی دوڑائے جا رہے ہو۔ ایک کپ کافی کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی تمہیں؟"

"تم----- تم بہروز ہو یا اس کا بھوت؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بھوت ہوتی تو تمھاری گردن سے نہ چمٹ جاتی۔ سارے کپڑے غارت کر دیے۔"

"اوہ----- اچانک بڑی بے تکلف ہو گئیں تم----- لیکن تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

اس نے نیچے گرا ہوا تھرماس اٹھایا اور اس میں بچی ہوئی کافی کا جائزہ لینے لگی۔

"تم' میرا وقت برباد کر رہی ہو۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"تمہیں کافی پلا کر دوبارہ فضا میں تحلیل ہو جاؤں گی۔" اس نے تھرماس میں بچی ہوئی کافی ایک کپ میں انڈیل کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لو کافی پیو۔"

میں نے کپ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اس نے دوسرے کپ میں اپنے لیے کافی انڈیلی اور تھرماس گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھ کر میرے برابر والی سیٹ پر آ بیٹھی۔ مجھے اس کی موجودگی کا یقین نہیں آ رہا تھا----- پھر اس کا انداز گفتگو----- اس قدر بے تکلف وہ پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔

"ایمان سے بری طرح جل گئی ہوں۔" وہ اپنی کلائیوں کو سہلاتے ہوئے بولی۔ "کافی کس قدر گرم ہے اس کا انداز تم خود لگا سکتے ہو۔"

"بہروز! اب بتا بھی دو۔ اعتراف کر چکا ہوں کہ سخت حیرت زدہ ہوں۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

"ذہن پر زور دیجیے منصور صاحب! سب کچھ یاد آ جائے گا۔"

"گھامڑ ہو گیا ہوں بالکل۔ تم بتا دو۔" میں نے کہا تو بہروز بے ساختہ ہنس پڑی۔

"بری بات ہے----- دراصل' لڑکی کی حیثیت سے رہتے ہوئے میں وہاں کی یکسانیت سے بور ہو گئی تھی اور مجھے اپنے آپ سے شکایت پیدا ہو چلی تھی----- پھر جب تم' پروفیسر شیرازی سے باتیں کر رہے تھے تو مجھے موقع مل گیا۔ اخبار میں دو جوڑے کپڑے لپیٹے' کافی بنا کر تھرماس میں بھری اور----- یہاں پچھلی سیٹوں کے نیچے گھس کر لیٹ گئی۔ لیٹے لیٹے کمر دکھ گئی تو سوچا کہ کافی پیوں اور تمہیں بھی پلاؤں۔ میں کافی انڈیل رہی تھی کہ تم نے اچانک بریک لگا دیئے اور میں کافی سمیت الٹ گئی۔"

بہروز نے کچھ اس انداز سے کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔ ہم دونوں خاموشی سے کافی پیتے رہے پھر میں نے کافی کا آخری گھونٹ لے کر کہا۔

"لیکن اب وہ لوگ جو تمھارے لیے پریشان ہوں گے؟"

"نہیں۔ میں بھوندو کو بتا آئی ہوں۔ وہ انھیں بتا دے گا۔" بہروز نے کہا۔

"میں' آپ کی اس طرح آمد کا مقصد پوچھ سکتا ہوں' محترمہ! جبکہ میں کسی کو بھی ساتھ لانا نہیں چاہتا تھا۔"

"پہلی وجہ تو بتا چکی ہوں' یکسانیت سے بوریت----- اور دوسری بات یہ ہے جناب عالی! کہ کسی میں اور بہروز میں بہت فرق ہے۔ بہروز وہ ہے جس نے بادیان میں حضور کے ساتھ کافی وقت گزارا ہے اور کہیں بھی شکایت کا موقع نہیں دیا ہے۔"

"بہروز! غلام پور میں کافی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں' میرے لیے۔"

"بادیان کے بہروز کو بھول گئے' منصور؟"

"وہاں کی بات اور تھی۔" میں نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"بے فکر رہیں۔ پہلے کی طرح میں اب بھی آپ کے لیے تکلیف دہ ثابت نہیں ہوں گی۔"

میں نے لینڈ روور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ بہروز کی وجہ سے میرا ذہن الجھ گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ غلام پور پہنچ کر اچھی طرح دل کی بھڑاس نکالوں گا اور چمن سے اپنا پرانا حساب کتاب بھی چکاؤں گا----- لیکن اب بہروز کی وجہ سے محتاط رہنا پڑے گا۔

غلام پور تک کا بقایا راستہ خاموشی سے طے ہوا تھا۔ رات کا پہلا پہر ختم ہونے کو تھا' جب غلام پور کی روشنیاں نظر آئیں۔ اطراف کے مناظر' گو کہ تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن انھیں محسوس کیا جا سکتا تھا۔ خاصی سرسبز جگہ تھی۔ غلام پور کا پھیلاؤ بھی معمولی نہیں تھا۔ روشنیوں کی وجہ سے شہر کے احاطے کا اندازہ ہوتا تھا۔ پندرہ لاکھ سے کم آبادی نہیں تھی۔ شہر' پتہ نہیں کیسا ہو گا۔

لینڈ روور' غلام پور میں داخل ہو گئی۔ صاف ستھری کشادہ سڑکیں اور روشنیاں۔ غلام پور' میری توقعات کے برعکس' خوبصورت شہر تھا۔ اندرونی----- علاقوں میں ایسے شہر کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن یہ ایک عمدہ جگہ تھی۔ کم از کم پانچ بڑے ہوٹلوں کے نیون سائن نظر آ چکے تھے اور گاڑیاں بھی نظر آ رہی تھیں۔

میں نے تاج ہوٹل کے سامنے گاڑی روک لی اور بہروز نیچے اتر گئی۔ "میرے لیے یہی ہوٹل مناسب ہے۔ تم اگر اسے پسند نہ کرو تو کوئی اور ہوٹل تلاش کر لو۔" وہ آگے بڑھ گئی۔

لینڈ روور مناسب جگہ پارک کر کے جب میں ہوٹل میں داخل ہوا تو بہروز' ایک پورٹر کے ساتھ' بیرونی گیلری کی طرف جا رہی تھی----- میں مسکراتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

کاؤنٹر کلرک نے میرا مدعا سن کر اندراجات کا رجسٹر' میرے سامنے کر دیا۔ رجسٹر میں اپنے کوائف تحریر کرتے ہوئے میں نے بہروز عجمی کا نام بھی پڑھ لیا۔ کلرک نے دوسرے پورٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی----- پھر ایک جوان العمر باوردی پورٹر نے میرا مختصر سامان اٹھایا اور مجھے' ہوٹل کی دوسری منزل کے ایک کمرے میں پہنچا دیا۔

بہروز کا کمرہ بھی اسی منزل پر' میرے کمرے سے دو کمرے چھوڑ کر تھا۔ میں نے اس کے کمرے میں روشنی دیکھی تھی۔ بہروز کا میرے ساتھ آنا خلوص پر مبنی تھا لیکن میں نے

اس کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا تھا جس پر اب مجھے ندامت محسوس ہو رہی تھی۔ اس طویل سفر سے تھکن سی ہو گئی تھی۔ اس لیے اب میں سو جانا چاہتا تھا۔ میں نے کمرہ اندر سے بند کیا' جوتے اتارے اور بستر پر چلانگ لگا دی۔

دوسرے دن آنکھ کھلی تو دن خوب چڑھ چکا تھا اور کھڑکی کے ذریعے دھوپ کمرے میں آ رہی تھی۔ میں نے غسل کیا اور لباس تبدیل کر کے' ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی----- فوراً ہی ایک لمبا تڑنگا آدمی' ویٹر کی وردی میں ملبوس' کمرے میں داخل ہوا۔

"ناشتے میں کیا ملے گا؟" میں نے پوچھا تو اس نے مینو' میرے سامنے کر دیا۔ نہ جانے کیوں مجھے یہ شخص اچھا نہیں لگا تھا۔ مینو دیکھ کر میں نے چند چیزوں کا انتخاب کیا اور اسے آرڈر دے دیا۔ تھوڑی دیر بعد ناشتہ میرے سامنے موجود تھا۔ جب وہ برتن لینے کے لیے دوبارہ آیا تو میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سنو----- آنند سنگھ کو جانتے ہو؟"

"کون آنند سنگھ؟"

"مقامی غنڈہ ہے۔"

"اوہ----- وہ گونگا سردار----- آپ کو اس سے کیا کام ہے جی؟ جس چیز کی بھی ضرورت ہو حکم کیجئے یہیں مل جائے گی۔" اس نے گھنی مونچھوں کے نیچے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم غلط سمجھے ہو۔" میں بھی جواباً مسکرا دیا۔ "وہ میرا بچپن کا دوست ہے۔ میں ملک سے باہر تھا۔ لمبے عرصے کے بعد آیا ہوں۔ اس کا پتہ معلوم ہو تو بتا دو۔"

ویٹر کا چہرہ اتر گیا۔ غالباً وہ یہ سن کر پریشان ہو گیا تھا کہ میں' آنند سنگھ کا دوست ہوں۔

"رادھا ولی کا علاقہ' اس کا ہے' بابو جی! جس ٹیکسی ڈرائیور سے کہو گے' پہنچا دے گا۔ اس کے کئی اڈے ہیں' یہاں۔" ویٹر جلدی سے واپسی کے لیے مڑ گیا۔ میں نے رادھا ولی کا نام ذہن میں رکھا لیا۔

دس بجے کے قریب میں ٹہلتا ہوا' کمرے سے نکلا اور بہروز کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اس کے کمرے کا دروازہ باہر سے لاک تھا۔ میں چونک پڑا۔ یہ لڑکی کہاں نکل گئی؟ لیکن مجھے اس پر غصہ نہیں آیا۔ وہ میری آگ میں جل رہی تھی اور صرف خلوص ہی اسے یہاں لایا تھا۔ ورنہ عیش کی زندگی گزار رہی تھی۔ ویسے بادیان کا بہروز' مجھے یاد تھا۔ یہ نرم و نازک اور خوبصورت سی لڑکی اچھا خاصا لڑ لیتی تھی اور بعض اوقات دو چار غنڈوں کے

لیے کافی ہوتی تھی لیکن چمن کا معاملہ اور تھا۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر میں نے واپس آ کر میک اپ کا سامان نکالا اور چہرے کی مرمت کرنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کام سے فارغ ہو کر' خاموشی سے باہر نکل آیا۔ لینڈ روور اپنی جگہ کھڑی تھی اور لڑکے نے اس کی اچھی طرح صفائی کر دی تھی۔ اب مالک کے انتظار میں کھڑا تھا۔ میں نے خوش ہو کر' دس کا نوٹ اسے تھما دیا۔

"صاب! کھلا نہیں ہے۔" اس نے حسرت بھری نظروں سے نوٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"رکھ لو۔ کل پھر آ جانا اور گاڑی کو خوب صاف کرنا۔ اتنے ہی پیسے ملیں گے۔" لڑکے نے شدومد سے گردن ہلائی اور بے شمار سلام کر ڈالے۔ میں نے لینڈ روور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ایک جگہ رک کر میں نے۔۔۔۔۔ رادھاولی کے علاقے کے بارے میں معلوم کیا اور پرانی عمارتوں کے اس علاقے میں پہنچ گیا۔ دو رویہ دکانوں کی قطاریں تھیں۔ یہ پرانا شہر تھا اور رادھاولی کی یہ سڑک' سمندر تک جاتی تھی۔

میں نے لینڈ روور ایک جگہ پارک کر دی۔ اور انجن لاک کر کے' چابی انگلی میں گھماتا ہوا بے فکری سے چل پڑا۔ یہاں مجھے غیر ملکی آوارہ گردوں کی بہتات نظر آئی۔ جگہ جگہ ان کے پڑاؤ موجود تھے اور منشیات کا آزادانہ استعمال ہو رہا تھا۔

تھوڑی دور چل کر مجھے ایک ہوٹل کا بورڈ نظر آیا۔ میں' ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ عمارت پرانی ضرور تھی لیکن اسے اندر سے خوب آراستہ کیا گیا تھا۔ میں ایک خالی میز کے گرد' کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ فوراً" ہی ایک ویٹر آ مسلط ہوا۔

"کیا ملتا ہے یہاں۔"

"پانچ بجے سے پہلے صرف کھانا اور چائے۔"

"اور پانچ بجے کے بعد۔۔۔۔۔؟"

"ضرورت کی ہر چیز۔۔۔۔۔"

"کافی اور سینڈوچز لے آؤ۔ میں نے کہا۔ ویٹر نے دونوں چیزیں دس منٹ کے اندر سرو کر دیں۔ ہوٹل میں لوگ آ جا رہے تھے میں نے ان پر توجہ نہیں دی لیکن پھر ایک ایسی ہستی نظر آئی جسے میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا یہ بہروز تھی جو ہلکے میک اپ میں بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ اس کے یہاں آنے سے مجھے کافی کوفت ہو رہی تھی۔ یہ جگہ اچھی نہیں تھی۔ مجھے اس کا اندازہ ہو چکا تھا لیکن وہ اس قدر خود اعتماد تھی کہ اب اسے سمجھانا فضول تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی ایک میز پر بیٹھ گئی۔ یہ میز' میرے قریب ہی تھی۔ بہروز کو بیٹھے' ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک بھاری بھرکم آدمی اپنی میز سے

اٹھ کر' اس کے قریب پہنچ گیا اور بڑی بے تکلفی سے ایک کرسی گھسیٹ کر' اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

وہ بھاری تن و توش اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا۔ ہاتھ اور کلائی کے جوڑ پر پیشہ ور پہلوانوں کی طرح چمڑے کی پٹی کسی ہوئی تھی اور ناک کے نیچے گھنی مونچھیں نظر آ رہی تھیں۔ بادی النظر میں وہ کوئی اچھا آدمی معلوم نہیں ہوتا تھا۔

بہروز بھی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"جی فرمایئے۔۔۔۔۔ یہاں آنے کی زحمت کیسے کی؟"

"میرا نام ڈینی ہے' مس۔۔۔۔۔" وہ ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ سجا کر بولا۔

"تو پھر مسٹر ڈینی! فوراً" یہاں سے اٹھ جاؤ۔ میں نہیں چاہتی کہ آنے والے وقت میں لوگ' تمہیں دیکھ کر ہنسنے کے علاوہ اور کچھ نہ کریں۔"

"واہ وا۔۔۔۔۔! تم تو مجھے دھمکیاں دینے لگیں' جان من! ویسے تم جیسی کٹ کھنی لڑکیاں' مجھے بہت پسند ہیں۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ گویا تم کوئی ڈرامہ دیکھنا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ تمہاری مرضی۔۔۔۔۔"

بہروز نے اپنی کرسی پیچھے کھسکائی۔ اس سے پہلے کہ ڈینی کچھ سمجھ سکتا' اس نے پھرتی سے میز الٹ دی۔ ڈینی اچھل کر پیچھے ہٹ گیا اور ساتھ ہی اس نے ریوالور بھی نکال لیا۔ اس کے ریوالور کا رخ ابھی بہروز کی طرف ہوا تھا کہ بہرواز نے الٹی ہوئی میز' پاؤں سے ڈینی پر اچھال دی۔ میز پوری قوت سے' اس سے ٹکرائی۔ اس سے بچنے کی کوشش میں' ڈینی کا پاؤں پھسل گیا۔ وہ نیچے گرا اور میز اس کے سر پر۔ بہروز اچھل کر اس میز پر چڑھ گئی۔ قرب و جوار کی میزوں سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے چوکنا انداز میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے' جیب میں ہاتھ ڈال کر' ریوالور پر گرفت مضبوط کر لی تاکہ اگر کسی طرف سے مداخلت کی کوشش کی جائے تو ریوالور کی گولی' اسے روک سکے۔

پورے ہال پر نگاہ دوڑانے کے بعد مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جو ڈینی اور بہروز کے معاملے میں مداخلت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ ویسے سب کی نگاہوں میں دلچسپی کے تاثرات تھے اور ایک کمزور سی لڑکی اور توانا مرد کے درمیان ہونے والی کش مکش کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ ابتدائی چند لمحات میں بہروز پوری طرح ڈینی پر چھائی رہی۔ میز کا وزن' بہروز کے وزن کے ساتھ مل کر' ڈینی کے لیے خاصی پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا۔ ریوالور اب بھی اس کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا لیکن اس کا رخ ایسا تھا۔ کہ اگر گولی چلتی تو وہ فرش کو بھوتی ہوئی کہیں سے کہیں نکل جاتی۔ بہروز کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ چونکہ میز کا

ایک کونہ' ڈینی کی کلائی پر بھی جما ہوا تھا اس لیے وہ' ریوالور کا رخ تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔

بہروز نے میز پر زور زور سے کئی جھٹکے لگائے اور وہ' ڈینی کے سر پہ پہنچ گئی پھر اس کے جوتے کی ٹھوکر' ڈینی کی کھوپڑی پر پڑی۔ وہ بری طرح کراہ اٹھا لیکن اس نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اس نے بہروز پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن بہروز کی زور دار ٹھوکر' اس کی پنڈلی پر پڑی۔ وہ جونہی جھکا۔ بہروز نے اس کی کمر پر لات رسید کر دی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

بہروز ابھی تک بہت عمدہ جا رہی تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ نازک سی زمانہ ساز لڑکی جو بادیان میں صرف اپنی پھرتی اور چالاکی کی وجہ سے خطرناک مجرموں سے بچی رہی تھی' لڑائی بھڑائی میں بھی ماہر ہو گی۔ پتہ نہیں' اس دوران میں' وہ مجھے دیکھ بھی سکی تھی یا نہیں۔ بہر طور' میں نے سوچ لیا تھا کہ میں اسی وقت آگے بڑھوں گا جب اسے کوئی پریشانی لاحق ہو گی------ اس کی خود اعتمادی کو بھی آزما لیا جائے۔

بہروز چونکہ بلاوجہ ڈینی سے الجھنا نہیں چاہتی تھی' اس لیے ڈینی کے منہ کے بل گرتے ہی اس نے دروازے کی طرف چھلانگ----- لگائی------ اور بہتر یہی تھا لیکن دروازے کے قریب دو ویٹروں نے اسے روک لیا۔

بہروز نے خونخوار نگاہوں سے انھیں دیکھتے ہوئے پوچھا------ "کیا بات ہے؟ کیا چاہتے ہو؟"

"بل کی رقم' مادام! اور توڑ پھوڑ جو آپ کر چکی ہیں۔" ایک ویٹر نے کہا۔

بہروز نے متوحش نگاہوں سے ڈینی کی طرف دیکھا۔ ڈینی پھر اٹھ رہا تھا۔ بہروز نے جلدی سے پرس کھول کر' ایک بڑا نوٹ کھینچا اور ویٹر کے منہ پر کھینچ مارا۔ ویٹر نے جلدی سے نوٹ لپک لیا لیکن ابھی انھوں نے راستہ نہیں چھوڑا تھا۔ اسی وقت بہروز کا الٹا ہاتھ ایک ویٹر کے منہ پر پڑا اور ویٹر لڑکھڑا گیا۔ اس طرح بہروز کو باہر نکلنے کا موقع مل گیا۔ اس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی تھی۔

اسی وقت ڈینی بھی اٹھ کھڑا ہوا اور دھاڑتا ہوا' باہر کی جانب لپکا۔ اب میرے لیے بھی وہاں رکنا ممکن نہیں رہا تھا۔ میں نے ایک نوٹ نکال کر میز پر رکھا اور تیزی سے باہر نکل آیا۔

باہر چوڑی سڑک پر بہروز تیز رفتاری سے بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ ڈینی اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا اور اس کے حلق سے غراہٹیں خارج ہو رہی تھیں۔

"رک جاؤ' لڑکی! ورنہ گولی مار دوں گا۔ رک جاؤ------"

"دفعتاً" ڈینی نے ایک طرف ہاتھ اٹھا کر کسی کو اشارہ کیا۔ میری نگاہیں اس کے رے کی سمت میں اٹھ گئیں۔ سیاہ رنگ کی ایک مرسیڈیز کار اسٹارٹ ہو کر تیزی سے کے قریب پہنچ گئی۔

"اسے روکو------" ڈینی دھاڑا اور مرسیڈیز رکے بغیر آگے بڑھ گئی۔ بہروز سڑک پر ھی دوڑ رہی تھی اور قرب و جوار میں کوئی ایسی گلی بھی نہ تھی جس میں گھس کر وہ' ڈینی نگاہوں سے روپوش ہو سکتی۔ اس لیے کار' آن کی آن میں اس کے قریب پہنچ ------ اور آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا۔

مجھے صورت حال کا کسی حد تک اندازہ ہو گیا تھا۔ اب بہروز اتنے لوگوں کے درمیان حفاظت نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے میں تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ میری ں' اب بھی بہروز پر تھیں۔

مرسیڈیز سے تین چار آدمی اترے تھے اور بہروز کے گرد گھیرا ڈال رہے تھے۔ اسی ان ڈینی بھی وہاں پہنچ گیا اور سب نے مل کر بہروز کو دبوچ لیا اور دوسرے ہی لمحے' ، کار کی عقبی سیٹ پر دھکیل کر سب کار میں گھس گئے۔ ڈینی بھی ان کے ساتھ ---- پھر کار ایک جانب روانہ ہو گئی۔

اس دوران میں' میں بھی اپنی گاڑی تک پہنچ کر اسے اسٹارٹ کر چکا تھا------ پھر نے ایک مخصوص فاصلہ رکھ کر' مرسیڈیز کا تعاقب شروع کر دیا۔ ویسے مجھے محسوس ہو تھا کہ بہروز کے اغوا کا واقعہ محض ایک اتفاق ہے۔ ڈینی ایک بدطینت شخص تھا۔ ممکن اس ہوٹل میں اس قسم کی عورتیں آتی ہوں اور ڈینی' بہروز کے بارے میں بھی اسی فہمی کا شکار ہو گیا ہو------ لیکن چونکہ وہ خود سر آدمی تھا اس لیے اپنی توہین برداشت ر سکا۔

اس سارے ہنگامے کے دوران' کسی شخص نے بھی بہروز کی مدد کرنے کی کوشش نہیں تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ سب لوگ' ڈینی کو اچھی طرح جانتے تھے کہ اس کے معاملے مداخلت کرنے کے کیا نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

میری لینڈ روور' مرسیڈیز کے پیچھے دوڑتی رہی۔ میں نے اپنے اور ان کے درمیان اتنا ر رکھا تھا کہ انھیں تعاقب کا شبہ نہ ہو سکے------ مرسیڈیز کا سفر زیادہ طویل ثابت ا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ذیلی سڑک پر مڑ گئی جس کے اختتام پر ایک قدیم طرز کا بانما مکان نظر آ رہا تھا۔

مرسیڈیز یقینی طور پر اس مکان کی طرف ہی جا رہی تھی۔ کیونکہ آس پاس کوئی عمارت

نظر نہیں آ رہی تھی۔ چنانچہ میں نے لینڈ روور کو اس ذیلی سڑک کے بائیں سمت جھاڑیوں میں موڑ دیا اور جھاڑیوں کے عقب میں ذیلی سڑک کے متوازی بڑھنے لگا۔ میں کوشش کر رہا تھا کہ ان لوگوں کو میری موجودگی کا علم نہ ہو سکے۔

مرسیڈیز' اس عمارت میں داخل ہو گئی اور تھوڑی دیر بعد میں بھی اس عمارت کے کمپاؤنڈ کے بائیں طرف پہنچ گیا۔ دیوار زیادہ اونچی نہیں تھی اور اس کے ساتھ کئی جگہ مٹی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ایک ڈھیر پر کھڑے ہو کر' میں نے عمارت کے اندرونی حصے پر نگاہ دوڑائی۔

احاطے میں چاروں طرف بے ترتیب جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں جو کافی بلند ہو چکی تھیں۔ ان جھاڑیوں کے عقب میں' مجھے سیاہ مرسیڈیز نظر آئی جو دروازے کے پاس کھڑی تھی اور دو آدمی اس سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ باقی شاید بہروز کو لے کر اندر چلے گئے تھے۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا اور اچھل کر کمپاؤنڈ کی دیوار پر چڑھ گیا۔

پھر اندر اتر کر مجھے چھپنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ میں جھاڑیوں کی اوٹ لیتا ہوا' دیوار کے ساتھ ساتھ' عمارت کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ خاصی کشادہ عمارت تھی اور اس کی دیواریں کسی وجہ سے سیاہ ہو رہی تھیں۔ پیچھے ایک گول دروازہ تھا جس کے اوپری حصے میں شیشے لگے ہوئے تھے۔ میں نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو وہ خلاف توقع کھل گیا۔ میں چند لمحے کھڑا' دوسری طرف کی سن گن لیتا رہا اور پھر عمارت میں داخل ہو گیا۔

ریوالور' میرے ہاتھ میں تھا اور میں بلی کی طرح دبے قدموں------ ایک راہداری سے دوسری راہداری میں' کمرے جھانکتا پھر رہا تھا------ پھر ایک ہال نما کمرے میں مجھے چند آوازیں سنائی دیں اور میں اس کمرے کی عقبی کھڑکی سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔

کھڑکی کے پٹ بند تھے اور ان میں شفاف شیشے لگے ہوئے تھے لیکن ان کے عقب میں لوہے کی جالی موجود تھی۔ میں شیشوں سے کمرے کا منظر دیکھ سکتا تھا کیونکہ کھڑکی' دروازوں پر پردے نہیں تھے اور کمرے میں برائے نام فرنیچر تھا۔

چند افراد' بہروز کے ہاتھ' اس کی پشت پر کس رہے تھے اور اس کے سامنے' ایک کرسی پر' ڈینی ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا مسکرا رہا تھا------ پھر بہروز کے ہاتھ باندھنے والے پیچھے ہٹ گئے۔ چند لمحے بعد شیطان صفت ڈینی' للچائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا ہوا بولا۔

"بعض اوقات' عمدہ غذائیں ثقیل بھی ہوتی ہیں اور انھیں ہضم کرنے میں خاصی

مشکلات پیش آتی ہیں لیکن ڈینی ہمیشہ اچھے کھانوں کا شوقین ہے۔"

بہروز نے ہونٹ بھینچ کر خونخوار نظروں سے ڈینی کی طرف دیکھا لیکن وہ بے بس تھی۔ وہ اسے کوئی مناسب جواب دینا چاہتی تھی لیکن اسے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

ڈینی اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا' بہروز کی طرف بڑھا پھر اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی لگاتے ہوئے بولا۔ "ہاں تو' ڈیئر! تم ایسی ویسی لڑکی نہیں ہو' بہت ہی شریف زادی ہو------ تو پھر اس ہوٹل میں کیوں گئی تھیں؟"

"میں تیری کسی بات کا جواب دینا پسند نہیں کرتی۔" بہروز نے دانت کچکچاتے ہوئے کہا۔

"نہ سہی------ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مجھے' تمھاری زبان سے کچھ سننے کی تمنا بھی نہیں۔ ویسے چہرے مہرے سے تو تم مقامی نہیں لگتیں------ کون ہو تم؟" اس نے اپنا چہرہ' بہروز کے چہرے کے بالکل قریب لاتے ہوئے پوچھا۔

دفعتہ" بہروز نے پیچھے ہٹ کر' ایک زور دار ٹکر' اس کے چہرے پر ماری اور ڈینی کی بھیانک چیخ سنائی دی پھر وہ لڑکھراتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور ایک زور دار تھپڑ' بہروز کے گال پر مارا۔ بہروز کے ہاتھ' پشت پر بندھے ہوئے تھے اور تھپڑ بھی زور دار تھا' اس لیے وہ خود کو نہ سنبھال سکی اور فرش پر گر گئی۔ اسی وقت ہال کے ایک کونے میں رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

ڈینی کی اس حرکت پر میرے ذہن میں انگارے سے بھر گئے تھے۔ میں' بہروز کے ساتھ یہ سلوک کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر بہروز کی حفاظت کے لیے کوئی قدم اٹھانا چاہیے لیکن ٹیلی فون کی گھنٹی سن کر میں چونک پڑا۔ ہال میں------ کھڑے ہوئے دوسرے آدمی' بہروز کے دائیں بائیں آ گئے۔

دوسری طرف ڈینی' فون ریسیو کر رہا تھا۔ غالبا" دوسری طرف سے کچھ کہا جا رہا تھا۔ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "جی ہاں' مسٹر آنند! جی ہاں------ لیکن کیا آپ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمارے پیچھے ہی یہاں تک آئے ہیں؟"

پھر وہ دوسری طرف سے کچھ سنتا رہا اور جوابا" بولا۔

"جی------ جی بہتر------ معافی چاہتا ہوں' باس------ لیکن آپ فکر نہ کریں' ایسا ہی ہو گا' میں خود دیکھ لوں گا------ جی ہاں' شکریہ!" اس نے ریسیور رکھ دیا اور پلٹ کر بہروز کی طرف دیکھنے لگا۔

"تیرے ساتھ کوئی اور بھی تھا' اس ہوٹل میں؟" اس نے حقارت آمیز انداز بہروز سے پوچھا۔

بہروز نے جواب دینے کی بجائے نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔ ڈینی نے اس ط توجہ نہیں دی اور اپنے آدمیوں سے بولا۔

"دیکھو' جاؤ---- کسی نے ہمارا تعاقب کیا ہے اور تعاقب کرنے والا لینڈ روور تھا۔ فوراً" جاؤ اور عمارت کے چاروں طرف پھیل جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ ہم دھوکے میں ما جائیں۔" کمرے میں کھڑے ہوئے لوگ حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے پھر تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ پڑے۔

صورت حال کی اس غیر متوقع تبدیلی پر میں بھی حیران رہ گیا تھا---- لیکن ڈی زبان سے نکلے ہوئے' باس اور آنند کے الفاظ' میرے لیے زیادہ تحیر خیز تھے۔ اس کا م ہے کہ آنند نے ڈینی کو میرے بارے میں اطلاع دی ہے اور ڈینی' آنند کا ہے---- لیکن آنند کو میرے بارے میں کیسے پتہ چلا؟

بہر حال' میں اس نئی صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار ہو گیا۔ میں جانتا تھا کہ کے آدمیوں سے مڈبھیڑ اب ناگزیر ہے لیکن یہ توقع نہیں تھی کہ وہ لوگ اتنی جلدی مجھ پہنچ جائیں گے۔ میں نے اپنے عقب میں ایک آہٹ سنی۔ اس سے پہلے کہ میں پلٹتا' چمک میری آنکھوں کے سامنے لہرا گئی۔ موت مجھ سے ایک انچ کے فاصلے سے گزر گئی۔

پیچھے کھڑے ہوئے ایک آدمی نے خنجر سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ وہ اپنے زور میں سے ٹکرا گیا لیکن خنجر والا ہاتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ میرے لیے اتنی ہی مہلت کافی تھی۔ نے جھکائی دے کر گھٹنا پوری قوت سے اس کے پیٹ میں مارا۔ خنجر والے کے حلق ایک کریہہ آواز نکل گئی لیکن اب میں اسے دوسرا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں پوزیشن بدل کر اس کی کمر پر لات رسید کی اور وہ سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا--- میں نے اسے کوئی موقع دیئے بغیر' بڑھ کر جوڈو کا ایک ہاتھ' اس کی گردن پر مارا--- اور اس کا چہرہ دوبارہ دیوار سے ٹکرا کر بھرتا بن گیا۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر' دیوار کے ساتھ گھسٹتا ہوا نیچے گر پڑا۔ میں نے دیکھا' وہ مر چکا تھا۔

دوسرے ہی لمحے میں کمرے کے دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔ اس سے پہلے لوگ' مجھ تک پہنچیں' میں خود ہی ان تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ میں نے دروازے پر ایک وار ٹھوکر ماری اور اس کے دونوں پٹ' ایک دھماکے سے کھل گئے۔

اندر اب صرف ڈینی تھا اور بہروز تھی جو ایک دیوار سے ٹکی کھڑی تھی۔ ڈینی

دیکھا تو حیرت سے اس کا منہ کھل گیا لیکن دوسرے ہی لمحے' اس نے پھرتی سے ریوالور نکال لیا---- پھر اس قبل کہ وہ' اسے استعمال کرتا' میں نے ایک زور دار دھاڑ کے ساتھ' اس پر چھلانگ لگا دی۔ میرے پیر' اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ کے نیچے بغل پر پڑے۔

ڈینی اپنی جگہ سے دو' تین فٹ اونچا اچھل پڑا۔ میں نے ایک پاؤں زمین پر ٹکایا اور گھوم کر دوسری لات' اس کے چہرے پر ماری۔ ڈینی ڈکراتا ہوا ریوالور سمیت ایک طرف گرا۔ میں نے ایک ٹھوکر اس کے ریوالور والے ہاتھ پر رسید کی اور میری اس ٹھوکر نے اس کی کلائی کی ہڈی توڑ دی۔ اس کے حلق سے ہولناک دھاڑیں خارج ہونے لگیں۔ میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اس کا ریوالور اٹھا لیا۔ مجھے یقین تھا کہ اس کی دھاڑیں سن کر باہر والے لوگ' اندر کی طرف دوڑیں گے۔ چنانچہ میں نے بہروز کی طرف چھلانگ لگائی اور اسے گھسیٹتا ہوا' دروازے کے پیچھے لے آیا تاکہ اگر وہ لوگ اندر آتے ہی اندھا دھند فائرنگ شروع کریں تو بہروز' ان کی زد میں نہ آئے---- پھر میرا اندازہ درست ہی نکلا۔

دروازہ زور دار آواز کے ساتھ کھلا اور چار آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں ریوالور دبے ہوئے تھے لیکن اب میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ میرے دونوں ہاتھوں میں دبے ہوئے ریوالوروں سے گولیاں نکلیں اور ان کے جسموں میں پیوست ہو گئیں۔ چاروں آدمی بری طرح چیخے اور گر کر تڑپنے لگے۔

اسی وقت دو آدمی اور دوڑتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔ غالباً" ان چاروں کی چیخوں اور گولیوں کی آوازوں نے انھیں اس طرف متوجہ کیا تھا---- پھر بھلا یہ دو بھی کس طرح بچتے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ دونوں ریوالوروں میں ایک ایک گولی باقی تھی۔ کیونکہ جب میں نے دوبارہ ان دونوں کا نشانہ لے کر ٹرائیگر دبائے تو ریوالوروں سے صرف ٹرچ ٹرچ کی آوازیں نکل کر رہ گئیں۔ میں نے برق رفتاری سے ریوالور' ان دونوں پر دے مارے اور بڑھ کر ان کے ہاتھوں سے ریوالور چھین لیے۔ اب میں نئے آنے والوں کے استقبال کے لیے تیار تھا۔

ڈینی ابھی تک پڑا تڑپ رہا تھا' اس کی آنکھیں چڑھی جا رہی تھیں۔ میں خاموشی سے دروازے کے پیچھے دبکا کھڑا رہا۔ میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اب اس عمارت میں کتنے افراد موجود ہیں۔ بہروز بھی خاموشی سے میرے قریب کھڑی تھی۔ اس کے چہرے سے کسی قسم کے تاثر کا اظہار نہیں ہو رہا تھا---- ہمیں وہاں کھڑے کھڑے پانچ منٹ گزر گئے لیکن اب تک باہر کوئی آہٹ نہیں سنائی دی تھی۔ تب میں' بہروز کی طرف متوجہ ہوا اس کے ہاتھ کھول کر دونوں ریوالور اسے پکڑا دیئے۔

"تم یہیں رک کر اپنی حفاظت کرو' بہروز! میں باہر دیکھتا ہوں کہ یہاں ان کے اور کتنے آدمی موجود ہیں۔" پھر میں نے دو ریوالور اٹھائے اور انھیں لیے ہوئے باہر نکل آیا۔ میں نے عمارت کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن ان چھ آدمیوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہ تھا۔ میں مطمئن ہو کر دوبارہ اسی کمرے میں پہنچ گیا جہاں بہروز موجود تھی۔ وہ ڈینی کو کور کیے بیٹھی تھی اور ڈینی ایک ہاتھ کے سہارے کھسکتا ہوا' دیوار کی طرف بڑھ رہا تھا۔

میری آمد پر بھی اس نے کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف اور تکلیف کے سائے منجمد نظر آ رہے تھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور پھر بہروز سے مخاطب ہوا۔

"ڈیئر' بہروز! یوں کرو کہ تم ریوالور لے کر باہر نکل جاؤ اور عمارت کی کسی بلند لیکن پوشیدہ جگہ پر بیٹھ کر' سڑک پر نظر رکھو۔ اگر کوئی ذیلی سڑک کی طرف آئے تو مجھے اطلاع دے دینا۔" بہروز نے گردن ہلائی اور ریوالور لیے ہوئے باہر نکل گئی۔ تب میں ڈینی کی طرف متوجہ ہوا۔

"ڈیر ڈینی! عیاشی بری چیز ہے اور برائی کی طرف بھی انسان کو سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے----- لیکن تم شاید پاگل ہو۔ کسی بھی لڑکی کو دیکھ کر حواس کھو بیٹھنا اچھی بات نہیں ہے۔ اس کے نتائج تم خود دیکھ چکے ہو۔ بہرطور' وہ تمھارا اپنا فعل تھا جس کی سزا تم بھگت چکے ہو----- لیکن ابھی تم نے ایک فون ریسیو کیا تھا اور فون کرنے والے نے تمہیں میرے تعاقب کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ فون کس کا تھا' ڈینی؟"

ڈینی نے متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر کے سر جھٹکنے لگا----- تھوڑی دیر بعد وہ کراہتا ہوا بولا۔ "بکواس مت کرو۔ تم نے جو کچھ کیا ہے' اس کی سزا بھگتنے کے لیے تیار رہو۔ اس وقت تم' ہم پر حاوی ہو گئے ہو لیکن غلام پور سے نہیں نکل سکو گے۔ یہاں سے تمھارا زندہ واپس جانا ناممکن ہے۔"

"یقیناً----- یقیناً----- میں جانتا ہوں لیکن یہ بعد کی بات ہے' فی الحال تو تم مشکل کا شکار ہو۔ مجھے بتاؤ' فون کس نے کیا تھا؟ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلے میں زیادہ پریشان ہوں۔ اگر تم بتا دو تو شاید یہ تمھارے حق میں بہتر ثابت ہو' ورنہ میں' تمہیں گولی مار کر اطمینان سے نکل جاؤں گا۔"

"مگر تم یہ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا' اس کے قریب پہنچ گیا اور اس کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر دباؤ ڈالنے لگا۔ ڈینی نے ٹوٹے ہوئے ہاتھ سے سہارا لینے کی----- کوشش کی لیکن کلائی کی

تکلیف نے اس کے حلق سے بے شمار کراہیں خارج کر دیں۔ گھٹنے کی تکلیف بھی بڑھتی جا رہی تھی۔

"ہٹ جاؤ----- پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں مر رہا ہوں۔"

"نہیں----- پہلے میری بات کا جواب دو۔"

"آنند کا فون تھا' آنند سنگھ کا۔ وہ یہاں کا سب سے خطرناک آدمی ہے۔ تم' اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"اور وہ خطرناک آدمی کہاں رہتا ہے؟ میں اس سے ملاقات کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"بھٹے پر----- یہاں سے سیدھے آخری سڑک پر چلے جاؤ۔ رادھادلی کے سرے پر تمہیں اینٹوں کا ایک بھٹہ ملے گا۔ آنند سنگھ وہیں رہتا ہے لیکن تم اس طرف جا کر زندہ نہ بچ سکو گے۔"

"میری زندگی کی فکر نہ کرو ڈینی ڈارلنگ! مجھے افسوس ہے کہ تمھاری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔" میں چند قدم پیچھے ہٹا اور پھر ڈینی کی پیشانی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گولی نے اس کی کھوپڑی کو کئی حصوں میں منقسم کر دیا اور وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ میں' اس پر الوداعی نظریں ڈالتا ہوا باہر آ گیا اور بہروز کو آوازیں دینے لگا۔ چند لمحوں بعد بہروز اوپری منزل سے اتر کر میرے پاس پہنچ گئی۔

ہم' جھاڑیوں کی آڑ لیتے ہوئے تیزی سے لینڈ روور کی طرف بڑھنے لگے۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ لینڈ روور چند لوگوں کی نگاہ میں آ چکی ہے۔ اس کا یہاں تک تعاقب کیا گیا تھا اور تعاقب کرنے والوں نے اس کی----- اطلاع آنند سنگھ کو دی تھی۔ اس بات کے امکانات تھے کہ لینڈ روور کا تعاقب کرنے والے' اب بھی اس کی نگرانی کر رہے ہوں----- لیکن لینڈ روور کو یہاں بھی چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔

لینڈ روور کے قریب پہنچ کر میں نے آس پاس کے علاقے کی سن گن لی۔ لیکن مجھے کوئی آہٹ نہیں سنائی دی۔ "بہروز! تم لینڈ روور اسٹارٹ کر کے کچی سڑک پر لے جاؤ اور وہاں رک کر میرا انتظار کرو۔" میں نے بہروز سے سرگوشی میں کہا۔

بہروز نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ اب وہ بے چوں و چرا میری ہدایات پر عمل کر رہی تھی۔ غالباً" اپنی خود سری پر شرمندہ تھی۔ اس نے لینڈ روور اسٹارٹ کی اور اسے سڑک پر لے آئی۔ اس دوران میں' میری نگاہیں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن کوئی حرکت محسوس نہیں ہوئی----- پھر میں لینڈ روور کے قریب پہنچا اور پچھلا دروازہ کھول کر

بیٹھ گیا۔ بہروز نے خاموشی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔ "شہر کی طرف چلو۔" میں نے کہا اور پھر گہری نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

انجن تک کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی لیکن تقریباً" دو میل چلنے کے بعد دفعتاً" ایک اور ذیلی سڑک سے پیلے رنگ کی ایک کار نکلی اور ہماری گاڑی کے پیچھے چل پڑی۔ میرے جبڑے بھنچ گئے۔ بہروز نے بھی شاید عقب نما آئینے سے اس کار کو دیکھ لیا تھا۔

"منصور۔۔۔۔۔" اس کی آواز ابھری۔

"ہاں' میں نے دیکھ لیا ہے' تم چلتی رہو' اطمینان سے۔"

میری نظریں' پیلی کار پر مرکوز تھیں۔ پہلے تو وہ ایک مخصوص فاصلہ دے کر سست رفتاری سے چلتی رہی پھر دفعتاً" اس کی رفتار تیز ہو گئی اور آگے نکلنے کے لیے ہارن دینے لگی۔ بہروز نے لینڈ روور سائڈ میں کر لی اور پیلی کار زن سے آگے نکل گئی۔ لیکن تھوڑی دور جا کر وہ سڑک پر قدرے ترچھی کھڑی ہو گئی۔ بہروز نے رفتار ہلکی کر دی اور میں اپنی جگہ چھوڑ کر سامنے کے رخ پر آ گیا۔

کار کے چاروں دروازے کھلے اور چار آدمی نیچے اتر آئے۔ چاروں مسلح تھے۔ لینڈ روور اب آہستہ آہستہ کھسک رہی تھی۔ کار والوں نے ہاتھ اٹھا کر ہمیں رکنے کا اشارہ کیا۔

"اسی طرح سست رفتاری سے بڑھو اور جونہی قریب پہنچو' رفتار تیز کر کے' کار کے پچھلے حصے کو ٹکر مارتی ہوئی آگے نکل جاؤ۔" میں نے کہا اور بائیں جانب ہو گیا۔ میں نے لینڈ روور کی چھت کے قریب ایک خانہ کھول کر دو دستی بم نکال لیے۔ بہروز' میری ہدایت کے مطابق آگے بڑھتی ہوئی بڑے محتاط انداز میں گاڑی کو ایک سمت میں کاٹ رہا تھا۔۔۔۔۔ پھر ایک دھماکا ہوا اور وہ لوگ بری طرح چیخ پڑے۔ اسی وقت میں نے سیفٹی پن کھینچ کر دونوں بم' کار پر اچھال دئے۔

بہروز نے ایک دم ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈال دیا اور گیئر کی گراریاں گڑگڑانے لگیں لیکن انجن طاقت ور تھا' اس نے ایک لمحے میں پک اپ لے لیا۔ دوسری طرف دو ہولناک دھماکے ہوئے اور پیلی کار فضا میں بلند ہوتی نظر آئی۔ لینڈ روور پوری رفتار سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

میں مسکراتا ہوا' بہروز کے پاس اگلی نشست پر آ بیٹھا۔ وہ بڑے اعتماد سے ڈرائیو۔۔۔۔۔ کر رہی تھی۔ کافی دیر تک خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔ "کیا یہ صرف اتفاق نہیں تھا؟"

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا اس قسم کی کسی حرکت کے امکانات ہو سکتے تھے۔ ان واقعات کا تعلق چمن سے تو نہیں ہے۔"

"میں نے کب کہا' بہروز؟"

"مجھے احساس ہے' منصور! کہ میری وجہ سے تمہیں مشکل پیش آئی۔ یقین کرو' اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔"

"ارے' ارے بھئی! میں نے کچھ کہا ہے' تم سے؟" میں جلدی سے بولا۔ "ہر جگہ اس قسم کے لوگ ہوتے ہیں لیکن یہ اتفاق کی بات ہے کہ اس کا تعلق آمنہ سنگھ سے نکل آیا۔ ویسے اس قسم کے چھوٹے چھوٹے بدمعاشوں کا تعلق کسی نہ کسی بڑے گروہ سے ضرور ہوتا ہے۔" میں نے بات گھمانے کی کوشش کی تو بہروز' ونڈ اسکرین سے نظریں ہٹا کر میری طرف دیکھنے لگی پھر مسکرا کر بولی۔

"تم بات کو ٹال رہے ہو' منصور! حالانکہ میں جانتی ہوں کہ تمہارے ذہن میں میرے لیے کبیدگی ضرور ہو گی۔"

"ارے نہیں' بھئی! فضول قسم کی باتیں سوچ کر اپنے ذہن کو خراب مت کرو۔"

اسی اثنا میں ہم شہر پہنچ گئے۔ میں لینڈ روور سے ضروری سامان نکالنے لگا۔ آٹھ دستی بم باقی تھے' میرے پاس۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ کچھ اور چیزیں تھیں' جنھیں وقتی طور پر میں نے ایک کپڑے میں لپیٹ لیا تھا۔

بہروز عقب نما آئینے میں میری حرکات کا جائزہ لے رہی تھی تھوڑی دیر بعد' میں نے اس سے گاڑی روک لینے کو کہا۔ بائیں سمت ایک چھوٹی سی سڑک تھی اس کے اختتام پر ہوٹل کنگ کا بورڈ نظر آ رہا تھا۔ میں نے بہروز سے اس طرف چلنے کو کہا اور بہروز نے گاڑی اس پتلی سی سڑک پر موڑ دی۔ تھوڑی دیر بعد' ہم کنگ ہوٹل کے بڑے آہنی گیٹ کے سامنے کھڑے تھے۔ بہروز' لینڈ روور کو گیٹ سے اندر لیتی چلی گئی اور پھر ایک سائڈ میں پارک کر دی۔

"گاڑی لاک کر کے نیچے اتر آؤ۔ اس ہوٹل میں ہمیں' مسٹر اور مسز بہرام کے نام سے ایک کمرہ حاصل کرنا ہے۔" میں نے کہا تو بہروز نے گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر بعد' ہم ہوٹل کے کاؤنٹر پر پہنچ گئے اور رجسٹر پر نام و پتہ لکھوانے کے بعد ایک بیرے نے ہمیں' ہمارے کمرے تک پہنچا دیا۔ ہم نے انھیں بتا دیا تھا کہ ہمارا سامان پیچھے آ رہا ہے۔ کمرہ مختصر سا تھا۔ حالانکہ اس میں ڈبل بیڈ تھا لیکن تاج کے مقابلے میں بہت چھوٹا تھا۔

بہروز تھوڑی دیر تک کمرے کا جائزہ لیتی رہی پھر میں' بہروز کو اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل آیا۔ چابی' میں نے کاؤنٹر کلرک کو دی اور اسے بتایا کہ ہم لوگ اپنا سامان لینے جا رہے ہیں۔ ہوٹل سے باہر آکر میں نے لینڈ روور سے اپنے سامان کی پوٹلی اٹھائی اور آہنی گیٹ سے نکل آئے۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی کے ذریعے ہم دوبارہ تاج پہنچ گئے۔ بہروز اس تمام کارروائی کے دوران خاموش تماشائی بنی رہی تھی۔ صورت حال شاید اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ وہ میرے ساتھ ساتھ میرے کمرے میں آگئی اور ایک آرام کرسی پر دراز ہوتے ہوئے بولی۔

"میں سمجھ گئی کہ لینڈ روور وہاں کیوں چھوڑی گئی ہے۔ اب وہ لوگ ہمیں' کنگ ہوٹل میں تلاش کرتے رہیں گے اور لینڈ روور کی وہاں موجودگی انھیں' اس بات کا یقین دلائے گی کہ ہم' کنگ میں مقیم ہیں۔"

"ہاں-----"

"لیکن اب کیا پروگرام ہے' منصور؟"

"وہ بھی بتا دوں گا۔ میرے خیال میں کچھ کھا پی لیا جائے۔ کافی کی شدید طلب محسوس ہو رہی ہے' کچھ تھکن ہو گئی ہے۔"

"ویٹر کو بلاؤں؟"

"ہاں بلا لو----- لیکن تمہاری یہاں موجودگی' میرے خیال میں مناسب نہیں ہے؟"

"تو پھر الگ الگ کافی پی لیں گے۔"

"اس وقت یہی بہتر ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جب ویٹر تمہارے کمرے میں کافی سرو کر دے تو میں بھی وہیں آ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کافی منگوا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آپ میرے کمرے میں ہی آ جائیے گا۔"

تقریباً" پندرہ منٹ کے بعد میں' بہروز کے کمرے میں چلا گیا----- کافی آ چکی تھی۔ بہروز نے کافی کی ایک پیالی بنا کر میرے آگے رکھ دی اور دوسری خود لے کر بیٹھ گئی۔ کافی کے ساتھ کچھ لوازمات بھی تھے۔ ہم خاموشی سے کھاتے پیتے رہے لیکن میرا ذہن آئندہ کا پروگرام بنا رہا تھا۔ بہت سے منصوبے میرے ذہن میں بنتے اور بگڑتے رہے پھر میں نے ایک گہری----- سانس لے کر کہا۔

"اب بتاؤ' بہروز! کوئی ترکیب سمجھ میں آتی ہے؟"

"کیسی ترکیب-----؟"

"صورت حال تمہارے علم میں ہے' اس سے نمٹنے کے لیے کیا کوئی بہتر ترکیب تمہارے ذہن میں آ سکتی ہے؟"

"ایک ترکیب ہے تو سہی----- لیکن تم مانو گے نہیں۔"

"بتاؤ' اگر کار آمد ہوئی تو نہ ماننے کا کیا سوال ہے۔"

"تم مجھے ان کے لیے چارہ بناؤ۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ڈینی کا تعلق' آنند سنگھ سے تھا۔ اس کے کئی آدمی مارے گئے ہیں۔ آنند سنگھ اس بات پر خاموش نہیں بیٹھے گا اور مجھے تلاش کرائے گا۔ تم' مجھے' کنگ ہوٹل کے اسی کمرے میں چھوڑ دو۔ میں' لینڈ روور کا آزادانہ استعمال کروں گی اور تم میک اپ میں' میرا تعاقب کرو۔ دیکھیں' وہ لوگ مجھے کہاں لے جاتے ہیں۔ اگر میں' آنند سنگھ کے اڈے پر پہنچ گئی تو چمن کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہو سکیں گی۔"

میں' بہروز کی بات سن کر اچھل پڑا۔ بڑی شاندار ترکیب تھی۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ رادھاولی میں اینٹوں کے بھٹے کے قریب پہنچ کر صورت حال کا جائزہ لینے کی کوشش کروں گا لیکن بہروز نے عمدہ آئیڈیا دیا تھا لیکن اس میں صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں بہروز کو نقصان نہ پہنچ جائے۔

"مجھ پر اعتماد کرو' منصور!" بہروز' میرے چہرے کا جائزہ لیتی ہوئی بولی۔ "اب میں اتنی کمزور بھی نہیں ہوں----- یہ ضرور ہے کہ بعض اوقات صورت حال بالکل بے بس کر دیتی ہے لیکن بار بار ایسا نہیں ہوتا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن ہمت نہیں پڑتی کہ تمہیں داؤ پر لگا دوں۔"

"منصور----- ادھر ایاز اور گل جی داؤ پر لگی ہوئی ہیں۔ کیا ان کی حیثیت مجھ سے کم ہے؟"

"بہروز! تم بہت عظیم ہو۔ میرے لیے جس طرح تم نے خود کو وقف کر دیا ہے' میں اسے کبھی نہیں بھولوں گا لیکن------"

"پلیز' منصور!" وہ لجاجت سے بولی۔ "ان باتوں کی ضرورت نہیں۔ تم مجھے ان کا اہل ثابت ہونے کا موقع دو۔"

میں اس کی پیش کش پر غور کرنے لگا لیکن بہرصورت اس میں بہروز کے لیے خطرہ تھا۔ آنند سنگھ اپنے خاص آدمیوں کی موت پر خاموش نہیں بیٹھے گا اور بہروز کے سلسلے میں معلومات حاصل کرانے کی کوشش کرے گا----- پھر میں' بہروز سے اتفاق کر کے وہاں سے اٹھ گیا۔

"کیا سوچا ہے' منصور؟"

"ٹھیک ہے' بہروز! اگر تم یہ قربانی دینے کے لیے تیار ہو تو میں تمہاری یہ پیش کش قبول کرتا ہوں۔ میں اپنے چہرے پر میک اپ کو لوں پھر یہاں سے ضروری سامان لے کر ہم' کنگ ہوٹل چلیں گے۔ وہاں تم اسی کمرے میں مقیم ہو جانا اور میں کوئی دوسرا کمرہ حاصل کر لوں گا تاکہ تم پر نگاہ رکھ سکوں لیکن ایک مسئلہ ہے۔"

"وہ کیا——؟"

"مجھے بھی ایک گاڑی کی ضرورت ہو گی تاکہ میں' تمہارا تعاقب کرتا رہوں۔"

"خاصا بڑا شہر ہے۔ میرے خیال میں یہاں کرائے کی گاڑیاں مل جاتی ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے' یہ معلومات بھی کنگ چل کر ہی حاصل کر لوں گا۔" میں نے جواب دیا اور بہروز کے کمرے سے نکل آیا۔

اپنے کمرے میں آ کر' میں نے میک اپ کا سامان نکالا اور چہرے کی مرمت کرنے بیٹھ گیا۔ اس سلسلے میں اب میں نے خاصی مشق کر لی تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد' مجھ میں نمایاں تبدیلی آ گئی۔ اس سے فارغ ہو کر میں نے ضروری سامان لیا اور بہروز کے ساتھ' تاج سے نکل آیا۔

خوش قسمتی سے کنگ میں دوسرا کمرہ' بہروز کے کمرے کے ساتھ ہی مل گیا۔ بہروز کو اس کے کمرے میں چھوڑ کر میں باہر نکل آیا۔ ہوٹل سپروائزر سے کرائے کی کار کے بارے میں پوچھا تو اس نے خود ہی ایک کار کی—— پیش کش کر دی۔ کار مجھے پسند آئی اور میں نے کرایہ ادا کر کے' اس کی چابی حاصل کر لی۔ یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا تھا۔ کہیں باہر جانے کی نوبت نہیں آئی تھی—— اور پھر ہم انتظار کرنے لگے۔

رات آٹھ بجے' بہروز ڈائننگ ہال میں پہنچ گئی۔ میں بھی اپنے کمرے سے نکل آیا—— لیکن میں' ڈائننگ ہال میں رکنے کی بجائے ہوٹل سے باہر نکل گیا—— اور کن انکھیوں سے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

تھوڑی دیر بعد مجھے ایک گاڑی نظر آ گئی جو کنگ کے سامنے ایک تنگ سی گلی میں کھڑی تھی۔ گاڑی میں روشنی تھی اور دو آدمی اگلی سیٹوں پر بیٹھے نظر آ رہے تھے۔ میں ٹہلنے کے انداز میں گلی کے سرے تک گیا اور واپس آ گیا۔ یقیناً وہ لوگ لینڈ روور کی نگرانی کر رہے تھے۔

میں' ڈائننگ ہال میں واپس آ گیا اور بہروز سے ذرا فاصلے پر ایک میز کے گرد بیٹھ گیا۔ بہروز کھانا کھا رہی تھی۔ میں نے بھی کھانے کا آرڈر دے دیا۔

دس بجے تک ہم دونوں' ڈائننگ ہال میں بیٹھے رہے پھر بہروز کے اٹھنے کے بعد' میں بھی اٹھ گیا۔ ڈائننگ ہال میں کوئی نہیں تھا—— اور راہداری بھی خالی پڑی تھی۔ چنانچہ میں' بہروز کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

"کیا صورت حال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"گاڑی کی نگرانی ہو رہی ہے۔ دو آدمی نگاہ میں آئے ہیں۔"

بہروز کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "کچھ کہنے کی جسارت کر سکتی ہوں' منصور؟"

"ہاں' کہو—— کیا بات ہے؟"

"جب ہم نے ایک پروگرام ترتیب دیا ہے تو اس کی تکمیل میں دیر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

میں نے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں' لینڈ روور لے کر آوارہ گردی کرنے نکل کھڑی ہوتی ہوں کہیں نہ کہیں وہ لوگ کھل کر سامنے آ ہی جائیں گے۔"

"او۔ کے! تیار ہو جاؤ۔" میں نے کہا اور بہروز اٹھ کھڑی ہوئی۔ کوئی خاص تیاری تو کرنی نہیں تھی' اسے' تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکل آئی۔ اس دوران میں' میں نے اپنی تیاری مکمل کر لی تھی۔ لینڈ روور ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے نکل گئی تو میں نے بھی اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

گیٹ سے تھوڑے فاصلے پر رک کر' میں نے گلی میں کھڑی ہوئی کار کی طرف دیکھا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ وہ اسٹارٹ ہو کر' لینڈ روور کے پیچھے چل پڑی تھی—— پھر میں نے اس کار کی عقبی روشنیوں کے سہارے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔

اب یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ بہروز کا رخ راولپنڈی کی طرف تھا۔ وہ کہیں رکے بغیر' راولپنڈی کے آخری سرے پر اینٹوں کے بھٹے کے قریب پہنچ گئی۔ وہاں ایک ریستوران کے سامنے اس نے گاڑی روکی اور اتر کر ریستوران میں داخل ہو گئی۔ تعاقب کرنے والے بھی اس کے پیچھے پیچھے ریستوران میں گئے تھے۔ وہ تین آدمی تھی اور اچھے خاصے تن و توش کے مالک تھے۔

میں نے یہی مناسب سمجھا کہ گاڑی ہی میں بیٹھ کر' ان کی واپسی کا انتظار کروں—— پون گھنٹے تک مجھے اسی طرح بیٹھے رہنا پڑا پھر میں بری طرح چونک پڑا۔

دو آدمی بہروز کو سنبھالے ہوئے ریستوران سے باہر لا رہے تھے بہروز نیم مدہوشی کی

کیفیت میں تھی۔ میں کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ کیا کروں؟

وہ دونوں اپنی کار کی طرف بڑھنے کی بجائے' بہروز کو لیے بھٹے کی سمت روانہ ہو گئے جو تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔ بھٹے کے نزدیک کچھ اور عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ میں ان عمارتوں کی آڑ لے کر' ان کا تعاقب کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک خوش نما عمارت میں داخل ہو گئے۔ گویا یہی آنند سنگھ کی رہائش گاہ تھی۔

بہرطور' بہروز کو قربانی کا بکرا بنایا تھا تو اس کی حفاظت کی ذمے داری بھی میرا فرض تھا۔ میں اسے نگاہوں سے اوجھل ہونے دینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک ایسی جگہ تلاش کر لی جہاں رک کر میں اس عمارت کی نگرانی کر سکتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک گھنٹے تک انتظار کروں گا' اس کے بعد میں بھی عمارت میں داخل ہو جاؤں گا۔

وقت گزرتا رہا۔ میرے بدن میں اینٹھن سی ہونے لگی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا قدم اٹھاؤں----- پھر میں عمارت میں داخل ہونے کے ارادے سے آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ پہلے میں اس عمارت کا چاروں طرف سے جائزہ لینا چاہتا تھا۔ ابھی میں عمارت کے گیٹ سے تھوڑے فاصلے پر تھا کہ میں نے گیٹ سے کسی کو نکلتے دیکھا۔ جب وہ شخص' روشنی میں ذرا قریب آیا تو اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

یہ تغلق خان تھا۔ چمڑے کی جیکٹ اور چست پتلون میں خاصا----- اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔ وہ پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے' ہونٹوں سے سیٹی بجاتا' لاپرواہی سے چلا آ رہا تھا۔ میں نے اطراف کا جائزہ لیا کہ کوئی اس کی نگرانی تو نہیں کر رہا----- لیکن ایسی کوئی بات نہ تھی۔

تغلق خان کافی دور تک پیدل چلتا رہا اور پھر وہ اس ریستوران کی طرف بڑھ گیا جہاں سے تھوڑی دیر پہلے بہروز کو اغوا کیا گیا تھا۔ ریستوران میں داخل ہونے سے قبل میں نے اسے جا لیا اور عقب سے آواز دی۔ تغلق خان ٹھٹک گیا۔

وہ پلٹ کر چند لمحوں تک مجھے اجنبی نظروں سے دیکھتا رہا پھر میرے قریب پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تغلق خان! یہ میں ہوں' پرنس دلاور!"

"کیا-----" تغلق خان ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"ہاں' میں میک اپ میں ہوں----- اس طرف آ جاؤ۔ تاکہ کوئی ہمیں دیکھ نہ

لے۔" میں نے کہا اور اپنی کار کی جانب بڑھ گیا۔ تغلق خان تیز تیز قدموں سے میرے پیچھے آیا تھا۔ چند لمحوں میں وہ کار کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے کار کا دروازہ کھولا اور وہ دوسری طرف سے گھوم کر میرے نزدیک آ بیٹھا۔ اس کا چہرہ حیرت کی تصویر بنا ہوا تھا۔

"کیا----- کیا واقعی----- آپ پرنس ہیں؟"

"ہاں' تغلق خان! کیا تم' میری آواز نہیں پہچانتے؟"

"اب پہچان رہا ہوں----- مجھے گمان بھی نہ تھا کہ آپ سے یہاں ملاقات ہو جائے گی۔"

"ہاں' مجھے بھی توقع نہیں تھی۔"

"مگر آپ یہاں کیسے آئے' پرنس؟"

"پریشان کن حالات کے تحت۔"

"ارے-----" تغلق خان متحیر لہجے میں بولا۔ "اور آپ کے خادم؟"

"میں نے کسی کو ساتھ لانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں----- لیکن تم پہلے میری ایک بات کا جواب دو۔"

"پوچھیے-----"

"آنند سنگھ کے اڈے سے آ رہے ہو؟"

"جی ہاں----- آپ اسے جانتے ہیں؟"

"ہاں' اور تمہیں معلوم ہے کہ چمن بھی یہاں آیا ہوا ہے؟"

"جی----- ابھی تھوڑی دیر قبل اس سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"گڈ----- تب تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ وہ کچھ لوگوں کو لے کر آیا ہے۔"

"نہیں----- میں نے یہاں اس کی آمد کے بارے میں پوچھا تھا لیکن اس نے تفصیل نہیں بتائی۔"

"تو پھر مجھ سے سنو' تغلق خان! وہ گل' ایاز اور دو عورتوں کو لے کر یہاں آیا ہے۔ گل کو تم جانتے ہی ہو' ایاز کے بارے میں بھی تمہیں علم ہے کہ وہ میرا دوست ہے اور ان دو عورتوں میں سے ایک ایاز کی منگیتر اور دوسری اس کی ماں ہے۔ وہ ایاز کی وجہ سے مصیبت کا شکار ہوئی ہیں۔ میں انہی کے لیے یہاں آیا ہوں۔"

"اوہ' پرنس! آپ کا یہ خادم حاضر ہے۔ آپ کو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں' ان چاروں کو یہاں سے نکال کر آپ کے حوالے کر دوں گا۔"

"شکریہ' تغلق خان! ویسے ایک پانچویں شخصیت کو بھی وہاں لے جایا گیا ہے۔ جانتے ہو' وہ کون ہے؟ بہروز---- میری ساتھی۔"

"ٹھیک ہے' پرنس! آپ اس سلسلے میں بالکل مطمئن رہیں۔ آپ کو زحمت نہیں کرنی پڑے گی۔"

"مجھے یقین ہے' تغلق خان! جسے اچھا دوست مل جائے' اسے کسی قسم کے تردد کی ضرورت نہیں رہتی۔"

"یہ تو آپ کی کشادہ دلی ہے' پرنس!"

"تم کیا کرو گے' تغلق خان! کیا منصوبہ ہے' تمہارے ذہن میں؟"

"جس طرح آپ پسند فرمائیں۔"

"ویسے یہاں تمہاری آمد کی کیا کوئی خاص وجہ ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"جی ہاں---- بہت ہی خاص وجہ ہے۔ مجھے' سیٹھ جبار نے یہاں بھیجا ہے---- اس سلسلے میں' آپ بھی ملوث ہیں۔"

"میں----؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔ "مگر کیسے؟"

"دراصل' ایک افریقی ریاست کی شہزادی پرنسس فورسیا یہاں پہنچنے والی ہے۔ سیٹھ جبار سے اس کا کوئی رابطہ ہے۔ چونکہ اپنا شہر سیٹھ جبار کی نگاہوں میں مخدوش ہو چکا ہے' اس لیے وہ' پرنسس فورسیا کو دارلحکومت سے دور رکھنا چاہتا ہے---- سیٹھ جبار کی یہاں بھی ایک خوبصورت کوٹھی ہے۔ اس کا پروگرام ہے کہ پرنسس فورسیا کو ہوائی اڈے سے سیدھا یہیں لے آیا جائے۔ میں یہاں کے انتظامات کرنے کے لیے اپنے چھ ساتھیوں سمیت یہاں آیا ہوں۔ یہاں سیٹھ جبار اور پرنسس فورسیا کے درمیان مذاکرات ہوں گے۔"

"لیکن یہ پرنسس فورسیا ہے کیا چیز؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ کیونکہ عدنان' اس کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل بتا چکا تھا۔

"سنا ہے چیف! کہ وہ خود بھی بہت بڑی اسمگلر ہے اور اپنی اس حیثیت سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ یہاں وہ بہت قیمتی ہیرے لے کر آ رہی ہے۔ یہاں آکر وہ یہ ہیرے سیٹھ جبار کے حوالے کر دے گی اور اسی طرز کے نقلی ہیرے پہن کر یہاں سے آگے بڑھ جائے گی۔ اس طرح وہ قیمتی ہیرے اسمگل کرتی ہے۔"

"اس کے یہاں پہنچنے کے امکانات کب تک ہیں؟"

"میرا خیال ہے' ایک ہفتہ لگ جائے گا---- اور یہ ہفتہ' مجھے یہیں گزارنا ہے۔"

"ٹھیک ہے' تغلق خان! اس مسئلے سے بعد میں نمٹ لیا جائے گا لیکن فی الوقت' ان

لوگوں کا مسئلہ ہے جو اغوا کر کے لائے گئے ہیں۔"

"آنند سنگھ کو میں پہلے سے جانتا ہوں۔ وہ میرا اور چمن کا مشترکہ دوست ہے۔ ویسے' پرنس! ایک بات بتایئے۔"

"ہاں' پوچھو----"

"چمن سے آپ کی بھی تو پرخاش ہے۔ اس نے آپ کو دھوکا دیا تھا۔"

"ہاں' اس پر بہت سے حساب کتاب ہیں اور یہ سارے حساب چکانے ہیں۔"

"پھر کیوں نہ اس سے بھی نمٹ لیں۔"

"ہاں' تغلق خان! میں بھی یہی فیصلہ کر چکا ہوں۔"

"چمن کے ساتھ ساتھ آنند سنگھ کو بھی ٹھکانے لگانا پڑے گا۔ مجھے' بہروز کا حلیہ بتایئے۔" اس نے کہا اور میں نے اسے' بہروز کا حلیہ بتا دیا۔ تغلق خان کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر تغلق خان بولا۔ "کیا وہ لوگ میک آپ میں آپ کو پہچان سکتے ہیں؟"

"نہیں----"

"تب کسی حد تک کام بن سکتا ہے۔ ابھی میں آپ کے ساتھ اندر چلوں گا اور آپ کو اپنا آدمی ظاہر کر کے وہیں چھوڑ دوں گا۔ یہ آپ کا کام ہو گا کہ رات کے کسی حصے میں آنند سنگھ کو ٹھکانے لگا کر بہروز کو یہاں سے نکال لیں۔ آپ کا قیام کہاں ہے' پرنس؟"

"ہوٹل تاج میں۔ وہ لینڈ روور کھڑی ہے۔ بہروز' اسے یہاں لائی ہے۔ وہ لوگ لینڈ روور پہچانتے ہیں۔"

"تب پھر یہ آپ کے لیے خطرناک ہے۔ اسے کسی طرح تباہ کر دیں بلکہ آنند سنگھ کو ٹھکانے لگانے میں' میں خود آپ کی مدد کروں گا۔ میں' چمن اور اپنے ساتھیوں کو' سیٹھ جبار کی کوٹھی لے جاؤں گا۔ ان لوگوں کو وہاں چھوڑ کر' رات دو بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا اور پھر ہم' آنند سنگھ سے نمٹ لیں گے۔ اس کے بعد چمن کو ٹھکانے لگا دیں گے۔"

"اور تمہارے آدمی----؟"

"شراب---- انھیں جو شراب ملے گی میں' اس میں کچھ ملاوٹ کر دوں گا۔" تغلق خان مسکرا کر بولا۔

"او کے' تغلق خان! اس وقت تمہاری یہاں موجودگی نے مجھے بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں کار سے اتر کر آنند سنگھ کی رہائش گاہ کی طرف بڑھنے لگے۔

یہ ایک حسین اتفاق ہی تھا کہ تغلق خان اس طرح غلام پور میں مل گیا تھا جس کی وجہ

سے یہ کام کافی سہل ہو گیا تھا۔

میں اس کے ساتھ اندر پہنچ گیا۔ عمدہ عمارت تھی پرانی طرز کی ہی تھی لیکن اس کے کچھ حصے نو تعمیر شدہ تھے بیرونی برآمدے میں دو مسلح آدمی بیٹھے شراب سے شغل کر رہے تھے جیسے ہی تغلق خان پر نظر پڑی مستعدی سے کھڑے ہو گئے میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی تھی۔ اندر ہال میں ایک اور شخص ملا اور تغلق خان نے اس سے آنند سنگھ کے بارے میں پوچھا۔

"آنند سردار اندر ہے۔ تیسرے ہال میں۔" اور تغلق خان گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

"کیا آنند سنگھ گونگا ہے؟" میں نے سرگوشی کے سے انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ وہ بول نہیں سکتا۔ آیئے۔" تغلق خان نے کہا۔

پتہ نہیں دوسرے یا تیسرے ہال کا کیا راز تھا' بہرحال تغلق خان مجھے لے کر جس جگہ پہنچا وہ ہال نما ہی تھی۔ دروازے پر ایک آدمی موجود تھا جس نے تغلق خان کو دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا تھا۔ اندر بہت تیز روشنی تھی۔ چمن اور آنند سنگھ تین چار افراد کے ساتھ یہاں موجود تھے۔ درمیان----- میں ایک کرسی پر بہروز بندھی ہوئی بیٹھی تھی اور ایک آدمی اس کے سامنے موجود تھا جو شاید اس سے کچھ معلومات حاصل کر رہا تھا چمن اور آنند سنگھ نے تغلق خان کو دیکھا اور پھر چمن نے پوچھا۔

"واپس کیسے آ گئے خان؟"

"کام تھا ایک چمن! تم لوگ مصروف ہو؟"

"ہاں یہ ایک جانور ہاتھ لگا ہے آنند کے آدمیوں کے' نخرے دکھا رہی ہے----- مگر جانتی نہیں کہ آنند سردار کے قبضے میں ہے۔ چمن نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "یہ کون ہے"

"کام کا آدمی ہے۔ آنند سنگھ کے ساتھ رہے گا۔ کیوں آنند سنگھ جگہ دے سکتے ہو میرے آدمی کو اپنے ہاں۔"

آنند سنگھ نے عجیب سی نگاہوں سے تغلق خان کو دیکھا اور پھر ساتھ رکھے ہوئے کاغذ نسل اٹھا کر پیڈ پر کچھ لکھنے لگا پھر اس نے ایک کاغذ پھاڑ کر تغلق خان کو دیدیا۔ لکھا تھا۔

"کیسی بات کرتے ہو خان پچاس آدمیوں کو بھیج دو سردار کے دل میں جگہ ہے۔"

"شکریہ سردار تم لوگ اپنا کام کرو۔ کیا جھگڑا ہے اس لونڈیا سے؟"

"اس کے ساتھ ایک آدمی اور ہے۔ آنند سنگھ کا ایک خاص آدمی اسے اٹھانے گیا تھا اس نے اپنے یار کی مدد سے اسے اور دوسرے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ مگر----- یہ اس

آدمی کا پتہ نہیں بتا رہی۔"

"بال پکڑو اور سر گنجا کر دو۔ سب بتا دے گی۔ سنو لڑکی۔" تغلق خان' بہروز کے قریب پہنچ کر بولا۔ "تمہیں صبح تک کا وقت دیا جا سکتا ہے۔ سوچ لو اور اپنے ساتھی کا پتہ بتا دو' ورنہ یہ کیس اب تغلق خان کے ہاتھ میں ہے۔ میں تمہارے بال پکڑوں گا اور اس طرح انھیں سر سے اتاروں گا جس طرح ذبح کی ہوئی مرغی کی کھال اتاری جاتی ہے۔ اس کے بعد تمہارا یار بھی تمہاری شکل نہیں پہچان سکے گا۔ سوچ لو----- اور آنند سنگھ تم اسے میرے کہنے سے صبح تک کی مہلت دیدو۔ جب یہ غلام پور کی سڑکوں پہ ننگے اور گنجے سر کو لے کر نکلے گی تو اس کا یار بھی انہیں کے سامنے آنے سے کترائے گا۔ اٹھو یار کیا میلہ لگائے بیٹھے ہو۔"

آنند سنگھ مسکرایا تھا اس نے گردن ہلائی اور اٹھ گیا دوسرے لوگ بھی وہاں سے اٹھ گئے تھے۔ تغلق خان نے بڑی خوبی سے سچویشن سنبھال لی تھی ورنہ اس وقت صورت حال بگڑ جاتی۔ اگر میرے سامنے بہروز کے ساتھ کوئی نازیبا حرکت کی جاتی تو میں کسی قیمت پر برداشت نہ کر سکتا۔ اور اسی جگہ خون خرابہ ہو جاتا اس کے نتائج خواہ کچھ بھی ہوتے۔

بہرحال بہروز کو اسی جگہ اور اسی حال میں چھوڑ دیا گیا اور وہ ہمارے ساتھ باہر نکل آئے۔ "ہاں تغلق خان کیا کام تھا مجھ سے۔" چمن نے پوچھا۔

"مجھے تو یہاں تمہارے آنے کی اطلاع بھی نہیں تھی۔ دارالحکومت سے مجھے باس کا پیغام ملا ہے۔"

"اوہ کیا؟" چمن نے پوچھا۔

"تم اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لائے ہو جن میں شاید تین عورتیں اور ایک مرد ہے۔ کہاں ہیں وہ لوگ؟"

"یہیں آنند سنگھ کے اڈے پر ہی رکھا ہے انھیں لیکن باس اس سلسلے میں اب کیا چاہتے ہیں؟" چمن نے پوچھا۔

"انھیں یہاں سے منتقل کر دو برائٹ روے میں۔ وہ ان کے لیے بہترین جگہ ہے۔ تمہیں میرے ساتھ پرنس فورسیا کے سلسلے میں مصروف ہونا ہے کیونکہ باس کو شبہ ہے کہ پرنس دلاور کے آدمی پرنس فورسیا کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور اس سلسلے میں باس کو یہ شبہہ بھی ہے کہ انھیں کسی طرح اس کے غلام پور آنے کی بھنک مل گئی ہے اب یہ بھنک کس طرح ملی۔ اس کا مجھے علم نہیں۔"

"اوہ' اوہ۔ یہ پرنس دلاور----- پرنس دلاور تو خطرناک ترین بنتا جا رہا ہے ہم سب

کے سلیے۔ یار تغلق خان کیا اس شخص کو ٹھکانے لگانے کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہو رہا آج تک؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے میں نے خود باس کو یہ پیش کش کی تھی کہ مجھے پرنس دلاور کے لیے مخصوص کر دیا جائے لیکن اس نے بڑے ہتک آمیز الفاظ کہے تھے میرے لیے' تم جانتے ہو چمن کہ میں اس قسم کے الفاظ برداشت نہیں کرتا۔ لیکن مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں۔ وہ جوش اور ولولہ نہیں رہا ہے میرے اندر' جو کبھی تھا۔ ایسے الفاظ سن کر میں اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکتا تھا لیکن میرے یار تم نے مجھے چوہا بنا دیا ہے۔"

"ارے نہیں' تغلق خان۔ سیٹھ جبار جیسا باس ملنا بھی تو مشکل ہے۔ تم جانتے ہو اس کی طبیعت کو تم سے کچھ بھی کہے گا لیکن اگر تمہارا بال بیکا بھی ہوا تو تمہارے لیے جان لڑا دے گا اس سے زیادہ محفوظ باس اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں لیکن میں اپنی حفاظت کرنا خود جانتا ہوں اور تم دیکھ چکے ہو کہ آج تک یہی کرتا آیا ہوں۔ بہر طور باس مجھ سے کہنے لگا کہ وہ مجھے کھونا نہیں چاہتا اسے اب کار آمد لوگوں کی شدید ضرورت ہے میں نے اس سلسلے میں اس سے تفصیل معلوم کی تو کہنے لگا کہ پرنس دلاور اس کی توقع سے کہیں زیادہ چالاک آدمی ہے اس نے یہ بھی کہا کہ وہ نہیں جانتا کہ اس نے کن لوگوں کے ساتھ مل کر یہ جال پھیلائے ہیں لیکن جو لوگ اس کے لیے کام کر رہے ہیں وہ معیاری قسم کے جرائم پیشہ لوگ ہیں اور جو پلاننگ بھی کرتے ہیں وہ معمولی نہیں ہوتی۔ اس لیے پرنس دلاور کے معاملے کو ابھی اس حد تک نہیں چھوا جائے گا کہ اسے قتل کرنے کی بات سوچی جائے۔ چمن کیا تمہارے خیال میں یہ الفاظ تغلق خان جیسے آدمی کے لیے موزوں ہیں؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔" جانتا ہوں تغلق خان کہ جس کام کے پیچھے تم لگ جاتے ہو اسے مکمل کر کے ہی چھوڑتے ہو اور تمہارا کسی کے پھندے میں آنا بہت مشکل کام ہے۔"

"اور اس کے باوجود باس یہی کہتا ہے۔ بہر طور یہ اس کا اپنا ذاتی معاملہ تھا میں نے اس سے دبے الفاظ میں کہہ دیا کہ باس تغلق خان کے سپرد جو کام کیا جائے پورے طور سے سوچ سمجھ کر کیا جائے اور جب کر دیا جائے تو اس کے بارے میں یہ سوچا جائے کہ وہ کام اب ہونا ہی ہے۔ نہ ہو سکا تو صرف اس وقت نہ ہو سکے گا۔ جب تغلق خان کی لاش باس کے سامنے پہنچ جائے۔ بہر طور چھوڑو ان باتوں کو تم یوں کرو کہ فوری طور پر ان لوگوں کو میرے ساتھ لے کر چل پڑو۔ برائنزڈے کی کوٹھی یہاں سے بدرجہا بہتر ہے وہاں میرے

آدمی بھی موجود ہیں جو ان کی نگرانی کریں گے اور تم آزادی کے ساتھ کام کر سکو گے۔"

"ٹھیک ہے اگر باس کا یہ حکم ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن پرنس فورسیا کے سلسلے میں کیا کرنا ہے؟"

"کچھ اور لوگوں کو طلب کیا ہے میں نے' جو یہاں پہنچنے والے ہیں ہمیں پرنس فورسیا کے لیے کسی موزوں قیام گاہ کا انتظام کرنا ہے اور تم اس رہائش گاہ کے انچارج کی حیثیت سے وہاں کے معاملات کنٹرول کرو گے کیونکہ باس یہ بھی نہیں چاہتا کہ پرنس فورسیا کو یہاں آ کر اس بات کا احساس ہو کہ وہ کچھ خطرناک حالات کا شکار ہے ہم باہر سے آنے والے مہمانوں کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتے کہ ہمارا مدمقابل یہاں کوئی اور بھی ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ ظاہر ہے اس سے باس کی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔"

"بس جلدی کرو' آنند سنگھ کا شکریہ ادا کرو کہ اس نے اتنے دن تک تمہارے ساتھ بہترین تعاون کیا ویسے تمہارا کیا خیال ہے چمن کیا یہ آنند سنگھ بھی باس کے لیے کام کرتا ہے؟"

"تمہیں نہیں علم۔ تغلق خان؟"

"نہیں مجھے اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"ہاں یہ غلام پور میں باس کے مفادات کا نگران ہے دراصل غلام پور کی ایک سرحد تھوڑی سی دور جانے کے بعد ایک پڑوسی ملک سے مل جاتی ہے اس سرحد کے ذریعے کچھ مال آتا ہے۔ آنند سنگھ چونکہ مذہباً ہم سے جدا ہے اس لیے اس ملک میں اسے کچھ مراعات حاصل ہیں اور اس کے آدمی با آسانی ادھر سے ادھر کام کر سکتے ہیں باس نے آنند سنگھ کا انتخاب اسی لیے کیا ہے۔ آنند سنگھ اس علاقے کا بے تاج حکمران ہے اس کے نام پر کچھ بھی کر لیا جائے کوئی پوچھ گچھ ہی نہیں ہوتی۔"

"گڈ ---- کتنے آدمی ہیں' اس کے پاس؟"

"لاتعداد' لیکن وہ محتاط انداز میں کام کرنے کا عادی ہے کیونکہ اس پر غیر ملکی جاسوس ہونے کا شبہہ بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"اچھا چلو ٹھیک ہے ---- آنند سنگھ کام کا آدمی ہے بہر حال' اب تم ان لوگوں کو ساتھ لو اور میرے ساتھ چلو۔"

"بس ایک منٹ۔ ذرا آنند سنگھ سے بات کر لوں۔" چمن نے کہا۔ آنند سنگھ قریب ہی موجود تھا اور تغلق خان کی باتیں سن رہا تھا وہ گردن ہلانے لگا اور پھر اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے راشنگ پیڈ پر کچھ لکھ کر چمن کی طرف بڑھا دیا۔ چمن نے اسے پڑھا اور

بولا۔

"شکریہ آنند سنگھ کوئی بات نہیں ہے بہر طور ہم تمہاری مملکت میں ہیں اور تمہارے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے۔" آنند سنگھ ہنسنے لگا تھا۔

"اچھا تو پھر مجھے اجازت دو آنند سنگھ میں تغلق خان کے ساتھ چلتا ہوں اور ہاں تغلق خان تم اپنے اس آدمی کو یہاں کیوں چھوڑ رہے ہو؟"

"تاکہ آنند سنگھ سے رابطہ قائم رہے' یہ بھی سیٹھ جبار کا حکم ہے۔"

"او کے------ او کے۔ اچھا پھر ایک منٹ رک جاؤ۔ میں اپنے قیدیوں کو نکال کر لاتا ہوں۔" چمن نے کہا اور آنند سنگھ کے ایک آدمی کو اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ تغلق خان' آنند سنگھ سے کچھ گفتگو کرنے لگا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد گل' ایاز' شمو اور اس کی ماں' چمن کے ساتھ باہر آ گئے ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ کافی مضمحل اور تھکے تھکے نظر آ رہے تھے۔ ایاز کی کیفیت کھوئی کھوئی سی تھی اسے دیکھ کر میرا دل بے اختیار رو پڑا تھا۔ بہت لاغر ہو گیا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ داڑھی بڑھی ہوئی تھی لباس پھٹا ہوا تھا۔ جس کیفیت میں وہ آیا تھا اسے دیکھ کر میرا دل چاہا کہ یہاں قتل عام شروع کر دوں۔ چمن کے چیتھڑے اڑا دوں لیکن میں نے خود کو باز رکھا۔ یہ جذباتی کیفیات ہمیشہ مجھے تکلیف کا شکار بناتی رہی ہیں۔ مجھے خود پر کنٹرول رکھنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے خود کو قابو میں رکھا۔

"اچھا گل شیر خاں' تم آنند سنگھ کے ساتھ آرام کرو۔ میں تمہیں کل دن میں کچھ ہدایات دوں گا اور اس کے بعد تمہارا یہاں کام شروع ہو جائے گا اب میں چلتا ہوں۔ آنند سنگھ میرے آدمی کا خیال رکھا جائے۔"

آنند سنگھ نے گردن خم کر دی تھی۔ تغلق خان اور چمن ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل گئے تھے ان میں سے کسی کو شبہہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ میں ان کے سامنے کھڑا ہوں۔ بہرطور ان کے جانے کے بعد آنند سنگھ نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور اس کشادہ اور وسیع عمارت کے ایک کمرے میں مجھے لے گیا اس نے کمرے کی طرف اشارہ کر کے میری طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے جناب۔ آپ مجھے کوئی بھی جگہ دے دیتے میرے لیے بہتر ہوتی۔"

آنند سنگھ نے مسکرا کر گردن ہلائی اور باہر نکل گیا میں اس کمرے میں ایک مسہری پر آ بیٹھا تھا۔ میرے ذہن و دل کی کیفیت اس وقت بھی بہتر نہیں تھی ایاز کو دیکھ کر دل بری طرح مچل گیا تھا۔ بار بار اسی کا خیال آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ جس قدر جلد ہو میں اپنا کام

کر کے یہاں سے نکل چلوں۔ بہروز بے چاری بس آ ہی پھنسی تھی اگر تغلق خان پہلے مجھے مل جاتا تو شاید بہروز کو یہاں بھیجنے کی ضرورت پیش نہ آتی اور حالات مختلف ہوتے لیکن جب تک تغلق خان مجھے نہیں ملتا مجھے اپنے ہی پروگرام پر عمل کرنا تھا اور اس پروگرام کے تحت جو کچھ میں نے کیا تھا اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا اب یہ دوسری بات ہے کہ تغلق خان کی یہاں موجودگی سے حالات میں تبدیلی رونما ہو گئی تھی وہ لوگ یقینی طور پر جا چکے ہوں گے۔ مجھے وقت گزرنے کا انتظار تھا۔ تغلق خان نے دو بجے آنے کے لیے کہا تھا------ اور دو بجے سے پہلے مجھے اپنا کام انجام دینا تھا۔ کیا ضروری تھا کہ تغلق خان کے پہنچنے پر میں اپنا کام انجام دے کر وہاں پہنچوں۔ اس سے پہلے ہی یہ کام ہو جائے' برائنزوے کو تلاش کرنا مشکل کام نہ ہو گا۔

تغلق خان نے مجھے اپنی رہائش گاہ کا مکمل پتہ دیدیا تھا۔ بہرطور چونکہ رات کافی گزر چکی تھی اس لیے میں آرام کرنے لیٹ گیا تھوڑی دیر کے بعد میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور ایک منحنی سا آدمی اندر داخل ہو گیا۔

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ اگر ہو تو بتا دیجئے۔ میں آپ کے برابر والے کمرے میں رہتا ہوں اور آپ کی خدمت پر مامور ہوں------ آنند سنگھ نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے متعجبانہ انداز میں اسے دیکھا اور منحنی سا شخص چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"گرو سنگھ۔ جناب!"

"اوہ۔ کہاں ملاقات ہوئی ہے تم سے میں نے تمہیں کہیں اور بھی دیکھا ہے؟"

"کہاں دیکھا ہے۔ میں تو پچھلے چھ سال سے یہیں غلام پور میں ہوں۔"

"ممکن ہے غلام پور ہی میں دیکھا ہو۔ چھ سال سے تم آنند سنگھ کے ساتھ ہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ آنند سردار ہی مجھے ادھر سے لے کر آیا تھا۔"

"یہاں صرف ملازموں کا ہی کام کرتے ہو؟"

"نہیں صاحب پہلے تو آنند سنگھ کے ساتھیوں ہی میں تھا اور اس کے لیے سارے کام کرتا تھا مگر پھر میں بیمار ہو گیا اتنا بیمار ہوا کہ کوئی اور کام کرنے کی ہمت ہی نہیں رہی۔ دل کی تکلیف ہے مجھے صاحب اور کبھی کبھی درد بھی ہوتا ہے اس لیے سردار نے مجھے اب یہاں ہی کام پر لگا لیا ہے۔"

"اچھا' اچھا۔ ویسے پتہ نہیں تمہاری شکل کا کوئی اور آدمی میں نے دیکھا تھا یا تمہی

تھے۔ بس تمہیں دیکھ کر دل میں یہ خیال ہوا کہ پہلے بھی تمہیں دیکھ چکا ہوں۔ ویسے یہ عمارت کافی بڑی ہے۔ کیا آنند سنگھ کے سارے ساتھی یہیں رہتے ہیں؟"

"نہیں صاحب جی۔ یہاں تو صرف آنند سردار اپنے چار پانچ آدمیوں کے ساتھ رہتے ہیں باقی لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ کوئی ضرورت ہو تو صاحب مجھے آواز دے لیجئے گا۔"

"بس ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے گرد سنگھ۔ بڑی مہربانی تمہاری ویسے مجھے صبح ناشتہ ذرا جلدی سے دینا۔"

"ٹھیک ہے صاحب۔ جس وقت آپ چاہیں گے آپ کو مل جائے گا۔" گرد سنگھ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا اور باہر نکل گیا۔ میں نے اس سے اس عمارت میں لوگوں کی تعداد معلوم کرنے کے لیے اتنی ساری بکواس کی تھی بہر طور مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں آنند سنگھ کے ساتھ زیادہ افراد نہیں رہتے اب یہ پتہ نہیں تھا کہ وہ کب تک جاگتا رہتا ہے اور باقی لوگ یہاں کیا کرتے ہیں۔ بہر طور ان ساری معلومات کے لیے زیادہ وقت صرف کرنا بھی مناسب نہیں تھا بس تھوڑی دیر کے بعد میں اپنا کام شروع کرنے کا ارادہ رکھتا تھا پھر میں نے محسوس کیا کہ عمارت سنسان ہو گئی ہے----- کوئی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی چنانچہ میں خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

میں پوری طرح مسلح تھا اور ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لیے تیار تھا۔

عمارت کے بارے میں مجھے کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا لیکن میں بڑے محتاط انداز میں پہلے پوری عمارت کا جائزہ لینے کے لیے تیار تھا۔

عمارت میں روشنی نہیں تھی بس کہیں کہیں روشنی کی کرنیں نظر آ رہی تھیں جو عام طور سے ان کمروں سے جھلک رہی تھیں جن میں لوگ موجود تھے اور غالباً سونے کے لیے لیٹ چکے تھے۔

پھر میں نے عمارت کے صدر دروازے کو دیکھا وہاں ایک چوکیدار موجود تھا اور جاگ رہا تھا۔ باقی احاطہ سنسان پڑا ہوا تھا اس کے بعد میں واپس اس جگہ آ گیا جہاں میں نے ایک ہال میں بہروز کو بندھے ہوئے دیکھا تھا۔

اس ہال میں بھی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ میں اندر کی آہٹیں لینے لگا اور پھر مجھے اندازہ ہو گیا کہ بہروز موجود ہے اور یقیناً جاگ رہا ہے بہروز تک پہنچنے سے پہلے میں یہاں کے حالات سے نمٹ لینا چاہتا تھا کیونکہ پتہ نہیں بہروز کی اپنی کیا حالت ہو اس کے بعد میں وہاں سے نکل آیا اور سب سے پہلے اس کمرے میں پہنچ گیا جس میں مجھے روشنی نظر آئی تھی۔

میں نے کمرے کے دروازے پر آہستہ آہستہ دستک دی دو تین بار کی کوشش کے بعد اندر تیز روشنی ہو گئی اور پھر کسی کے قدموں کی چاپ دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی محسوس ہوئی----- میں چوکنا ہو گیا۔ دروازہ کھلا اور مجھے سلیپنگ سوٹ میں ملبوس ایک شخص کی شکل نظر آئی لیکن میرا زور دار گھونسہ اس کے منہ پہ پڑا تھا۔ اس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی لیکن وہ چت گر گیا۔ دوسرے لمحے میں دروازے سے چھلانگ لگا کر اندر پہنچ گیا اور اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ میں اس کی گردن دبانے لگا مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ کمرے میں وہ تنہا ہے یا اس کے علاوہ اور کوئی بھی موجود ہے۔ لیکن اس کی گردن پر پوری طرح گرفت قائم کرنے کے بعد میں نے اطراف میں نگاہ دوڑائی اور پھر پاؤں پیچھے کر کے دروازے کو دھکیل کر بند کر دیا۔ وہ شخص میری گرفت میں بری طرح تڑپ رہا تھا لیکن اس کے دونوں ہاتھوں کی قوت بھی میرے اس ہاتھ کو اپنی گردن سے نہیں ہٹا پا رہی تھی جو کسی آہنی شکنجے کی طرح اس پر جما ہوا تھا۔ میں نے اس کی موت کا پوری طرح سے یقین کر لینے کے بعد ہی اسے چھوڑا اور لائٹ آف کر کے خاموشی سے باہر نکل آیا۔

باہر نکلنے کے بعد میں نے دوسرے کمرے کا رخ کیا اس کمرے کے دروازے پر بھی میں نے اسی طرح دستک دی تھی لیکن اس کمرے میں دو آدمی موجود تھے۔ پہلے آدمی نے دروازہ کھولا اور میں نے وہی حرکت دہرائی جو پہلے آدمی کے ساتھ کر چکا تھا۔ میرا یہ مقابل ذرا تندرست نکلا اور خاص طور سے اس وقت مجھے الجھاؤ کا شکار ہونا پڑا جب دوسرے آدمی نے بھی میرے اوپر چھلانگ لگائی تھی وہ میری پشت پر آ پڑا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے میرے شانوں کی رگیں پکڑ لیں----- وہ رگوں کا ماہر معلوم ہوتا تھا لیکن جلال بابا نے مجھے بہت کچھ سکھایا تھا۔

میں نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اپنی گردن کے پٹھوں کو ایک مخصوص حرکت دے کر اس کی گرفت سے آزاد کرا لیا اور اس کے بعد میرے دونوں ہاتھوں کی ضرب عقب سے اس کے منہ پر پڑی اور وہ میری پشت پر سے الٹ کر دروازے سے جا ٹکرایا۔

خاصی آواز پیدا ہوئی تھی اور مجھے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں اس آواز کو سن کر یہاں موجود دوسرے لوگ ہوشیار نہ ہو جائیں اس لیے میں نے اپنے اس مقابل کی گردن میں دونوں پاؤں پھنسائے جو چند لمحے قبل میرے نیچے دبا ہوا تھا گردن کو ایک مخصوص انداز میں زور سے جھٹکا دیا تو اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

میرے شکار کی اچھل کود قابل دید تھی اور دوسرا آدمی ایک لمحے کے لیے اسے دیکھ کر بدحواس ہو گیا تھا میں نے اس کی بدحواسی کا فائدہ اٹھایا اور دوسرے لمحے میرے پھیلے ہوئے

دونوں ہاتھ اس کی گردن پر پڑے اس کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکلی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ میرے گھونسے نے اسے دروازے سے ہٹا کر دور گرا دیا اور اس کے بعد میں اس پر چھا گیا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اسے بھی ختم کر دوں۔ چنانچہ چند ہی لمحات کے بعد اس کی سانسیں بھی بدن کا ساتھ چھوڑ گئی تھیں۔

ان لوگوں کے قتل کا بھی شاید مجھے عام حالات میں افسوس ہوتا لیکن یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ بھی سیٹھ جبار کے مفادات کے لیے کام کر رہے ہیں اور اسکے غلاموں میں سے ہیں۔ مجھے ان سے کوئی ہمدردی نہیں رہی تھی۔ ان دونوں کا صفایا کرنے بعد میں اس کمرے سے بھی باہر نکل آیا۔ کمرے کا دروازہ باہر سے بند کیا اور پھر دوسرے شکار کی تلاش میں چل پڑا۔

پھر مجھے ایک کمرے میں روشنی نظر آئی جو اسی سیدھ میں تھا اب اس کمرے کو مجھے اپنا ہدف بنانا تھا چنانچہ میں اس کمرے کی طرف چل پڑا۔ اس کمرے کے عین سامنے ---- ایک اور کمرہ تھا جس میں روشنی تھی اور اس لحاظ سے یہ کمرہ ذرا مخدوش تھا کیونکہ اگر میں اس کمرے میں داخل ہوتا اور وہاں موجود لوگوں سے نمٹنے کی کوشش کرتا تو اس کی آوازیں دوسرے کمرے بھی جا سکتی تھیں لیکن بہر طور خطرہ مول لیے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔

میں نے حسب معمول اس کمرے کے دروازے پر دستک دینے کی کوشش کی لیکن میرے ہاتھ کے ہلکے سے دباؤ سے کمرے کا دروازہ کھل گیا اور اس کے بعد میں نے تاخیر نہیں کی میں پھرتی سے اچھل کر اندر داخل ہو گیا تھا یہاں بھی دو آدمی تھے جو جاگ رہے تھے اور انکے سامنے شراب کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ گلاسوں میں تھوڑی تھوڑی سی شراب تھی اور سامنے تاش کے پتے پھیلے ہوئے تھے۔ جن کے نزدیک نوٹوں کی ڈھیریاں لگی ہوئی تھیں۔ غالباً وہ جوا کھیل رہے تھے---- دونوں شراب پینے کے باوجود نشے میں نہیں تھے اور شاید محتاط تھے۔

---- اگر وہ مجھے پہچان بھی لیتے تو انھیں مجھ پر کوئی شبہ نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ آنند سنگھ ان لوگوں کو یہ بتا ہی چکا ہو گا کہ میں یہاں ایک معزز مہمان کی حیثیت رکھتا ہوں لیکن نہ جانے انھیں کیا سوجھی ان میں سے ایک پھرتی سے پلٹا اور اس نے جیب سے ریوالور نکال کر فائر کر دیا۔

اس نے یقیناً میری پیشانی کا نشانہ لیا تھا لیکن میں بجلی کی سی تیزی سے گھٹنوں کے بل

بیٹھ گیا اور ریوالور کی گولی میرے بالوں کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ پھر اس نے دوسرا فائر کو دیا۔

اس دوران اس کا ساتھی بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن چونکہ وہ بے خیالی میں اٹھا تھا اور ریوالور کی گولی کا صحیح اندازہ نہیں کر سکا تھا اس لیے وہ اس کی زد میں آ گیا۔ گولی اس کے دماغ سے پار ہو گئی تھی۔ فائر کی آواز یقینی طور پر دور دور تک سنی گئی ہو گئی۔

اس سے قبل کہ میں اس کے خلاف کوئی اقدام کر سکتا اس نے مزید کئی فائر کر دئے مگر اس دوران میں نے اس کے سامنے رکھی ہوئی میز پر ایک زوردار لات رسید کر دی اور وہ میز کی لپیٹ میں آ گیا ریوالور سے چلائی ہوئی گولی چھت سے ٹکرائی اور چھت سے تھوڑا سا پلاسٹر اکھڑ گیا۔ میں نے اس پر جھپٹنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ لیکن وہ میرے اندازے سے کہیں زیادہ پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے جیسے ہی اسے اٹھتے ہوئے دیکھا' دوبارہ میز اٹھا کر اس پر دے ماری اور میرا مقصد حل ہو گیا۔ مجھے چند لمحوں کی مہلت مل گئی میز زیادہ وزنی تو نہیں تھی لیکن چونکہ پوری قوت سے اس پر ماری گئی تھی اس لیے اس کی ضرب بڑی کار آمد رہی اس کے ہاتھوں سے پستول نکل کر دور جا گرا اور میں ایک چھلانگ لا کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے گرے ہوئے شخص کے منہ پر پوری قوت سے اپنا وزنی پاؤں مارا اور اس کے دانتوں کی سامنے کی لائن صاف ہو گئی۔ پھر میں نے اسے اٹھایا اور ایک اور ہاتھ اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ دفعتاً" عقب سے میری پشت پر ایک زور دار ضرب پڑی اور میں اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا۔ ضرب اتنی شدید تھی کہ عام آدمی کی شاید پسلیاں ہی ٹوٹ جاتیں ایک لمحے کے لیے تو میں چکرا گیا تھا لیکن مجھے فوراً" ہی سنبھلنا پڑا۔ میں چیتے کی پھرتی سے پلٹا اور اس بار آنند سنگھ کو میں نے اپنے مقابل پایا تھا۔

سفید کرتے اور پاجامے میں اس وقت وہ مجھے خاصا تنومند اور توانا نظر آیا۔ حالانکہ پہلے اس کی جسامت پر میں نے غور نہیں کیا تھا لیکن اس وقت محسوس ہو رہا تھا کہ وہ فولادی بدن کا آدمی ہے اس نے خونخوار نگاہوں سے اپنے آدمیوں کو دیکھا اور پھر بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح مجھ سے آ ٹکرایا۔

اس نے مجھے دیوار سے ہٹنے نہیں دیا تھا اور بری طرح دیوار سے چپکا کر رگڑ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے ایک ہاتھ سے میری پسلیوں کے نیچے گھونسہ رسیدہ کرنا چاہا۔ مگر میں اس کی گرفت سے پھسل گیا اور اس کا گھونسہ' ہتھوڑے کی طرح دیوار سے ٹکرایا۔ یہ چوٹ اچھے بھلے مضبوط آدمی کا ہاتھ بے کار کر دینے کے لیے کافی تھی۔ اس نے ایک ہلکی سی غراہٹ کے ساتھ پہلے سے زیادہ مشتعل ہو کر میرے منہ پر گھونسہ رسید کرنے کی کوشش کی لیکن اس مرتبہ بھی میں جھکائی دے گیا۔

اچانک وہ پیچھے ہٹا اور میں اس نئے حملے پر غور بھی نہیں کر سکا تھا مجھے تو اس وقت اندازہ ہوا جب اس کی دونوں لاتیں فضا میں بلند ہو کر میرے سینے سے ٹکرائیں۔ میں سنبھل نہ سکا اور بری طرح دیوار سے جا ٹکرایا تھا ایک لمحے کے لیے تو میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ سینے میں نا قابل برداشت تکلیف ہونے لگی تھی لیکن دوسرے لمحے میں سنبھل گیا۔

وہ ایک بار پھر اچھلا اور اس نے مجھے دیوار کے ساتھ پیسیں ڈالنے کی کوشش کی لیکن اس مرتبہ اس کی گردن پر میں نے ایک ہاتھ رسید کر دیا اور اس کے حلق سے کریہہ آواز نکلی۔ وہ ایک لمحے کے لیے لڑکھڑایا------ پھر سنبھل گیا۔ بے حد مضبوط آدمی تھا اور میں نے اتنے مضبوط لوگ کم ہی دیکھے تھے۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب تک میں نے جتنے لوگوں کو قتل کیا ہے' وہ اس کے گرگے تھے اور یقینی طور پر معمولی سے لوگ تھے۔ اس وقت میرے سامنے ایک ایسا آدمی موجود ہے جس سے جنگ کرنا یقینی طور پر ایک مشکل کام ہے لیکن حالات نے مجھے مشکلات سے نمٹنے کے بہت سے گر سکھا دئے تھے ماراس لیے کھا گیا تھا کہ ابھی تک مقابل کی جسمانی صحت کا صحیح اندازہ نہیں کر پایا تھا۔

وہ پھر مجھ پر جھپٹا اور اس نے گھوم کر میرے ناک کے نیچے ضرب لگانے کی کوشش کی لیکن اب صورت حال بدل گئی تھی۔ مقابل کا اندازہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ میرا کھڑا ہاتھ اس کی ٹانگ پر پڑا اور وہ ایک تیز آواز کے ساتھ دہرا ہو گیا میں نے پلٹ کر اس کی پنڈلی پر ایک اور ہاتھ مارا اور اس ہاتھ نے یقیناً اسے چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا ہوگا۔ وہ بری طرح لڑکھڑا کر نیچے گرا اور میں نے ایک لمحے میں اچھل کر اس کی پنڈلی کے اسی حصے پر ایک ضرب لگا دی۔ یقینی طور پر یہ ضرب بڑی کار آمد تھی۔ وہ دوبارہ فرش پر گرا تو اٹھ نہیں سکا اس دوران میں نے اس کی کنپٹی پر ایک ٹھوکر بھی رسید کر دی تھی اس ٹھوکر سے وہ بلبلاتا ہوا اٹھا لیکن اس کی ٹانگ میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ اس کے حلق سے اب جو آوازیں نکل رہی تھیں' وہ درندوں کی غراہٹ سے مشابہہ تھیں وہ گونگا تھا اس لیے بول نہیں سکتا تھا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہو رہا تھا میں نے اس کے اٹھتے ہی سر کے درمیانی حصے میں ایک چاپ لگائی اور وہ گھٹنوں کے بل گھوم گیا ایک لمحے کے لیے اس کا سر ادھر ادھر کو ڈولا لیکن دوسرے لمحے وہ اچھل کر ایک بار پھر مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔

میں نے اس کے چہرے پر اتنی طاقت سے گھونسہ رسید کیا کہ اس کی ناک کی ہڈی ہی ٹوٹ گئی ہو گی اس کے چہرے پر خون کی تہیں اور گہری ہو گئی تھیں اب وہ بری طرح بلبلا رہا تھا اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں اور اس حالت میں بھی وہ اتنا غضبناک نظر آ رہا تھا کہ

کہ اگر میں اس کے سامنے ایک لمحے کے لیے بھی کمزور پڑتا تو وہ مجھے پیس کر رکھ دیتا۔ اس سے قبل کہ اس کے اور ساتھی یہاں پہنچیں مجھے کوئی ایسا قدم اٹھا لینا چاہیے جو اس شخص کے لیے آخری ہو۔ میں نے سوچا۔ اور پھر میں نے یہی کیا۔ میری دو انگلیاں ایک مخصوص انداز میں آگے بڑھیں اور اس کی آنکھوں کے پپوٹوں پر پڑیں اور خون کی ایک موٹی تہہ میری انگلیوں کو بھگوتی ہوئی کلائی تک بہنے لگی وہ بری طرح آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر چیخنے لگا پھر اس کے گھٹنے زمین پر جا ٹکے۔ وہ مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا میں نے اسے اس اذیت سے نجات دلانے کے لیے ایک بھرپور ٹھوکر اس کے دل کے مقام پر رسید کی۔ وہ الٹ گیا اور اس کے ہاتھ تشنجی انداز میں پھیل گئے۔

میں اب غیر محتاط نہیں تھا۔ جھپٹ کر میں نے پستول اٹھائے اور دروازے کی جانب رخ کر کے کھڑا ہو گیا میں اس کے اور ساتھیوں کی آمد کا منتظر تھا۔ لیکن ایک منٹ گزر گیا۔ پھر دو منٹ----- اور مجھے کوئی آہٹ نہیں سنائی دی۔

آنند سنگھ کا تڑپتا ہوا بدن اب سرد ہوتا جا رہا تھا اس کے منہ سے بری طرح خون بہہ رہا تھا۔ غالباً" یہ میری اس ٹھوکر کا کمال تھا۔ جو اس کے دل پر پڑی تھی۔ یقینی طور پر اس کا دل پھٹ گیا تھا۔

میں نے محتاط انداز میں راہداری میں جھانکا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ البتہ اس کمرے کے عین سامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ غالباً" آنند سنگھ اسی کمرے میں تھا۔ میں نے احتیاطاً" اس کمرے میں داخل ہو کر اندر کا جائزہ لیا۔ پورا کمرہ خالی تھا پھر راہداری میں آ گیا اور ایک سمت بڑھنے لگا میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہاں کچھ اور لوگ بھی موجود ہیں یا نہیں----- مین بہروز کو آزاد کرانے سے پہلے ان لوگوں کا مکمل صفایا کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن چند ہی منٹ میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہاں ان پانچوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ میں مطمئن انداز میں وہاں سے واپس آیا اور دوڑتا ہوا اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں بہروز کو باندھا گیا تھا۔

بہروز اسی طرح کرسی سے بندھی بیٹھی تھی اس کے بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی اس نے اجنبی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اس کے قریب پہنچ کر میں نے اس کے چہرے پر بکھرے بال سمیٹے اور اس نے جھٹکے سے گردن پیچھے کر لی۔ میں اس کی پشت پر پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کے ہاتھوں کی رسیاں کھول دیں۔ بہروز اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک خونخوار کیفیت تھی۔

"آؤ-----" میں نے کہا اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا لیکن وہ میری آواز

نہیں پہچان سکی تھی اور مجھے اس ڈرامے کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ دفعتاً" بہروز کی لات میری پشت پر پڑی اچانک اور زور دار ضرب تھی۔ لطف آ گیا۔ بمشکل ہی گرنے سے بچا تھا۔ بہروز اس کامیابی کے بعد فوراً" ہی دوسرا حملہ کرنے کے لیے لپکی تھی لیکن میں نے جلدی سے وہ جگہ خالی کر دی۔ اس کے ساتھ ہی وار کی ناکامی کے بعد میں نے اسے گرنے سے بھی بچایا تھا۔

"بس بس محترمہ بس۔ میری ریڑھ کی ہڈی توڑنے کے بعد بھی آپ کو صبر نہیں آیا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مم------ منصور؟" وہ حیرت زدہ لہجے میں بولی۔

"جی------ تشریف لائیے۔" میں کمر پر ہاتھ رکھے کراہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ بہروز بھی میرے پیچھے لپکی تھی۔

"آئی ایم سوری منصور۔ مجھے افسوس ہے زیادہ تکلیف ہے کیا' لیکن مجھے کیا معلوم تھا۔" اس کی آواز روہانسی ہو گئی تھی میں ہنس پڑا۔

"اس کے بعد آپ مسٹر بہروز بننے کی کوشش نہیں کریں گی۔ اب جلدی سے آ جائیے۔" میں بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ سب لوگ کہاں چلے گئے؟" بہروز نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"عدم آباد۔" میں اس کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

بہروز خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس وقت میں نے تاج کا رخ کیا تھا یہاں ہمارے کمرے محفوظ تھے۔ تاج میں داخل ہوتے ہی میں نے میک اپ اتار دیا تھا اس لیے کوئی بھی ہماری طرف متوجہ نہیں تھا۔ بہروز کو اس کے کمرے میں پہنچا کر میں نے کہا۔" اب تم یہاں آرام کرو۔ میں دوسرے اہم کام انجام دے لوں۔"

"کہیں جاؤ گے منصور؟"

"ہاں چمن کو آخری سبق دینے۔"

"وہ------ وہ بھی تو وہیں تھا اور اس کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے۔ میرا مطلب ہے گل اور ایاز وغیرہ۔"

"ہاں وہ سب موجود ہیں اگر کام توقع کے مطابق ہو جائے تو شاید کل تک ہماری واپسی بھی ہو جائے۔" اور پھر اسے خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آیا۔

برائنزوے اسٹریٹ کی کوٹھی نمبر آٹھ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ بڑا

پرسکون اور شاندار علاقہ تھا کوٹھیاں ترتیب سے بنی ہوئی تھیں اور ان پر نمبر پلیٹیں نمایاں نظر آ رہی تھیں۔ کوٹھی نمبر آٹھ مین روڈ سے ہٹ کر ایک دوسری ذیلی سڑک پر واقع تھی۔ چونکہ ابھی دو بجنے میں کافی دیر باقی تھی۔ اس لیے مجھے یقین تھا کہ تغلق خان میرے پاس پہنچنے کے لیے نہیں نکلا ہو گا۔ اگر وہ نکل بھی گیا ہو گا تو کوئی حرج نہیں تھا۔ واپس یہیں آئے گا' اور میں اس کا انتظار کر لوں گا۔

لیکن جب میں کوٹھی نمبر آٹھ کے سامنے پہنچا تو مجھے وہ گاڑی نظر آ گئی' جس میں تغلق خان واپس گیا تھا اور جسے میں نے بھٹے کے قریب ہوٹل کے سامنے دیکھا تھا' تغلق خان نے شاید اشارے سے بتایا بھی تھا کہ وہ اس کی گاڑی ہے' اس کا مقصد ہے کہ تغلق خان کوٹھی میں ہی موجود ہے' پتہ نہیں اس نے اپنا کام کیا یا نہیں۔

میں نے گاڑی کوٹھی سے کافی دور ایک تاریک گوشے میں روک دی اور اسے لاک کر کے نیچے اتر آیا' کوٹھی میں داخل ہونے کے لیے گیٹ کا استعمال تو کسی طرح موزوں نہیں تھا------ ویسے بھی اس میں داخل ہونے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی اور میں گھوم کر پورچ میں آ گیا۔ جہاں تغلق خان کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ یہاں رک کر میں تھوڑی دیر تک دروازے کا جائزہ لیتا رہا۔ کوئی تحریک نہیں تھی' یوں بھی کوٹھی میں ضرورت سے زیادہ خاموشی مسلط تھی' جس سے اس بات کا انداز بھی لگایا جا سکتا تھا کہ ممکن ہے' تغلق اپنے کام سے فارغ ہو گیا ہو۔

پھر میں اندر داخل ہونے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کر رہا تھا کہ تغلق خان مجھے نظر آیا' میں نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا' کیا وہ ابھی میرے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہے' میں نے سوچا میرا اندازہ کچھ درست ہی تھا کیوں کہ تغلق خان سیدھا اپنی گاڑی کی جانب آ رہا تھا۔ اطراف میں کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ اس لیے میں کسی حد تک بے فکر ہو گیا تھا۔

جب وہ گاڑی کے نزدیک پہنچا تو میں گاڑی کی اوٹ سے کھڑا ہو گیا۔ تغلق خان کا ہاتھ ایک دم سے پستول کے دستے پر جا پڑا تھا۔

"میں ہوں تغلق خان۔" میں نے کہا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ارے آپ یہاں پہنچ گئے پرنس۔"

"ہاں' میرا کام ہو چکا تھا۔ اس لیے میں نے سوچا کہ تمہیں زحمت کیوں کرنے دوں۔"

"کیا مطلب؟ کام ہونے سے آپ کی کیا مراد ہے؟ تغلق خان نے متعجب لہجے میں پوچھا۔

"آنند سنگھ اور اس کے ساتھی میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ نہ صرف وہ بلکہ پوری عمارت بھی ملبے کا ڈھیر کر آیا ہوں۔"

"بہت خوب پرنس۔ آپ اور بہروز! میرا مطلب ہے آپ لوگوں کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی نا؟" تغلق خان کافی حیرت زدہ تھا اور سر سے پیر تک مجھے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں ہم بالکل ٹھیک ہیں لیکن لینڈ روور بے چاری! اسے میں نہیں بچا سکا۔" میں نے اس کی حیرانگی سے لطف لیتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکرانے لگا۔ "اب انھی کی کار میں گھوم رہا ہوں۔"

"میں' آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"خیر چھوڑو اسے' اب یہاں کی پوزیشن بتاؤ۔"

"حسب پروگرام ٹھیک ہی ہے' میں ذرا جلدی فارغ ہو گیا تھا۔ اس کام سے چمن سے میں یہ کہہ کر آیا ہوں کہ ابھی مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔"

"چمن حواس میں ہے؟"

"ہاں۔ میں نے اسے آپ کے لیے چھوڑ دیا ہے' ویسے وہ خواب گاہ میں جا چکا ہے اور کہہ رہا تھا کہ ذہنی طور پر وہ بہت پریشان ہے۔"

"اور وہ لوگ۔ میرا مطلب ہے ایاز وغیرہ؟"

"وہ الگ ایک ہال نما کمرے میں قید ہیں' باہر سے تالا لگا دیا گیا ہے اور چمن نے میرے آدمیوں کو ان کے لیے پہرے داری پر مقرر کر دیا ہے۔ اس کے خیال میں اس وقت بھی تین آدمی جاگ کر اس دروازے کی نگرانی کر رہے ہیں' جس میں وہ لوگ مقید ہیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ بھی دروازے کے قریب ہی الٹے سیدھے پڑے ہیں۔" تغلق خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گڈ------ تو پھر تغلق خان مجھے اجازت دو' چمن سے ملاقات کر لوں۔"

"کیا مطلب؟ کیا مجھے آپ کے ساتھ نہیں چلنا ہے' پرنس؟" تغلق خان نے پوچھا۔

"ابھی نہیں' ویسے تم باہر رک سکتے ہو۔" میں نے کہ اور تغلق خان نے گردن ہلا دی۔

جس کمرے کے دروازے پر اس نے مجھے چھوڑا تھا' اس کے شیشوں کے پیچھے نیلی مدھم روشنی نظر آ رہی تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ چمن آرام سے لیٹ گیا ہے' ویسے چمن کے بارے میں مجھے یہ بھی یقین تھا کہ وہ مسلح ہو گا' ان تمام حالات کو مدنظر رکھ کر بڑی مستعدی سے کام کرنا تھا۔ میں نے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی پہلی دستک پر تو

کوئی آواز سنائی نہیں دی لیکن دوسری دستک پر چمن نے اندر سے پوچھا۔

"کیا بات ہے' کون ہے؟"

"دروازہ کھولیے مسٹر چمن' مجھے آپ سے بہت ضروری کام ہے۔" میں نے آواز بدل کر کہا۔ کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی' چمن دروازے کے قریب آ رہا تھا۔ پھر اس نے دروازہ کھول دیا' اندر کی بہ نسبت باہر قدرے تاریکی تھی' اس لیے میری صورت ایک لمحے تک صاف نظر نہیں آئی۔ میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔ میرے اس انداز پر چمن کے چہرے پر متحیرانہ آثار پھیل گئے تھے' پھر اس نے میری صورت دیکھی اور ایسے پیچھے ہٹا جیسے اس کے بدن میں کرنٹ پھیل گیا ہو' اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی تھیں اور چہرے پر شدید بدحواسی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ بمشکل تمام اس کے منہ سے نکلا۔

"تت تم------ تم------" اس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

میں اس کی طرف رخ کیے' دو قدم پیچھے کی طرف ہٹا اور دروازہ اندر سے بند کر دیا پھر مسکراتا ہوا بولا۔

"ہاں استاد چمن مجھے پہچانتے ہو؟"

"مم' منصور' منصور کیا واقعی یہ تم ہی ہو؟"

"------ تمہارا کیا خیال تھا' کیا تمہارے آدمی اتنے احمق اور بے وقوف تھے کہ انہوں نے تمہیں میرے فرار کی اطلاع بھی نہیں دی۔"

"نن مجھے معلوم ہے کہ تم انھیں ڈاج دے کر فرار ہو گئے تھے۔"

"ہونا ہی تھا چمن' تم سے ملاقات کرنا تو بے حد ضروری تھا۔ دراصل تم ان لوگوں میں سے ہو' جنہوں نے میرا دوست بن کر مجھے دغا دیا۔ وہ جو شروع ہی سے میرے دشمن کی حیثیت سے سامنے آتے تھے' میرے لئے تکلیف دہ ضرور تھے لیکن میں ان سے محتاط تھا' مجھے اعتراف ہے چمن کہ تم نے مجھے بڑی کامیابی سے ایک طویل عرصے تک بے وقوف بنایا اور اپنے جال میں پھنسائے رکھا اور تمہاری اصلیت مجھ پر واضح ہوئی تو یقین کرو' دنیا سے میرا اعتبار بری طرح مجروح ہوا اور میں نے سوچا کہ کم از کم سیٹھ جبار اس سلسلے میں غلط نہیں کہتا تھا۔ طارق نے جو مجھے سبق دیے تھے' ان میں وہ بلا شبہ میرا استاد تھا۔ اس نے یہی کہا تھا کہ جب تک دنیا پر اعتبار کرتے رہو گے دھوکے کھاتے رہو گے' اعتبار کرنا چھوڑ دو۔ کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔"

"مم مگر تم منصور۔ میرا مطلب ہے کیا تم۔ کیا تم------ میری سمجھ میں نہیں

آیا۔۔۔۔۔ کہ آج تک' کیا تم پرنس دلاور کی حیثیت سے بھی مشہور ہو؟"

"ہاں چمن۔ پرنس دلاور میں ہی ہوں۔"

"مم مگر کیسے۔ تم نے یہ دولت کہاں سے اکٹھی کی' کروڑوں کیا بلکہ اربوں کے مالک معلوم ہوتے ہو' تم نے یہ سب کچھ کیسے کیا؟"

"ہاں چمن دنیا سے میرا اعتبار بلا شبہ اٹھ گیا تھا لیکن چند لوگ اب بھی ایسے ہیں۔ جنہوں نے میرے اعتبار کے بت کو ٹوٹنے نہ دیا اور انہوں نے میری اس طرح امداد اور معاونت کی کہ دنیا پر میرا اعتبار پھر سے قائم ہو گیا۔"

"کون تھے وہ لوگ؟" چمن گہری گہری سانسیں لے کر خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

"پروفیسر شیرازی' لیڈی جہانگیر یعنی گل' یہ دو افراد ایسے تھے جنہوں نے میرے لئے اپنا سب کچھ تج دیا اور مجھے وہ حیثیت دی کہ آج میں سیٹھ جبار کے مقابلے میں کھڑا ہوں۔"

"مگر ان لوگوں کو سیٹھ جبار سے کیا پرخاش تھی؟"

"سیٹھ جبار سے نہیں' میرے دوست' انہیں اس ماحول سے پرخاش تھی۔ جہاں سیٹھ جبار جیسے لوگ خدا کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہیں۔ خدا ایک ہے' ایک رہے گا' سیٹھ جبار جیسے لوگ تو تاریخ میں ہمیشہ ہی سامنے آتے رہتے ہیں' اس سے کہیں زیادہ بڑی حیثیت کے مالک بن کر۔ فرعون' شداد' نمرود' یہ لوگ سیٹھ جبار سے مختلف نہیں تھے۔ لیکن ان لوگوں کا انجام کیا ہوا۔ یہ تمہارے علم میں ہے۔ مجھے ان سب سے اتنا اختلاف نہیں ہے چمن' جتنا تم سے۔ تم تو میرے دوست بن کر میرے سامنے آئے تھے نا' تم نے تو سیٹھ جبار سے دشمنی کا اظہار کیا تھا' تم نے ہر طرح سے میری امداد کی تھی لیکن اس کے پس پردہ جو کچھ تھا' وہ میں نے کسی اور سے نہیں' تمہاری ہی زبانی سنا۔"

"مم مگر' منصور' میں نے۔۔۔۔۔ میں نے۔۔۔۔۔" چمن پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔

"چالاکی کی کوشش مت کرو چمن' میں جانتا ہوں تم اپنے بستر تک جاؤ گے' وہاں سے اسٹین گن یا پستول اٹھاؤ گے' تمہارا کیا خیال ہے' کیا میں تمہیں وہاں تک پہنچنے دوں گا؟"

"نن نہیں۔ مگر قتل' یہ۔ یہ تو مناسب نہیں ہے۔ میں تمہیں ایک پیش کش کر سکتا ہوں۔" چمن نے کہا۔

"ہاں ہاں کہو۔"

"میں تمہاری غلامی کے لئے تیار ہوں۔"

"مجھے تم جیسے غدار غلام درکار نہیں۔ ہاں اگر تم جان بچانا چاہتے ہو تو صرف ایک

شرط پر تمہاری جان بخشی کی جا سکتی ہے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"وہ۔ وہ کیا' وہ کیا۔ مجھے بتاؤ تو سہی۔" چمن نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"مجھے جواب دو چمن' میری ماں اور بہن کہاں ہیں؟" میں نے سوال کیا اور چمن پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"میں نیک نیتی سے تمہیں بتا رہا ہوں منصور کہ مجھے ان کے بارے میں کوئی علم نہیں ہیں۔"

"تم نے انہیں دیکھا ہے چمن؟"

"۔۔۔۔۔ خدا کی قسم' کبھی نہیں۔ نا ہی سیٹھ جبار سے میری اس موضوع پر کبھی کوئی گفتگو ہوئی' مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ سیٹھ جبار نے انہیں کہاں رکھا ہے اور ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔"

"تو پھر تمہارے سارے چانسز ختم' اب تمہاری زندگی کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

"دیکھو' دیکھو منصور یہ سب کچھ نہ کرو۔ میرا تمہارا ساتھ اچھا خاصا رہ چکا ہے' ہم نے دوستانہ ماحول میں وقت گزارا ہے' میری وجہ سے تمہیں بہت سی مراعات بھی ملی ہیں' انہی کا خیال کرو' میں۔ میں تم سے الجھنا نہیں چاہتا۔ میں اتنا چوہا بھی نہیں ہوں اور اگر تم مجھے کمزور سمجھ رہے ہو تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔"

میں ایک ایک قدم آگے بڑھ رہا تھا اور چمن پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔ میں نے تلخ مسکراہٹ سے اسے دیکھا اور بولا۔

"موت تمہارے سامنے ہے چمن' کم از کم ایسے جہالت کے الفاظ استعمال مت کرو' تم نے میرے ساتھ جو کچھ کیا۔ اس کے پس پردہ تمہاری گندی نیت کار فرما تھی۔"

میں چمن کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ وہ ایک دیوار کے ساتھ لگ گیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر اس نے بستر تک جانے کی کوشش کی تو درمیان ہی میں' میرے پستول سے چلی ہوئی گولی اسے چاٹ جائے گی۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ وہ مجھ سے زیادہ پھرتیلا نہیں ہے۔ بس وہ مجھے اپنی باتوں کے جال میں پھانس کو اپنی موت کو دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑ لیا۔

"ارے کوئی ہے' کوئی ہے' بچاؤ' بچاؤ۔" چمن دھاڑا اور میں ہنس پڑا۔

"ایسے نہیں میری جان' تم تو بہت بڑے غنڈے ہو' بے شمار افراد تمہارے ماتحت کام کرتے ہیں اور تم نے زندگی میں بہت سے قتل بھی کئے ہوں گے' مرد بنو' ایک اور قتل

کرتے کی۔۔۔۔ کوشش کرو۔"

"مم میں۔ میں تم سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر خاموشی سے مر جاؤ۔" میں نے ایک اور کھڑا ہاتھ اس کی گردن پر رسید کرتے ہوئے کہا اور چمن نیچے لڑھک گیا۔ میں نے ایک ٹھوکر اس کی پسلی پر ماری اور وہ بلبلا کر اوندھا ہو گیا لیکن دوسری طرف پڑنے والی ٹھوکر نے اسے پھر سیدھا کر دیا تھا۔

"سس۔ سنو منصور۔ مم۔ منصور سنو تو سہی۔ سنو تو سہی میری بات تو سنو۔" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا لیکن مجھ پر خون سوار تھا۔ میں نے اپنا پاؤں اس کی ٹھوڑی کے نیچے' اس کی گردن پر رکھ دیا اور پھر میرے حلق سے ایک خوفناک غراہٹ نکلی اور اس کی زبان باہر نکل پڑی۔ وہ بری طرح ہاتھ پاؤں پٹخ رہا تھا اور میرے پاؤں کی گرفت اس کی گردن پر تھی۔ مجھے اتنا اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ وہ مخصوص قسم کا دروازہ ہے جسے میں نے اندر سے بند کر کے اپنی دانست میں بیرونی مداخلت سے محفوظ کر لیا تھا' باہر سے بھی کھل سکتا ہے۔

دروازہ کھل چکا تھا اور دروازے میں چھ افراد کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے پاؤں کو دو تین جھٹکے دئے اور چمن کے ہاتھ پاؤں کی جنبش میں تیزی آ گئی۔ اس کا دم نکل رہا تھا۔ اور چند ہی لمحوں بعد ہاتھ پیروں کی یہ حرکت سرد پڑ گئی۔

دفعتاً" مجھے اپنے عقب میں ایک چیخ سنائی دی تھی۔ میں چونک کر پلٹا۔ یہ گل کی چیخ تھی۔ جو میری اس بربریت سے دہشت زدہ ہو کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ گل کے نزدیک ہی تغلق خان بھی آ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں پر گل کو سنبھالا اور اسے لئے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ میں چند لمحات کھلے ہوئے دروازے کو دیکھتا رہا اور پھر چمن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

میں نے بیٹھ کر اس کی نبض ٹٹولی اس کا چہرہ اتنا بھیانک ہو گیا تھا کہ انسانی نگاہ اس پر ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ وہ سرد ہو چکا تھا۔

میں نے ہاتھ جھاڑے اور واپس دروازے کی طرف پلٹ پڑا۔

تھوڑے فاصلے پر تغلق خان' گل کو دونوں ہاتھوں پر سنبھالے ہوئے ایک کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہی چل پڑا۔ کمرے میں تیز روشنی ہو گئی تھی اور اس روشنی میں مجھے ایاز' شمو اور اس کی ماں سہمے سہمے سے بستروں پر نظر آئے۔

"کیا ہوا۔ انہیں کیا ہو گیا؟" شمو نے بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ تغلق خان نے گل کو ایک بستر پر لٹا دیا تھا۔ پھر وہ بولا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے' ایسے ہی شاید چکر آ گیا ہے اور بے ہوش ہو گئی ہیں۔"

"مم۔ مگر۔ یہ۔ میرا مطلب ہے؟" شمو میری طرف دیکھتی ہوئی بولی اور پھر چونک کر تیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"یہ۔۔۔۔۔ یہ کیا۔ یہ منصور بھیا۔ نہیں میں؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں شمو بہن۔ میں منصور ہی ہوں۔ ایاز کا دوست۔۔۔۔۔" شمو کی آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں۔ وہ مجھے دیکھتی رہی پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اس نے میرے سینے پر سر رکھ دیا۔

"منصور بھیا۔ ایاز۔ ایاز کو کیا ہو گیا۔ آپ انہیں دیکھیں میں آپ کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ آپ انہیں دیکھیں۔ آپ کے بارے میں ایاز نے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔ بہت کچھ بتایا تھا انہوں نے مجھے۔" شمو نے کہا۔ میں نے شمو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ ہو چکا۔ شمو بہن اسے بھول جاؤ۔ ایاز ٹھیک ہو جائے گا کچھ نہیں ہوا ہے' اسے۔ میں اس کا علاج کراؤں گا تو بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔" میں ایاز کی طرف مڑا جو کھوئی کھوئی نگاہوں سے پلنگ پر پاؤں لٹکائے بیٹھا مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے بالکل قریب چلا گیا۔

"ایاز۔ میرے دوست۔۔۔۔۔ میرے بھائی۔" میں نے اسے بری طرح سے بھینچ لیا' ایاز خاموشی سے کسی سہمی ہوئی چڑیا کی طرح میرے بازوؤں میں سمٹا ہوا تھا۔ اس نے کوئی جنبش نہیں کی تھی۔ بس عجیب سے انداز میں بچوں کی طرح میرے سینے سے لگا ہوا تھا' میں اسے چوم رہا تھا' اسے پیار کر رہا تھا اور میری آنکھیں بھری آ رہی تھیں۔ کتنے طویل عرصے کے بعد ایاز مجھے ملا تھا' میرا سب سے سچا ہمدرد' میرا سب سے سچا اور مخلص ساتھی' دیر تک یہ جذباتی کیفیت مجھ پر طاری رہی۔ ایاز کے لئے میں جس قدر جذباتی ہو گیا تھا کسی اور کے لئے نہیں ہوا تھا۔

دوسری طرف تغلق خان گل کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ شمو کی بوڑھی ماں بھی اس کی مدد کر رہی تھی۔ بے چاری غمزدہ عورت مصیبت کا شکار ہو گئی تھی۔ اس نے کب ایسے ہنگامے دیکھے ہوں گے۔ لیکن بہرطور وہ بھی تغلق خان کے ساتھ مصروف تھی' چند لمحوں بعد گل ہوش میں آ گئی۔ اس نے ایک کراہ کے ساتھ کروٹ بدلی اور پھر اچھل کر بیٹھ گئی۔

وہ مجھے اور ایاز کو دیکھ رہی تھی اور پھر اس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے' وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک آ گئی۔ اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"منصور' منصور۔ منصور تم آ گئے۔ تم پہنچ گئے آخر۔ کیا ہوا۔ تم نے مار دیا اسے' قتل کر دیا نا چمن کو۔۔۔۔۔" وہ ہذیانی سے انداز میں کہہ رہی تھی۔

میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

"ہاں گل' موذی کیفر کردار کو پہنچ چکا ہے۔ تم اپنے آپ کو سنبھالو۔ سب ٹھیک ہے گل' سب ٹھیک ہے؟"

"مجھے یقین تھا منصور۔ مجھے یقین تھا۔ خدا کی قسم مجھے یقین تھا کہ تم اس کا ستیا ناس کر دو گے۔ اس نے یہ قدم اٹھا تو لیا تھا۔ میں جانتی تھی کہ تم بالآخر ان حالات سے واقف ہو جاؤ گے اور اسے نہیں چھوڑو گے۔ اوہ۔ اف' وہ مر گیا نا۔ مار ڈالا نا تم نے اسے؟"

"ہاں گل۔ خود کو سنبھالو۔ پلیز خود کو سنبھالو۔ ہمیں یہاں سے چلنا ہے۔"

بہرطور گل کو کسی نہ کسی طرح خاموش کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد تغلق خان کہنے لگا۔

"بھئی میرے تمام ساتھی تو سکون کی گہری نیند سو رہے ہیں۔ میں اس وقت آپ لوگوں کی کیا خاطر مدارات کروں۔ کافی وغیرہ چلے گی۔ یہاں اس کا انتظام ہے۔"

"رہنے دو تغلق خان۔ خواہ مخواہ تکلیف کرو گے۔"

"میں بنا لیتی ہوں۔ منصور بھیا۔ ابھی بنا لائی۔" شمو نے کہا۔

"ارے ہاں ہم تو بھول ہی گئے تھے کہ ہماری ایک بہن بھی یہاں موجود ہے۔ جاؤ تغلق خان' شمو کو ساتھ لے جاؤ' کچن میں اور کافی بنوا لو۔ اس وقت کافی لطف دے گی۔"

تقریباً" آدھے گھنٹے کے بعد ہم کافی پی رہے تھے۔

"اب چمن کی لاش کا کیا کرو گے۔" میں نے تغلق خان۔۔۔۔۔۔ سے پوچھا۔

"آنند سنگھ کی اسی رہائش گاہ میں ڈال دوں گا۔" تغلق خان نے جواب دیا۔

"اوہ نہیں تغلق خان۔ وہ جگہ خطرناک ہو گئی ہے۔ وہاں بموں کے دھماکے ہوئے ہیں ظاہر ہے لوگوں نے سنے ہوں گے۔"

"ہاں یہ بات میں بھول گیا تھا۔ بہرحال یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کوئی یہ کہنے والا زندہ نہیں رہا ہے کہ چمن میرے ایما پر آنند سنگھ کے اڈے سے چلا تھا۔ اس لئے میں مطمئن ہوں۔ چمن کی لاش کو میں باآسانی ٹھکانے لگا دوں گا! آپ دوسرے انتظامات کر لیں۔"

"اوہ تغلق خان۔ آنند سنگھ کے دوسرے آدمیوں کو تمہارے بارے میں علم ہے۔ کیا ان میں سے کوئی یہ اطلاع لے کر یہاں پہنچ سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ ساڑھے تین بجے ہیں۔ ہم پانچ بجے یہاں سے چل پڑیں گے۔ صدر

اسٹیشن پہنچ جائیں گے۔ بہروز' تاج میں ہے میں اسے جا کر لے آتا ہوں۔"

"اوہ۔ تاج کے تمام کمروں میں ٹیلی فون موجود ہے۔ آپ بہروز کو رنگ کر دیں کہ وہ ہوٹل چھوڑ کر اسٹیشن پہنچ جائے۔ یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔" تغلق خان نے کہا۔

تھوڑی دیر میں بہروز سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"سوئی نہیں بہروز۔"

"سو سکتی تھی؟" اس نے الٹا سوال کر ڈالا۔

"بہروز چار بجنے والے ہیں۔ ساڑھے پانچ بجے ہوٹل چھوڑ کر باہر نکل آؤ۔ کوئی بھی سواری ملے اسٹیشن آ جاؤ۔"

"ریلوے اسٹیشن۔"

"ہاں۔ اگر اس میں کوئی مشکل در پیش ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"نہیں' اس میں کیا مشکل ہو گی۔"

"بس باقی گفتگو ٹرین میں ہو گی۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ تغلق خان مجھ سے اجازت لے کر چمن کی لاش ٹھکانے لگانے چل پڑا تھا۔ جس وقت وہ واپس آیا۔ پانچ بجے تھے۔ ہم بس اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن اس کے پیچھے پیچھے بہروز کو دیکھ کر ہم چونک پڑے۔

"ارے۔ تم کہاں سے آ گئیں؟"

"شہر میں غیر معمولی تحریک دیکھی ہے میں نے۔ وہ بلا شبہ آنند کے آدمی ہیں کوئی شبہ ہو گیا ہے انہیں' میں نے بہروز کے لئے رسک نہیں لیا اور تاج سے انہیں بھی لے آیا۔ آپ لوگ تیار ہو جایئے۔ میں خود آپ کو ریلوے اسٹیشن پہنچا دوں گا۔ اس کے بعد اپنے باس کو بھی اس سانحے کی اطلاع دینی ہے۔"

"اوہ۔ ہاں یہ بھی تو ضروری ہے۔ ویسے اگر آنند سنگھ کے آدمی دندناتے پھر رہے ہیں تو وہ ریلوے اسٹیشن پر بھی توجہ دیں گے۔"

"امکان ہے اس بات کا!"

"اچھا ہے علم ہو گیا۔ ہم محتاط رہیں گے۔ تمہارے ساتھی تو ابھی تک بے ہوش ہیں۔ میں چیک کر چکا ہوں۔"

"وہ صبح تک سکھ کی نیند سوئیں گے پرنس۔ میں خود بھی انہیں سوتا ہوا ملوں گا اور صبح کو ان سے پوچھوں گا کہ رات کی شراب اس قدر تیز کیوں تھی؟" تغلق خان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے اور بھی بہت سے لوگ موجود تھے۔ تغلق خان کا یہاں دیکھا جانا مناسب نہیں تھا۔ اس لئے میں نے اسے واپس کر دیا۔ اس نے کہا تھا کہ موقع ملتے ہی فون پر مجھے یہاں کے حالات سے مطلع کرے گا۔

ساڑھے پانچ بجے ٹرین آئی۔ اس سے قبل میں ریلوے کے ایک افسر سے بات کر چکا تھا۔ اسے میں نے چھوٹی سی رقم پیش کی تو وہ میرے لئے سہولت مہیا کرنے کو تیار ہو گیا اور اس نے ہمیں ایک سلیپر دے دیا۔ جو نہایت آرام دہ تھا۔ ویسے تغلق خان کے کہنے کے مطابق ٹرین خالی تھی لیکن آفیسر کی وجہ سے بہت سی سہولتیں مہیا ہو گئی تھیں۔ ٹرین کے سفر میں ہم محتاط رہے لیکن سفر سکون سے کٹ گیا اور ساڑھے آٹھ بجے ہم دارالحکومت کے شاندار ریلوے اسٹیشن پر اتر گئے۔ دو ٹیکسیاں ہمیں لے کر چل پڑیں۔ نو بجے ایگل روڈ کے بنگلے میں داخل ہو رہے تھے۔

پروفیسر شیرازی اور دوسرے تمام لوگ صبح خیزی کے عادی تھے۔ بنگلے میں پوری طرح زندگی شروع ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں سب ہمارے گرد جمع ہو گئے۔ پروفیسر کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ انہوں نے ایاز کو بھینچ بھینچ کر پیار کیا تھا۔ لیکن ایاز کی کیفیت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ اسی طرح کھویا کھویا سا تھا۔ شمو اور اس کی والدہ کو بھی بڑے احترام سے خوش آمدید کہا گیا تھا۔ گل اس بات پر سخت حیران تھی کہ یہ لوگ یہاں کیسے نظر آ رہے ہیں۔ جب کہ وہ انہیں ایبک روڈ کے بنگلے میں چھوڑ کر گئی تھی اور یہ نیا بنگلہ کیسے حاصل کیا گیا۔

"بقیہ گفتگو ناشتے کی میز پر ہو گی۔ دلاور ہاؤس سے تو کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی پروفیسر؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں کوئی نہیں۔" پروفیسر نے جواب دیا۔ سرخاب، حسینہ اور بھوندو کے ساتھ کچن میں گھس گئی تھی۔ یہ لوگ ناشتہ کر چکے تھے۔ ہمارے لئے ذرا سی دیر میں ناشتہ لگا لیا تھا۔ ناشتے کی میز پر میں نے گل کے سوال کا جواب دیا۔

"تمہارا فون ملتے ہی گل! میں خود وہاں پہنچا تھا۔ وہاں تمہاری کار تو موجود تھی لیکن کوئی اور نہیں تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ تم کسی جال میں پھنس گئیں۔ چنانچہ احتیاطاً" میں نے ان لوگوں کو ایبک روڈ سے ہٹا دیا مجھے شبہہ تھا کہ کہیں وہ لوگ ان کے بارے میں بھی معلوم نہ کر لیں۔"

"چمن بدحواس تھا۔ پرنس دلاور کی دہشت طاری ہے ان سب پر۔ انہیں چاروں طرف اسی کے بھوت نظر آتے ہیں۔ میرے خیال میں چمن کی اس بات سے اس وہشت کا

اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمیں یہاں نہیں رکھا گیا اور اس نے ایک دوسرے شہر میں پناہ لی؟"

"تم لوگوں سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی اس نے۔"

"موقع ہی نہیں ملا اسے۔ ہمیں اغوا کر کے ایک عمارت میں لے جایا گیا۔ وہاں سے ایک بند گاڑی میں سفر کیا گیا اور ہم غلام پور پہنچ گئے یہ بات تو ہمیں کھانا دینے والے ایک ملازم نے بتائی تھی کہ ہم غلام پور میں ہیں؟ چمن سے تو اس کے بعد سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔" گل نے تفصیل بتائی۔

"بہرحال میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر یہ کیا تھا۔" میں نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال تھا منصور! کیا وہ مجھ سے تشدد کے ذریعے ان لوگوں کے بارے میں معلوم کر سکتے تھے۔" گل بولی۔

"جی نہیں خاتون۔ لیکن رجسٹریشن آفس سے آپ کی گاڑی کے ذریعے آپ کا پتہ معلوم ہو سکتا تھا۔"

"اوہ میرے خدا۔ یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ گاڑی کہاں گئی؟"

"پردے میں ہے۔ ویسے تمہارے بتائے ہوئے نمبر سے ہی میں چمن تک پہنچا اور وہاں سے اس کے بارے میں تفصیل معلوم کی۔"

"بڑی برق رفتاری سے تم غلام پور پہنچے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا ہو گا۔"

"چمن کہاں ہے؟" پروفیسر شیرازی نے پوچھا اور گل جھرجھری سی لے کر رہ گئی۔ اس کا ہاتھ ناشتہ کرتے کرتے رک گیا تھا۔ سب چونک کر اسے دیکھنے لگے! "کیوں گل ناشتہ کرو۔" پروفیسر نے کہا۔ لیکن گل نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"اب نہیں کر سکوں گی۔ معافی چاہتی ہوں۔ میں نے ایسی بھیانک موت کا تصور بھی نہیں کیا تھا کبھی۔ میرے خدا۔ میرے خدا۔" اس نے دونوں ہاتھ کنپٹیوں پر رکھ لئے۔ "اس کی زبان حلق سے تقریباً" آٹھ انچ باہر نکل آئی تھی۔ آنکھیں اپنے حلقوں سے ایک ایک انچ باہر لٹک رہی تھیں۔ اور منصور۔ اس وقت وہ زمانہ قدیم کا کوئی وحشی ہی لگ رہا تھا۔ جس کا اس جدید دور، نئی تہذیب سے کوئی تعلق نہ ہو۔ خدا کی پناہ۔ خدا کی پناہ۔" گل کے چہرے پر بے پناہ خوف تھا۔

پروفیسر کا ہاتھ بھی رک گیا۔ سب ہی گل کی اس منظر کشی سے خائف ہو گئے تھے لیکن میں نے پروفیسر کے چہرے پر کرب کے آثار دیکھے تھے۔ وہ عجیب انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر ان کی زبان سے نکلا۔ "تم حق بجانب ہو منصور! تم درندے نہیں ہو۔

تمہیں وحشی بنایا گیا ہے۔ میں جانتا ہوں مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔" پھر وہ بات بدل کر بولے۔ "مگر یہ بہروز بیگم تمہیں بھی چکر دے گئیں یا گھپے۔ کسی کو ان کی حرکت کا پتہ بھی نہیں چل سکا۔" بہروز مسکرانے لگی تھی۔

ان سارے معاملات سے فارغ ہو کر میں ایاز کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ایاز کی حالت دیکھ کر کلیجہ کٹتا تھا۔ لیکن میں نے عزم کر لیا تھا کہ اس کا علاج کراؤں گا۔ اگر ضرورت پڑی تو اسے بیرون ملک بھی بھیجوں گا۔ میں اس کے لئے وہ سب کچھ کروں گا' جس سے ذہنی توازن صحیح ہو جائے۔ ایاز کو ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے حسینہ کے ذریعے شمو کو یہاں بلوا لیا۔ جاہل' لیکن خوبصورت اور سادہ مزاج لڑکی تھی۔

"شمو بہن۔ آپ بڑے اطمینان سے یہاں رہیں۔ یہ آپ کے بھائی کا گھر ہے۔ ایاز کا میں علاج کراؤں گا۔ یہ آپ کے پاس کب پہنچا؟"

"کوئی بیس دن ہوئے؟"

"اکیلا آیا تھا یا کوئی لے کر آیا تھا اسے۔"

"ٹیکسی چھوڑ گئی تھی۔"

"یہ پہچانتا ہے آپ کو۔"

"کبھی پہچانتے ہیں کبھی نہیں پہچانتے۔ لیکن صبح کو مجھے میرا نام لے کر پکارا اور گرم پانی مانگا تھا۔

"اس کے بعد؟"

"پھر میرا نام نہیں لیا۔ لیکن ہر کام کے لئے مجھ سے ہی کہتے ہیں کسی اور سے نہیں بولتے۔" شمو نے جواب دیا۔ شمو کی گفتگو بے حد کار آمد تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ایاز شدید دباؤ میں نہیں ہے اور اس کے جلد ٹھیک ہو جانے کے امکانات ہیں۔ پروفیسر شیرازی نے رائے دی کہ ایاز کو کسی ہسپتال میں داخل کرنے کے بجائے یہیں اس کی دیکھ بھال کی جائے۔ بہروز نے اس خیال کی حمایت کی تھی۔

"تم اس مسئلے کو مجھ پر چھوڑ دو۔ ڈاکٹر کرنل رازی میرا دوست ہے۔ دماغی امراض کا اسپیشلسٹ۔ میں اسے بلا لوں گا اور اگر ضرورت پڑی تو اسے اس کے کلینک میں داخل کر دوں گا!" میں نے پروفیسر کی یہ معاونت قبول کر لی۔ اس کے بعد میں ان تمام لوگوں سے اجازت لے کر چل پڑا۔ دوسرے معاملات بھی دیکھنے تھے۔

مس نادرہ جو اس کوٹھی کی انچارج تھیں اور بڑی اعلیٰ انتظامی صلاحیتیں رکھتیں تھیں' سب سے پہلے مجھے ملیں۔ ان سے خیریت معلوم ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد سب نے مجھ

سے ملاقات کی۔ فینی کے پاس اس دوران کی ساری رپورٹیں موجود تھیں۔ تمام معاملات سے فارغ ہو کر میں نے اس سے رپورٹیں طلب کر لیں۔

"کوئی بہت اہم خبر نہیں ہے پرنس۔ سترہ تاریخ کو اینجل کی سالگرہ ہے۔ یہ اس کا کارڈ ہے۔ سیٹھ جبار نے فون بھی کیا تھا۔ مس اینجل کا فون بھی آیا تھا' دو بار۔ دوسری بار انہوں نے کہا ہے کہ آپ جب بھی واپس آئیں انہیں فون کریں۔"

"عدنان کی طرف سے کوئی اطلاع۔"

"جی ہاں۔ فون کر کے انہوں نے آپ کے بارے میں پوچھا تھا---- لیکن کوئی خاص بات نہیں کی۔"

"او کے فینی اگر کوئی خاص بات ہوتی تو تم خود مجھے بتا دیتیں۔ آرام کرو۔" میں نے کہا۔ فینی کے جانے کے بعد میں نے اینجل کو رنگ کیا لیکن وہ اس نمبر پر نہ مل سکی۔ البتہ اس لڑکی کو میں نے پیغام دے دیا کہ شام کو چھ بجے میں اینجل کو رنگ کروں گا۔ اگر اس سے ملاقات ہو تو یہ پیغام دے دے۔

"بہتر جناب۔" اس نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میں نے عدنان کو رنگ کیا۔ میری آواز سن کر عدنان کی آواز میں اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔

"ہیلو پرنس' آپ خیریت سے تو ہیں نا' میں بڑا الجھا ہوا تھا۔ کہاں چلے گئے تھے؟"

"تفصیل فون پر نہیں بتائی جا سکتی عدنان بس یوں سمجھ لو ایک چھوٹی سی مہم پر گیا تھا۔ تم سے اگر تذکرہ کیا جاتا---- تو میرا پروگرام ملتوی کرا دیتے' مجھے خود بھی تو ہاتھ پاؤں ہلاتے رہنا چاہئے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"پرنس آپ بہت ہاتھ پاؤں ہلا چکے' اب یہ ذمہ داری ہمیں سونپ دیں' یہ میری مخلصانہ التجا ہے' آپ ہمارے لئے بہت قیمتی ہیں اور پھر اس طرح ہماری اپنی حیثیت مجروح ہو جاتی ہے۔" عدنان نے کہا۔

"اوہ عدنان' سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں' ایسی کوئی بات نہیں تھی' میں بس شہر سے تھوڑی ہی دور باہر گیا تھا۔ تم سناؤ کیا حالات ہیں----؟"

"حسب معمول---- اس دوران میں نے وہ فائلوں والا مسئلہ ختم کر لیا ہے' کچھ رقم جمع ہو گئی ہے پرنس---- تمام فائل نمٹ گئے ہیں اب کوئی باقی نہیں ہے۔ حاجی الٰہی کو بھی دو کروڑ کی رقم ادا کر دی ہے' اس نے بہت سے فون کر ڈالے ہیں اس دوران' بڑا خوش ہے اور پرنس کی خدمت میں حاضری دینا چاہتا ہے۔ کیا حکم ہے اس کے بارے میں؟"

"ٹھیک ہے ٹالو اسے' جو کچھ کر دیا' اسے بھول جاؤ جب بھی وہ رقم واپس کرنا چاہے' وصول کر لینا۔ دراصل مسئلہ وہی تھا۔ میں نے یہاں بھی اس کی اجارہ داری توڑی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں پرنس اور بے حد خوش ہوں ویسے آپ کے اس خادم نے ایک بار پھر سیٹھ صاحب کو زک پہنچائی ہے۔ مارکیٹ میں ایک خاص دوا بہت کم ہو گئی تھی' سونے کے بھاؤ بک رہی تھی' یہ ایک مخصوص قسم کے انجیکشن ہیں' اتفاق سے میرے کانوں میں بھنک پڑ گئی کہ ہمارے دوست نے یہ ادویات ہانگ کانگ کے ذریعے منگوائی ہیں----- تین آدمی ادویات کا اچھا خاصا ذخیرہ لے کر آئے تھے' جس کی مالیت بہت کافی بنتی تھی' سیٹھ صاحب ایئر پورٹ پر انتظار کر رہے تھے لیکن ان کی بد قسمتی' ادویات کے پیکٹ کسٹم سے تو نکل آئے لیکن راستے میں اغوا کر لئے گئے' پرنس میں جانتا ہوں کہ آپ صرف اسے زک دینے کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ پیسہ آپ کا مطمع نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ادویات کے یہ پیکٹ کھولے گئے اور ان ادویات کو پورے شہر میں میڈیکل اسٹورز پر فروخت کر دیا گیا۔ اور ان سب کو ہدایات دے دی گئی ہیں کہ اگر مقررہ قیمت سے ایک پیسہ بھی زیادہ پر ادویات فروخت کی گئیں تو انہیں گرفتار کرا دیا جائے گا' ویسے ان سے بھی ہمیں اچھی خاصی مالی امداد حاصل ہوئی ہے' حالانکہ اس سلسلے میں مجھے پہلے سے کوئی اطلاع نہیں تھی' لیکن جب مجھے اس بارے میں پتہ چلا تو میں نے اس کام کو چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"گڈ عدنان ویری گڈ' کب ملاقات کر رہے ہو مجھ سے۔"

"جب حکم دیں پرنس' اگر فرمائیں تو ابھی حاضر ہو جاؤں۔"

"آ جاؤ----- مجھے بھی کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے تم سے کچھ اور بھی باتیں کرنی ہیں۔"

عدنان پہنچا تو میں نے اس کے لئے کافی وغیرہ طلب کر لی۔ اس شخص سے مجھے انسیت ہو گئی تھی' بہت برا آدمی تھا' جرائم کا ماہر' لیکن اس کی کہانی سننے کے بعد میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا تھا کہ وہ انتہائی نیک نفس اور شریف انسان ہے' برائیاں اگر کسی لالچ کے تحت انسان میں پیدا ہو جائیں تو وہ بے شک بہت برا ہو جاتا ہے لیکن کوئی مقصد اگر دولت سے بے نیاز کر دے' تو پھر وہ شخص معمولی نہیں ہوتا' یہی کیفیت عدنان کی تھی۔ میں نے اسے اپنے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ایاز میرا دوست ہے عدنان جس نے ایسے وقت میں میرا ساتھ دیا' جب ساری دنیا میری نگاہوں میں تاریک تھی اور میں سڑک پر بے یار و مددگار پھر رہا تھا۔" عدنان نے گہری

نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا ایسا کوئی لمحہ آپ پر بھی گزرا ہے پرنس؟"

"ہاں عدنان' میں نے تمہیں پرکھا ہے' صرف چند افراد ہیں' جو میری----- حقیقت سے واقف ہیں اس کے بعد جو کوئی بھی میری زندگی میں شامل ہوا' وہ مجھ سے لا علم ہے اور مجھے پرنس دلاور سمجھتا ہے۔" عدنان نے سر جھکا لیا' اس کے چہرے پر بہت سے سوالات تھے' لیکن اس نے مجھ سے اس سلسلے میں ایک لفظ نہیں پوچھا۔ تب میں نے کہا۔

"میں سمجھ رہا ہوں عدنان تمہارے ذہن میں جو سوالات ہیں اور میں تمہیں اس کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں اس لئے کہ پرنس دلاور بننے کے بعد میری نگاہ میں تم وہ واحد انسان ہو۔ جو میرے معیار پر پورے اترے ہو۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں عدنان اس لئے کہ تمہاری ذات میں' میں نے ایک دوسرا منصور پوشیدہ دیکھا ہے۔"

"منصور؟" عدنان نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں میں پرنس دلاور نہیں منصور ہوں' اسی شہر کے ایک گندے سے محلے کا رہنے والا' ایک ڈرائیور کا بیٹا' میرا باپ احمد علی' سیٹھ جبار کے ہاں ڈرائیور کی حیثیت سے ملازم تھا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں عدنان کہ وہ انتہائی شریف آدمی ہو گا' میں تھا' میری ماں تھی' ایک چھوٹی سی بہن تھی میری اور ایک گھر تھا----- اس گھر کی گزر بسر معمولی انداز میں ہو رہی تھی' لیکن مجھے یقین ہے کہ سیٹھ جبار جیسا سانپ کسی کو سیدھے راستے پر چلنے نہیں دیتا۔ نہ جانے کس طرح اس نے میرے باپ کو شیشے میں اتارا' وہ صرف ایک ڈرائیور کی حیثیت سے اس کے لئے کام کرتا تھا' لیکن اسمگلر اسے بھی اپنی راہ پر لے آیا اور اسے اس کا تھوڑا سا معاوضہ ملنے لگا۔

میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور ہم اچانک کسمپرسی کا شکار ہو گئے' میں نے اس لحاظ سے سیٹھ جبار کے ہاں ملازمت کی درخواست دی کہ میرا باپ بھی اس کا ملازم تھا' سیٹھ جبار نے مجھے ڈرائیونگ سکھوائی اور ڈرائیور کی حیثیت سے ملازم رکھ لیا۔ لیکن احمد علی کے بیٹے کو اس نے وہی بنانا چاہا' جو باپ تھا۔ میں نے یہ جاننے کے بعد کہ سیٹھ جبار ایک اسمگلر ہے' پولیس سے رابطہ قائم کیا اور ایک معصوم انسان کی حیثیت سے سیٹھ جبار کے بارے میں ایک انسپکٹر کو اطلاع دی کہ ایک اسمگلر جس کا مال سمندری راستوں سے آتا ہوں' میری نگاہوں میں ہے اور میں اسے گرفتار کرانا چاہتا ہوں۔

"انسپکٹر نے استہزائیہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور رپورٹ درج کر لی لیکن دوسری ہی رات میرے گھر سے چرس برآمد ہو گئی اور مجھے گرفتار کر لیا گیا ایک معمولی سی

خطا کے نتیجے میں مجھے پانچ سال کی سزا دلوائی گئی او عدنان' میں مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی مجرم بن گیا' اور ان پانچ سالوں نے اس معصوم منصور کو مار کر پرنس دلاور تخلیق کیا' ایک مجرم جو جرم کے تمام اصولوں سے واقف ہو چکا تھا' لیکن فطری طور پر مجرم نہیں تھا' پانچ سال کے بعد جب میں جیل سے رہا ہوا تو میری دنیا اجڑ چکی تھی' میرے مکان میں ایک جوئے کا اڈہ آباد تھا

اس کے بعد

بازی

کے آخری حصّے

کا مطالعہ کریں!